بسم الله الرحمن الرحيم

فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهْدِيَهُۥ يَشْرَحْ صَدْرَهُۥ
لِلْإِسْلَٰمِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُۥ يَجْعَلْ صَدْرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا
كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى ٱلسَّمَآءِ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ ٱللَّهُ ٱلرِّجْسَ
عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾ وَهَٰذَا صِرَٰطُ رَبِّكَ
مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾

ترجمہ:

پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینے کو ایسا تنگ اور دشوار کردیتا ہے جیسے آسمان کی طرف بلند ہورہا ہو، وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلط کردیتا ہے۔ اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے۔ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے آیات کو مفصل طور پر بیان کردیا ہے۔

(سورہ انعام: آیات ۱۲۵، ۱۲۶)

اسلامی علوم ومعارف اور علمی و ثقافتی افکار وعقائد کا ترجمان

شمارہ: ۲۲۳/نومبر ۲۰۱۲ء تا مارچ ۲۰۱۳ء

خصوصی شمارہ

حج، قرآن وسنت کی روشنی میں

خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران ۱۸، تلک مارگ، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۱
فون :- ۳۴، ۳۳، ۲۳۳۸۳۲۳۲، فیکس :- ۲۳۳۸۷۵۴۷
http://newdelhi.icro.ir
ichdelhi@gmail.com

راہِ اسلام

شمارہ: ۲۲۳ /نومبر ۲۰۱۲ء تا مارچ ۲۰۱۳ء

چیف ایڈیٹر: علی فولادی

ایڈیٹر: پروفیسر سیّداختر مہدی رضوی

جوائنٹ ایڈیٹر: ڈاکٹر سیدعلی سلمان رضوی

مشاورین علمی

آقای احمد عالمی معاون رایزنی فرہنگی، حجۃ الاسلام والمسلمین آقای مہدی مہدوی پور

پروفیسر سیّدعلی محمد نقوی

تزئین جلد : عائشہ فوزیہ

صفحہ آرائی وکمپوزنگ : قاری محمد یاسین

ناظر چاپ : حارث منصور

راہ اسلام میں شائع ہونے والے ہر مضمون کیلئے مقالہ نگارخود ذمہ دار ہے۔
مقالہ نویس کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔
راہِ اسلام مقالات و مضامین کے انتخاب و اصلاح و ایڈیٹنگ اشاعت کے سلسلے میں پوری طرح آزاد ہے۔
اور اس سلسلے میں ایڈیٹوریل بورڈ کا فیصلہ آخری ہوگا۔
اشاعت کی غرض سے ارسال شدہ مقالہ کا خوشخط ہونا لازمی ہے۔عبارت کاغذ کے ایک طرف ہی لکھی جائے
اور کاغذ A-4 سائز کا ہوتو بہتر ہے۔
صرف غیر مطبوعہ مقالات ہی ارسال کئے جائیں۔
تحقیقی مقالات کی آمادگی میں جن مأخذ و مدارک کا استعمال کیا گیا ہو۔ ان کا ذکر لازمی ہے۔
مقالہ کے ساتھ اس کا خلاصہ بھی ضرور ارسال کیا جائے۔
راہِ اسلام میں شائع شدہ مقالات کی نقل یا ان کے ترجمہ واقتباس کی اشاعت پر کوئی پابندی نہیں ہے
بشرطیکہ مأخذ کا ذکر کردیا جائے۔

پریس : الفا آرٹ، نویڈا، یو۔ پی

فہرست

شمارہ: ۲۲۳/نومبر ۲۰۱۲ء تا مارچ ۲۰۱۳ء

اداریہ	ادارہ	۷
اہمیت و فضیلت حج:		
حج ابراہیمی	حجۃ الاسلام والمسلمین مہدی مہدوی پور	۹
حج، بندگی اور معرفت خدا کا نقطۂ کمال	حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر غلام رضا مہدوی	۱۲
حج، قرآن کریم اور سنت رسولؐ کی روشنی میں	حجۃ الاسلام والمسلمین احمد عالمی	۱۵
حج، قرآن وسنت کی روشنی میں	مولانا ناظم علی خیرآبادی	۱۹
حج، قرآن کی روشنی میں	پروفیسر سید فرمان حسین	۲۸
حج، قرآن وسنت کی روشنی میں	سید وسیم رضا زیدی	۳۹
حج، جامع ترین عبادت	مولانا سید تقی رضا عابدی	۵۷
اسلام میں حج کی فضیلت اور اہمیت	مولانا انصار رضا	۶۰
اسلام میں حج وعبادات	مولانا سید مختار حسین جعفری	۶۷
فلسفہ ومقاصد حج:		
حج کے اصل مقاصد اور موجودہ صورتحال	پروفیسر علی محمد نقوی	۷۳
فلسفۂ حج	ڈاکٹر سید علی سلمان رضوی	۸۱
حج اور اس کے انفرادی اور اجتماعی فائدے	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	۹۲
سفرِ حج کی برکتیں اور اس کے اہم ترین اسباق	مولانا سید حمید الحسن زیدی	۹۶
حج وتہذیب نفس:		
حج، تہذیب وتربیت	مولانا حسن عباس فطرت	۱۱۰
حج اور تزکیۂ نفس	پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی	۱۱۴
حج کے تربیتی وروحانی عناصر وجہات، قرآن وسنت کی روشنی میں	مولانا سید عابد حسین حسینی	۱۲۳

نوٹ: مذکورہ فہرست کو موضوعی اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

حج کے تہذیبی وتربیتی آثار	مولانا سید محمد رضا رضوی	۱۳۲

بیداری اسلامی و حج:

حج، عبادت اور پیغام اتحاد و بیداری	پروفیسر شاہ محمد وسیم	۱۴۵
عصر حاضر میں حج و بیداری امّتِ اسلامی	وصی احمد نعمانی	۱۵۴
حج ، اسلامی بیداری اور امام خمینیؒ	مولانا شہوار حسین نقوی	۱۷۲

حج و وحدت اسلامی:

اسلامی یکجہتی کی تشکیل میں حج کی اہمیت وکردار	حجۃ الاسلام والمسلمین سید علی قاضی عسکر	۱۷۶
حج ،اتحاد اسلامی کا علمبردار	پروفیسر غلام یحییٰ انجم	۱۸۶
خطبۂ حجۃ الوداع حقوق انسانی کا عالمی منشور	ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی	۱۹۴
حج واتحاد اسلامی	مولانا سید محمد جابر جوراسی	۲۲۵
حج و اتحادِ اسلامی	ڈاکٹر حکیم سراج الدین ہاشمی	۲۳۳
حج واتحاد اسلامی	(مفتی) افروز عالم قاسمی	۲۴۰
حج واتحاد اسلامی	مولانا سید عبداللطیف بخاری	۲۴۶
حج ، انسانی اجتماعیت کا لازوال منشور	مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی	۲۵۵

اداریہ :

حج، ادیان الٰہی اور قرآن کریم میں غیر معمولی اہمیت کا حامل فریضہ ہے جس کی طرف آیات قرآنی بھی نشاندہی کرتی ہیں۔ حج، قرآن کی رو سے انتہائی اہم عبادت[1] اور شعائر الٰہیہ میں سے ایک ہے۔[2] اسے قرآن کریم میں خیر اور تقویٰ الٰہی کے مصادیق میں شمار کیا گیا ہے تاہم اس کی انجام دہی میں کسی بھی قسم کے تعاون کو قابل تحسین عملی قرار دیا گیا ہے۔[3]

خداوند کریم نے کعبہ کے حق کی ادائیگی کو واجب قرار دیا اور اسے توحید اور اسلام کی واضح اور روشن علامت اور نشانی کے طور پر یاد کیا ہے تاہم حاجی کو اپنے مہمان کے طور پر پہچنوایا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ سے متعدد روایات مروی ہیں جس میں آپ نے مسلمانوں کو اس اہم فریضہ کی طرف ترغیب دلائی ہے یہاں تک کہ آپ نے حج اور نماز کو ایک ساتھ متعدد بار ذکر فرمایا ہے اور اس کی تاکید کی ہے۔[4] بعض دیگر روایات میں حج کو نماز کی طرح بنیاد اسلام اور پرچم دین اور اسے ترک کرنے کو سبب ہلاکت اور باعث عذاب خداوندی جانا ہے۔[5]

حج کی مذکورہ بالا اہمیت کے پیش نظر واضح رہے کہ استطاعت کے باوجود اس کو ترک کرنا گناہان کبیرہ میں سے ہے تاہم اس کا انکار کفر کا باعث شمار ہوسکتا ہے۔[6] چنانچہ لوگوں کو اس اہم فریضہ سے آشنا کرانا اور اس کی رغبت دلانا اس کے منجملہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔

ایران کلچر ہاؤس، نئی دہلی نے حج کمیٹی دہلی کے تعاون سے ایک بین الاقوامی حج کانفرنس کا انعقاد کیا تاکہ اس اہم فریضہ سے لوگوں کو آگاہ و آشنا کرنے کی راہ میں ایک قدم اٹھایا جاسکے جسے ''بعثۃ رہبر معظم'' (مدظلہ العالی) اور'' سازمان فرہنگ وارتباطات اسلامی'' کی حمایت و پشت پناہی حاصل رہنے کے سبب ۲۵۔۲۶ر اگست ۲۰۱۲ء کو انڈیا اسلامک سینٹر میں ''حج درقرآن وسنت'' کے تحت عنوان ایک بین الاقوامی سمینار منعقد کیا جاسکا جس میں ہندوستان کے علاوہ بیرون ملک سے آئے ہوئے محققین، علماء اور مندوبین شریک ہوئے۔ مذکورہ سمینار میں متعدد مقالات پیش کیے گئے۔ سر دست ان میں سے بعض مقالوں کو منتخب کر کے مجلّہ ''راہ اسلام'' کے اس خصوصی شمارہ حج میں شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے زیر نظر جریدہ کے شائقین وقارئین اس سے استفادہ کریں گے اور ہم اس عظیم

الٰہی فریضہ کو بیان کرنے کی راہ میں ایک ادنیٰ سا قدم اٹھاسکیں گے۔

آخر کلام میں ہم ''حج قرآن وسنت کی روشنی میں'' سے منسوب اس خصوصی شمارہ کی اشاعت کے تعاون کے سلسلے میں ولایت فاؤنڈیشن نئی دہلی کے شکر گزار ہیں۔(ادارہ)

حوالے

۱۔سورۂ آل عمران،آیت ۷ و ۹۶

۲۔سورۂ مائدہ،آیت ۲

۳۔سورۂ مائدہ،آیت ۲

۴۔معرفہ الصحابہ، ج ۵،ص ۲۸۹۹

۵۔المحاسن ، ج ۱،ص۸۸

۶۔کافی ،ج ۴،ص۲۶۸

حج ابراہیمی

حجۃ الاسلام والمسلمین مہدی مہدوی پور

عصر حاضر کے نامور ایرانی مفکر اور ہندوستان میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای دامت برکاتہ کے نمائندہ حجت الاسلام والمسلمین مہدی مہدوی پور نے حج کانفرنس کے افتتاحیہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بعض اہم موضوعات کی طرف اشارہ کیا جس کا ترجمہ حاضر خدمت ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِ الْحَکِیْم :

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکاً وَّھُدَیً لِلْعَالَمِیْنَ۔ (سورۂ آل عمران، آیت ۹۶)

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

''وہ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا، مکہ میں واقع خانۂ کعبہ ہے، جو کہ مبارک و بابرکت گھر ہے اور دنیا والوں کی ہدایت کا سرچشمہ ہے''۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ حج کے اغراض ومقاصد کی وضاحت کے لئے اس عظیم کانفرنس کا انعقاد کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران اور حج کمیٹی دہلی کے اہلکاروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس اجتماع میں ہندوستان کے نامور عالموں دانشورں اور علمی وسیاسی شخصیتوں کے علاوہ ایرانی حجاج کے سرپرست اور رہبر معظم کے نمائندے حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین جناب حاج آقای قاضی عسکر اور ان کے ہمراہ دیگر ایرانی مہمانوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

حج کا پہلو صرف اس کا انفرادی وعبادی ہونا نہیں ہے بلکہ یہ ہمہ جانبہ اور مختلف عبادی پہلوؤں کا حامل ہے۔ حج ایک طرف باطنی طہارت، ذہنی پاکیزگی دل کو آلودگیوں اور کثافتوں سے دور کرنے، خود پسندیوں سے دوری اختیار کرنے اور انسان کے باطن میں توحید کی تعمیل کا بہترین وسیلہ ہے اور دوسری طرف امت اسلامیہ کی وحدت کا مظہر ہے کیونکہ دنیا کی تمام اقوام مختلف زبان ورنگ ونسل وقومیت والے لوگ اور مختلف النوع عہدہ ومقام ومرتبہ کے حامل افراد سرزمین حجاز پر جمع ہوجاتے ہیں۔ یہ تمام لوگ ایک سمت ایک گھر کے اردگرد ایک ہی لباس میں طواف کرتے ہوئے نظر

آتے ہیں اور اقوام عالم کے درمیان ہم آہنگی اور ہمبستگی کا دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔

حضرت امام خمینیؒ جوکہ حالیہ صدی میں اسلامی ومذہبی افکار میں تبدیلی لانے کا سرچشمہ تھے، ایران کے اسلامی انقلاب کی برکت سے دینی حقائق کو واضح وآشکار کرنے میں کامیاب ہوئے اور دینی افکار کو ہر طرح کی کج فہمی اور افراط وتفریط کے بغیر بالکل سادہ ،آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا۔ وہ حج کے موضوع کو بہت اہم قرار دیتے تھے۔ وہ فریضۂ حج کو حج ابراہیمی کے نام سے تعبیر کرتے تھے وہ ہر سال دنیا کے تمام حجاج کرام کو خطاب کرتے ہوئے جامع اور اثر انگیز پیغامات جاری کیا کرتے تھے۔ وہ حج بیت اللہ کو دنیا کے مختلف علاقوں سے جمع ہونے والی مختلف قوموں کے درمیان عالم اسلام کے مسائل ومصائب کے سلسلے میں گفتگو وتبادلۂ خیال کا بہترین موقع جانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے مسلمانوں کو ٹھوس اور اٹل ارادہ اور باہمی اتحاد سے کام لینا چاہئے۔ وہ ارشاد فرماتے تھے کہ حج ایک بے مثال سالانہ اجتماع اور اسلامی اخوت وبرادری کی عظیم الشان نمائش ہے۔ پس حج کو عالم اسلام کی عظیم سیاسی وسماجی تحریکوں کا مرکز قرار دینا چاہئے۔ وہ حج کے عبادی مناسک کے ساتھ ہی اس کے سیاسی اور عرفانی مناسک ہونے کے بھی قائل تھے اور مشرکین سے برأت وبیزاری کے اعلان کو حج کے سیاسی ارکان اور واجبات میں شمار کرتے تھے۔ وہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ حج قرآن کی مانند ہے جس سے سبھی لوگ استفادہ کرتے ہیں لیکن مفکرین اور امت اسلامیہ کے درد سے آشنا لوگ اگر قرآن کے علوم ومعارف کے دریا میں غوطہ لگائیں اور سیاسی وسماجی احکام کے سلسلے میں فکروعمل سے نہ کترائیں تو انہیں اس دریا کے صدف سے ہدایت ورشد اور حکمت وآزادی کے گرانقدر موتی ضرور حاصل ہوں گے۔

امام خمینیؒ فرماتے تھے کہ حج صرف حرکات ، اعمال اور لفظوں کا مجموعہ نہیں ہے کیونکہ ان ظاہری چیزوں سے انسان خدا تک رسائی نہیں حاصل کرسکتا ہے بلکہ اہم تو ان اعمال کے باطنی صفات کی طرف توجہ ہے اور مناسک حج درحقیقت توحیدی زندگی کے اعمال ہیں۔مشرکین سے اظہار برائت وبیزاری کے بغیر جو حج کیاجاتاہے اس میں حج کی حقیقی روح نہیں پائی جاتی اور جس حج سے ظالمین اور ستمگروں کی نابودی ممکن نہ ہووہ حج نہیں ہے۔

درحقیقت امام خمینیؒ اور رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمٰی سید علی خامنہ ای، حفظہ اللہ کے پیغامات حج کا مجموعہ دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتا ہےجس میں حج کے مختلف موضوعات اور عالم اسلام

کے مسائل ومشکلات کے حل اور مسلمانوں کی عزت وسربلندی کے لئے حج جیسی عظیم عالمی کانگریس کی اعلٰی صلاحیتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

حاجی کے لئے بہترین چیز یہ جاننا ہے کہ وہ کہاں جارہا ہے؟ کس کی دعوت پر لبیک کہہ رہا ہے اور وہ کس کا مہمان ہے؟ اس دعوت ومہمانی کے آداب کیا ہیں؟ اور اس عظیم سالانہ اجتماع کا مقصد کیا ہے؟

مثلاً رمیٔ جمرات اور شیطان پر کنکری مارنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ حاجی شیاطین جن وانس اور ظاہری و باطنی شیطانوں بالخصوص عصر حاضر کے سب سے بڑے شیطان کے خلاف جدوجہد میں سرگرم رہے اور پتھر مارنا اس جدوجہد اور جہاد کی علامت ہے۔

خداوند عالم نے حج کو قیَاماً للنّاس یعنی عوام کی استواری واستحکام کا سرمایہ اور ھُدیً لّلعالمین یعنی دنیا بھر کے لوگوں کی ہدایت کا باعث قرار دیا ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حج ایک انفرادی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

امید ہے کہ اس قسم کے اجلاس اس عظیم عبادت کے دیگر اہم پہلوؤں کے بارے میں غور وفکر کا باعث ہوں گے اور تمام مسلمان حج ابراہیمی سے بخوبی واقف ہوجائیں گے اور عالم اسلام کے اہم مسائل کو حل کرنے کے لئے اس عظیم سالانہ عالمی کانگریس سے بھرپور اور لازمی فائدہ حاصل کیا جاسکے گا۔

والسّلام

حج، بندگی اور معرفت خدا کا نقطۂ کمال

حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر غلام رضا مہدوی

حج، ان عبادات میں سے ایک ہے جس میں بندگی کے سب سے زیادہ مواقع فراہم ہیں۔ حج، زمان ومکان نیز اذکار واعمال کے لحاظ سے بھی اس قدر معرفت الٰہی سے مملو ہے کہ سنگدل ترین انسان کا دل بھی پگھل جائے اور اللہ سے راز ونیاز کے لئے آمادہ ہوجائے۔

شاید حج کے لئے شرط استطاعت کا راز بھی انہیں اہم امور سے مربوط ہو'' ولِلّٰہ عَلی النّاس حجّ الْبیت مَن استَطاعَ الَیہ سَبیلاً ''

کیا استطاعت سے مراد محض مالی اور جسمی توانائی ہے؟ کیا بغیر معنوی استطاعت اور ضروری لیاقتوں کے انسان خود کو حج یعنی اس عظیم ضیافت الٰہیہ کے لئے آمادہ کرسکتا ہے جس کا قرآن اور سنت میں ذکر ملتا ہے؟

کیا حج کوچۂ معشوق کا ترانہ اور معبود تک پہونچنے کا راستہ اور پتہ نہیں ہے ؟ کیا بغیر مکمل تیاری اور روحانی قوت کے یہ'' سیر من الخلق الی الخالق '' ممکن ہے؟ یاد رہے جو لوگ بغیر ایسی آمادگی کے اس مقدس سفر پر جاتے ہیں ان کا جسم ضرور سفر حج پر جاتا ہے روح نہیں جاتی چنانچہ اگر سفر حج کے بعد بھی ان میں کوئی مثبت تبدیلی نظر نہ آئے تو یہ حج کرنے والے کا قصور ہے نہ حج اور کعبہ کا، چنانچہ یہ سب اسی مقدس بارگاہ اور ملکوتی تجلیوں کی ضیاپاشیوں کا نتیجہ ہے۔ اور انسان کو اس کی توفیق عنایت ہوتی ہے۔

اگر امام زین العابدینؑ کے دلسوز بیانات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ امامؑ نے کس حج کو قابل ذکر جانا ہے۔ امام سجادؑ نے جب شبلی سے پوچھا: فحین لبیّت، نویت انّک نطقت اللّٰہ سبحانہ بکلّ طاعۃ و صمت عن کل معصیّہ؟ قال لا:۔ یعنی جب تم نے لبیک کہا تو یہ نیت کی تھی خالص اللہ کی اطاعت میں لبیک کہہ رہے ہو! اور ہرگز اس کی نافرمانی میں لب نہیں ہلاؤ گے؟ اس نے کہا: نہیں۔

اس معرفت آمیز سوال کے ذریعہ امامؑ ایک ایسے حج کی طرف توجہ کو مبذول کرانا چاہتے ہیں جس کا ظاہر یہی اعمال وارکان ہیں مگر اس کا باطن بندگی اور معرفت کی گہرائیوں سے سرشار ہے۔ آپ

ہی سے منسوب واقعہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد جب آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ اصحاب نے پوچھا تو امامؑ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ میری لبیک کے جواب میں لا لبیک نہ کہہ دے'' فلمّا احرم واستوت به راحلة اصفرلونه ووقعت علیه الرعده ولم یستطع ان یلبی فقیل له لاتلبی؟ فقال: اخشی اقول فیقول لی لالبّیک ، فقیل له لابدّ من هذا قال فلمّا لبّی غشی علیه'' تعجب ہے! امام سجادؑ تو اپنی لبیک کہنے کی سکت کو لیکر متفکر نظر آتے ہیں اور ہمیں اپنے اعمال کے قبول ہونے کی خوشی ہے، حج میں معرفت کے لامحدود پہلو موجود ہیں، اس لئے کہ حج میں دو قسم کے الٰہی جلووں کا عکس نظر آتا ہے:(ا) حج، الوہیت کے مکانی جلووں کی آماجگاہ ہے یعنی اللہ نے اس مقدس مقام پر اپنی تجلّیوں کی جلوہ نمائی کی ہے۔ جہاں یہ ارکان بجالائے جاتے ہیں اور جو سرزمین مکہ، بیت اللہ ،بیت الحرام ، اور شعائر الٰہیہ سے مزین وآراستہ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ جہاں اللہ اپنی جلوہ افگنی کرتا ہے اس کے اثر کو قبول کرنے کی بنیادی شرط انسانی مراتب واستطاعت ہے۔ خداوندمتعال نے کوہ طور پر جب اپنے نور کی تجلیاں بکھیریں تو وہاں موجود بندے تاب دید نہ لاسکے یہاں تک حضرت موسیٰ کو غش آ گیا۔ پس غور طلب بات تو یہ ہے کہ ہم جب بیت اللہ یعنی عظمت الٰہیہ کے مختلف النوع مظاہر کے بیچ کھڑے ہوتے ہیں، ہم میں کوئی تبدیلی کیوں رونما نہیں ہوتی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم غفلت کی حالت میں مسجد الحرام میں داخل ہوتے ہیں اور اسی حالت میں اطراف وجوانب کعبہ کی زیارت کرتے ہیں ؟

به طواف کعبه رفتم به حرم رهم ندادند
که برون در چه کردی که درون خانه آئی

حج کے دیگر اہم پہلو بھی ہیں جن میں سے ایک حج کا زمانہ ہے گوکہ زمانہ کو فلسفی نقطۂ نظر سے اقدار یا اس کے برعکس کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا پھر بھی کچھ زمانوں کو عام ماہیتوں سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے اور اسے ایاّم اللہ کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے اور حتی کبھی کبھی ایاّم نحس کا نام بھی دیا گیا ہے۔ کبھی زمانہ رحمت الٰہیہ سے ہمکنار ہوتا ہے اور کبھی کبھی غضب خداوندی کا شکار ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر ان میں کا ہر ایک اپنے اپنے فلسفہ سے مخصوص ہے مگر اہم بات یہ ہے کہ الٰہی تجلیات سے کیسے بطور احسن استفادہ کیا جائے کہ جو بالخصوص ایاّم حج میں ہمارے شامل حال ہوتی ہیں۔ اگر زمانۂ حج کے علاوہ مکہ جائیں تو ہم اپنی استعداد بھر الٰہی جلوہ افگنی سے استفادہ کرسکتے ہیں اور اس کے مکانی جلووں سے بہرہ مند ہوسکتے ہیں لیکن اس کے زمانی جلووں کو صرف دوران حج ہی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ۹ر ذی الحجہ کو

عرفات میں ہونا اور عام دنوں میں عرفات میں ہونا بالکل الگ الگ احساسات کا حامل ہوتا ہے تاہم شب دہم ذی الحجہ کو مشعر الحرام میں ہونا ایاّم حج کے خاتمہ کے بعد وہاں ہونے سے بالکل مختلف ہے اور اسی طرح حج کے زمانے کے سارے لمحے، پوری زندگی کے تمام لمحات سے بالکل منفرد ہیں اس لئے کہ ہم حج میں دو طرح کے جلووں کا مشاہدہ کرتے ہیں ۔ مکانی جلوے اور زمانی جلوے۔

البتہ، ان تجلیات سے استفادہ کرنے کے لئے کچھ چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے کہ جو تصفیہ روح اور تزکیہ نفس کے بعد ہی ممکن ہے۔

سرانجام میں اپنے سفر حج کے چند یادگار لمحات کو قلمبند کررہا ہوں جو میری روح کی گہرائیوں سے وابستہ اور معرفت کے لمحاتی تجربہ سے مملو ہیں، جس کے بعد وہ خوشنما احساس جاتا رہا۔

جب آپ میقات سے احرام کی حالت میں لرزتے ہوئے مگر پر امید دل کے ساتھ کوچہ معشوق یعنی مسجد الحرام کا رخ کرتے ہیں ، ادب و پشیمانیوں کا تاثر آپ کے چہرہ پر نمایاں ہونے لگتا ہے، آپ پر کعبہ کی وہ ہیبت طاری ہوجاتی ہے کہ آپ میں اس کی طرف نگاہ اٹھانے کی بھی تاب نہیں رہتی ہے، آپ کے پاؤں کپکپانے لگتے ہیں، آپ کے اندر ایک ہیجان برپا ہونے لگتا ہے، حیرت زدہ اوردم بخودحالت میں کعبہ پر نگاہ پڑتی ہے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔کیا کہیں؟کس احتیاج کو اس بے احتیاج پروردگار کی بارگاہ میں رکھیں؟ دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے اور جی یہ چاہتاہے کہ جہاں ہیں وہیں جم جائیں، آگے بڑھنے کی تاب نہیں رہتی، ہاں اگربلائے گئے ہوں تو ضرور! پھر رُکے کیوں ہیں،توقف کیوں ہے؟ آگے بڑھیں۔مسجد الحرام کے مرمری زینوں سے نیچے جائیں، ایک خاص قسم کی ٹھنڈک آپ کے وجود کا احاطہ کرلیگی۔

دھیرے سے سرکو اوپر اٹھایئے آپ کی آنکھیں کعبہ کے دل آویز قامت سے دوچار ہوجائیں گی، دنیا کے سارے قد، اس کے سامنے چھوٹے ہیں۔کعبہ کی جلوہ سامانیاں آپ کو اپنے میں اتنا غرق کردے گی کہ آپ بے ساختہ زمین پر سجدہ ریز اور اشکبار ہو جائیں گے۔ اے میرے پروردگار! تیرا شکریہ کہ تونے ہمیں اپنے گھر بلایا، اپنی ضیافتوں سے نوازا، خدایا تیرے حقیر بندے نے تیرے عظیم آستانہ پرقدم رکھا ہے، قبول کر! سرسجدہ سے اٹھائیں گے تو بھی اشک آنکھوں سے جاری رہیں گے،کعبہ کی طرف دوڑ پڑیں گے اور انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب کا حصہ بن جائیں گے اورکسی پروانہ کی طرح معشوق کے شمع مکانی کا طواف کرنے لگیں گے۔

حج، قرآن کریم اور سنت رسولؐ کی روشنی میں

حجۃ الاسلام والمسلمین احمد عالمی

حج کے لغوی ،اصطلاحی اور شرعی معنیٰ ایک دوسرے سے قدرے متفاوت ہیں۔ اس کے لغوی معنیٰ ارادے اور عزم کرنے کے ہیں، اصطلاحی معنیٰ میں حج تقرب الٰہی کی نیت سے بیت اللہ سے نزدیک ہونا اور اس کے حدود میں مخصوص اعمال کو بجالانے کا نام ہے تاہم بیت اللہ کا قصد کرنا ایک خاص مقصد کے لئے، خاص وقت میں اور مخصوص شرائط کے ساتھ، حج کی شرعی تعریف ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس اہم موضوع سے متعلق جو زندگی میں ایک بار بقید استطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔کس انداز میں گفتگو کی ہے اور اس رکن دین کو کیسے بیان کیا ہے؟ ہم نے اس مقالہ میں قرآنی ارشادات اور سیرت نبویؐ کی روشنی میں اس موضوع کی وضاحت کی کوشش کی ہے اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس موضوع سے مربوط ہر قرآنی آیت پر مستقل طور سے تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ایک عام حاجی کے لئے یہ بات واضح اور روشن ہوجائے کہ حج، خداوند متعال کی جانب انسانی وجود کی سیر ہے چنانچہ حج پر جانے والے کو سالک الی اللہ ہونا چاہیئے اور سالک الی اللہ، راہ وحدت و وحدانیت پر گامزن ہوتا ہے لہٰذا اختلاف کا تصور بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

حج کے نام سے موسوم یہ عظیم الشّان عالمی اسلامی اجتماع جو اللہ کی نظر میں بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے جو کسی خاص آدمی یا کسی خاص ملک سے مخصوص نہیں ہے، اللہ کے علاوہ کوئی اس کا مالک ومختار نہیں ہے، پوری کائنات سے اس کا گہرا تعلق ہے، یہ اسلامی تحریک ونہضت کا عنصر خاص ہے۔ جَعَل اللّٰه الكَعبةَ البيتَ الحَرام قِيَاماً للنّاس۔

قرآن کریم میں حج کی لفظ دس بار استعمال ہوئی ہے اور ہر مقام پر اس کے منجملہ احکام میں کسی ایک حکم شرعی کی طرف اشارہ ملتا ہے، علاوہ ازیں قرآن کریم کا سورہ نمبر ۲۲ جس میں ۷۸

آیتیں ہیں سورہ حج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس سورہ سے چند آیتوں کو جو حج سے متعلق ہیں اسے درج کیا جارہا ہے۔

سردست مربوط آیات کو موضوعی امتیاز کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے!

الف! حج کا وجوب اوراس کے مناسک:

۱۔سورۂ بقرہ : آیات ۱۲۵۔۱۲۸۔۱۵۸۔۱۹۷۔۱۹۸۔۱۹۹۔۲۰۰۔۲۰۳

۲۔سورۂ مائدہ: آیت ۳

۳۔سورۂ انعام: آیت ۱۶۲

۴۔سورۂ برائت : آیت ۳

۵۔سورۂ حج: آیات: ۲۸۔۲۹۔۳۰و۳۲

۱۔سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۶

۲۔سورۂ مائدہ: آیات ۲و۹۷

۳۔سورۂ حج : آیات ۲۸۔۳۲۔۳۴۔۳۶و۳۷

۴۔سورۂ فتح: آیت ۲۵

ج: حج تمتع

۱۔سورۂ بقرہ: آیت۱۹۶

۲۔سورۂ مائدہ: آیت ۲

د : محرمات احرام

۱۔سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۷

د: تجارت در حج

۱۔سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۸

۲۔سورۂ حج: آیت ۲۸

ر: سقایت حج

۱۔سورۂ برائت : آیت ۱۹

ز: حج کے دوران شکار کرنے کے احکام

۱۔سورۂ مائدہ: آیات ۱۔۲۔۶۵۔۹۶

س: احکام حج وعمرہ

۱۔سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۶

۲۔سورۂ مائدہ: آیت ۲

۳۔سورۂ حج: آیت ۹۲

۴۔سورۂ حج: آیت ۲۷

ش:وہ آیتیں جن میں بیت، کعبہ، حرم، بلد، قریہ کا تذکرہ وارد ہوا ہے۔

۱۔سورۂ بقرہ: آیات ۱۲۵ و ۱۲۷

۲۔سورۂ آل عمران: آیات ۹۶ و ۹۷

۳۔سورۂ مائدہ: آیات ۲ و ۹۷

۴۔سورۂ انعام: آیات ۳۴ و ۳۵

۵۔سورۂ برائت: آیات ۷۔۱۹ و ۲۸

۶۔سورۂ اسراء: آیت ۱

۷۔سورۂ حج: آیات ۲۵ و ۳۳

۸۔سورۂ نحل: آیت ۹۱

۹۔سورۂ شوریٰ: آیت ۷

۱۰۔سورۂ طور: آیت ۴

کم وبیش ۵۰ مقامات پر قرآن کریم میں حج کے مسائل کی طرف اشارے ملتے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے مسلمانوں کی توجہات کو اس عظیم الشان اجتماع کی طرف مبذول کرانا چاہاہے۔ یہ ایک عوامی مرکز ایک آفاقی پناہگاہ اور امن وسلامتی کا ملجاء وماویٰ ہے اور یہی جناب ابراہیمؑ کی دعا بھی تھی۔ وَاذ قال ابراھیم رَبّ اجْعَل ھذا بلداً اٰمناً۔

کعبہ صرف انسانوں کے لئے مقام امن نہیں بلکہ حیوانوں کا مامن بھی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ اس سرزمین کا تقدس اوراس کی اہمیت پامال نہ ہونے پائے اور

آپس میں مل بیٹھ کر ایک دوسرے کے مسائل کو حل کریں تا کہ ایسی زبوں حالی سے جہان اسلام کو چھٹکارا دلایا جاسکے جس کا آج سامنا ہے۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسجد الحرام اور خانۂ کعبہ دورجاہلیت میں ایک اہم مرکز امن وامان کی جو حیثیت حاصل تھی وہ آج نہیں ہے۔ پس تمام عالم اسلام کوکوشش کرنی چاہیئے کہ اس عظیم اجتماع کابطور احسن استفادہ کریں۔ واضح رہے کہ ہر سال اس عظیم اجتماع کی تشکیل میں امت اسلامیہ عالم کی ایک خطیر رقم خرچ ہوتی ہے۔ پس شرف حج سے مشرف ہونے والے ہر حاجی مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

حج سے متعلق متعدد روایات واحادیث ہیں جن میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے جس میں رسولؐ اکرم نے حج کو ۵ ارکان دین اسلام میں سے جانا ہے۔

قال رسولؐ اللّٰہ: بنی الإسلام علی خمس شھادہ ان لا إلہ الاّ اللّٰہ واشھد انّ محمداً عبدہٗ ورسولہ واقام الصّلاۃ وایتاء الزّکوٰۃ وحجّ البیت وصیام شھر رمضان۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: اسلام ۵ بنیادوں پر استوار ہے۔

۱۔ اللہ کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کی گواہی۔

۲۔ قیام نماز

۳۔ زکوٰۃ کی ادائیگی

۴۔ ارکان حج کی بجا آوری

۵۔ ماہ صیام کے روزے

مجھے امید ہے یہ کانفرنس اس عظیم الٰہی فریضہ کی ادائیگی میں معاون وموثر ثابت ہوگی اور ہم اللہ کی راہ میں ایک قدم اور آگے بڑھا سکیں گے۔

حج،قرآن وسنت کی روشنی میں

مولانا ناظم علی خیرآبادی

حج ،دین مبین اسلام کا عبادی، سیاسی ،انفرادی اور اجتماعی الٰہی فریضہ ہے جس میں کلمہ توحید اور وحدت کلمہ کا آہنی پیکر تصورات کی دنیا سے نکل کر تصدیقات کے حقیقی عالم میں آجاتا ہے،حج ، خودشناسی کے آئینہ میں خدا شناسی کا عکس اتارلینے کا ایسا نازک اور دقیق عمل ہے جس میں نیت اورارادہ ہی سب کچھ ہے، یہ اندرونی اور بیرونی کثافت کو دور کرنے اور آئینہ حیات کے زنگار کوختم کرنے کے لئے نسخہ کیمیا ہے، حج ہر سال تربیت فکر ونظر اور راہ کردار وعمل کو معین کرکے زندگی کو تابندہ اور مستحکم بناکر حرکت من اللّٰہ الی اللّٰہ کے ازلی پیمان کومکمل کرتا ہے اور اس کے آغاز ہی سے بلبل سدرہ نشین کا نغمہ صدنشاط انگیز لبّیک اللّٰھم لبّیک زبان وقلب سے دہراتا رہتا ہے اور حقیقی امن وسکون کے مقام بیت اللہ الحرام کے گرد طواف میں مصروف رہتاہے۔ رمی جمرات کے ذریعہ ابلیسی قوتوں سے دوری اختیار کرکے زندگی کے مقصد تقرب الی اللہ کو پورا کرتا ہے، حج میں سیکڑوں زندہ اور زندگی بخش پیغامات کروٹیں بدل رہے ہیں لیکن اسلام دشمن ،استعماری ، استثماری اور صہیونی طاقتوں نے ان پر مکروفریب ،دولت وقوت،جعل ودغل کا دبیز حجاب ڈال کر تقریبا انھیں خاموش کردیا ہے۔قرآن اور سنت وسیرت پیغمبرؐ اور اہلبیتؑ طاہرین میں حج کے اسرار ورموز ،فضائل وفوائد ،اخلاقی واجتماعی عملی درسگاہ روحانی ورزش کے پرشکوہ محل کا بڑی عظمت کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ خیر وبرکت ،تقوی وطہارت روحانی اور جسمانی معنویت کے ارتقائی عمل کا جاری چشمہ ہے جو دنیوی اور اخروی فوائد پر مشتمل ہر سال عالم اسلام اور تمام صاحبان استطاعت مسلمانوں پر اپنا فیض جاری کرتا رہتا ہے۔اس سے صرف بیت اللہ کے حجاج ہی فائدہ نہیں حاصل کرتے بلکہ اگر اس عظیم وعزیز فریضہ کی ناپیدا کناروسعتوں اور پہنائیوں کی صحیح معرفت ہوجائے اورمناسک واعمال حج کو تمام شرائط کے ساتھ بجالایا جائے تو خداوندعالم مسلم معاشرہ میں جو روح تسلیم ورضا ،ایمان اور استحکام ، جہاد، نفس کشی ،ایثار وقربانی، اخوت اور اجتماعیت ، طاغوت اور شیطان کے تہ در تہ دام فریب سے دوری اور خطوط قرآن وعترت پر ثابت قدمی چاہتا ہے۔ وہ تمام مسلمانوں کے اندر زندہ اور پائندہ رہے۔

چنانچہ ولی امر مسلمین رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمٰی السید علی خامنہ ای مدظلہ العالی ۱۴۱۶ھ کے حجاج کرام کے نام پیغام میں فرماتے ہیں:

حج وہ لازوال الٰہی تحفہ اور ہمیشہ جاری رہنے والا دریا ہے جس میں مسلمانان عالم ہمیشہ اپنی بیماریوں، آلودگی، زندگی کی تلخیوں اور رنج ومصیبت کے غبار دھل سکتے ہیں۔ اوراس ابدی ذخیرہ کی مدد سے ہر دور اور ہر زمانہ میں داخلی اور بیرونی آسیب اور خطرات کو اپنے سے دورکرسکتے ہیں، حج میں تقویہ، ذکر، حضور، خضوع وخشوع اور خداوند متعال سے لو لگانے کا عنصر داخلی بچاؤ کا ذریعہ ہے اور اجتماع واتحاد نیز عظیم اسلامی امت میں پائی جانے والی قوت اور طاقت وعظمت کا احساس بیرونی خطرات سے مقابلہ کا ذمّہ دار ہے۔

رہبر معظّم مزید فرماتے ہیں:

اسلام کی مقدس شریعت کے مصدر قرآن کریم میں حج کے ان دونوں پہلوؤں کی واضح اور صریح لفظوں میں اس طرح سے تشریح کی گئی ہے کہ بابصارت آنکھوں اور باانصاف دلوں کیلئے کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے جہاں خداوندعالم نے یہ حکم دیا ہے کہ فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آبائکم او اشدّ ذکراً وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا واذان مّن اللّٰہ ورسولہ الی النّاس یوم الحجّ الاکبر انّ اللّٰہ بریٌ مّن المشرکین ۱ اورقرآن مجید کی اس حکمت آمیز آیت "لن یّنال اللّٰہ لحومھا ولادمائھا ولکن یّنالہ التّقوٰی منکم ط کذلک سخّرھا لکم لتکبّروا اللّٰہ علیٰ ما ھداکم ط وبشّرالمحسنین ۲ سے ہم آہنگ "لیشھدوامنافع لھم" کی امید بخش آیت بھی نازل ہوئی ہے۔ ۳

قرآن مجید میں حج کا ذکر:

قرآن مجید میں حج کے تعلق سے متعدد آیات موجود ہیں۔

۱۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۹۶، ۹۷ میں ارشاد ہوا ہے، اس میں خانہ کعبہ کی اساسی حیثیت، مقام ابراہیم کی عظمت اور مستطیع پر حج کے واجب ہونے کا ذکر آیا ہے۔

انّ اوّل بیت وّضع للنّاس للّذی ببکّۃ مبارکاً وّھدًی لّلعالمین فیہ آیات بیّنات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمناً وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فانّ

اللّٰہ غنیٌّ عن العالمین۔

ترجمہ: لوگوں کی عبادت کیلئے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ یقیناً یہی کعبہ ہے جو مکہ میں ہے جو برکت والا اور سارے جہاں کا رہنما ہے اسمیں حرمت کی بہت سی روشن نشانیاں ہیں منجملہ ان کے مقام ابراہیمؑ ہے جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کیلئے خانہ کعبہ کا حج کریں جنھیں وہاں تک پہونچنے کی استطاعت ہو اور جس نے باوجود استطاعت حج سے انکار کیا تو خدا سارے عالم سے بے نیاز ہے

۲۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۹۶ میں ارشاد ہوا ہے جس میں حج کے مہینوں کا تذکرہ اور حج میں رفث ،فسق اور جدال سے دور رہنے کی تاکید ہے:

الحجّ اشھر مّعلومات فمن فرض فیھنّ الحجّ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحجّ ط وما تفعلوا من خیر یّعلمه اللّٰه ط وتزوّدوا فانّ خیر الزّاد التّقوی واتّقون یا اولی الالباب

ترجمہ:حج کے مہینے تو اب سب کو معلوم ہیں (شوال،ذیقعدہ،ذی الحجہ) تو جس نے ان مہینوں میں اپنے اوپر حج فرض کرلیا (تو احرام سے آخر حج تک)نہ عورت سے ہمبستری کرے نہ کوئی اورگناہ اور نہ جھگڑا اور نیکی کا کوئی سا بھی کام کروتو خدا اسکو خوب جانتا ہے اور راستہ کیلئے زاد راہ مہیا کرلو سب سے بہتر زاد راہ تقویٰ ہے۔اے عقل مندو مجھ سے ڈرتے رہو۔

۳۔سورۂ حج آیت نمبر ۲۷ میں خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ لوگوں کو حج کیلئے صدا دیں:

واذّن فی النّاس بالحجّ یاتوک رجالاً وّعلیٰ کلّ ضامرٍ یّاتین من کلّ فجّ عمیق لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللّٰہ فی ایّام مّعلومات علیٰ مارزقھم من بھیمة الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر ثمّ لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطّوّفوا بالبیت العتیق۔

ترجمہ: لوگوں میں حج کا اعلان کردیں لوگ تمہارے پاس جوق در جوق پیادہ اور ہرطرح کی دبلی سواریوں پر دوردراز کی راہ طے کرکے آتے ہوں گے بڑھ چڑھ کر آپہونچیں گے تاکہ اپنے دنیا اور آخرت کے فائدوں پر فائز ہوں اور خدا نے جو جانور چار پائے عطا کئے ہیں ان پر ذبح کے وقت چند معین دنوں میں خدا کا نام لیں تو تم لوگ قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور بھوکے محتاج کو بھی کھلاؤ پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنی بدن کی کثافت کو دور کریں اور بیت عتیق (کعبہ) کا طواف کریں۔

۴۔سورۂ توبہ ۳ میں حج اکبر کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید نے اعلان کیا:

واذان من اللّٰہ ورسولہ الی النّاس یوم الحجّ الاکبر انّ اللّٰہ بریٔ من المشرکین ورسولہ فان تبتم فھو خیرلّکم وان تولّیتم فاعلموا انّکم غیر معجزی اللّٰہ وبشّر الّذین کفروا بعذاب الیم۔

ترجمہ: خدا ورسولؐ کی طرف سے حج اکبر☆ کے دن تم لوگوں کومنادی کی جاتی ہے کہ خدا اورسولؐ مشرکوں سے بیزار ہیں تو مشرکو! اگرتم نے اب بھی توبہ نہیں کی تو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اور اگرتم لوگوں نے اس سے بھی منہ موڑ ا تو سمجھ لو کہ تم لوگ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری دیدو۔

۵۔مذکورہ بالا آیات کے ساتھ قرآن مجید کی سورتوں میں مناسک واعمال حج کا بھی تذکرہ آیا ہے جیسے

الف: صفا ومروہ پہاڑیوں کو شعائر الٰہی میں شمار کیا ہے۔انّ الصّفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ فمن حجّ البیت اواعتمر فلاجناح علیہ ان یطّوف بھما ومن تطوّع خیراً فانّ اللّٰہ شاکر علیم۔[۴]

ب: حج وعمرہ کا اتمام ،حلق راس،قربانی،عرفات،مشعر الحرام کا ذکر:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلاَتَحْلِقُوا رُئُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۝ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَرَفَثَ وَلاَفُسُوقَ وَلاَجِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِي يَاأُولِي الْأَلْبَابِ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ ۔

☆ (نوٹ: عام لوگوں میں یہ بے بنیاد بات مشہور ہے کہ جب جمعہ کے روز حج ہوتو اسے حج اکبر کہا جاتا ہے مگر شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے بلکہ ہر حج حج اکبر اورعمرہ حج اصغر ہے)

ج: شعائر الٰہی کی تعظیم ذریعہ تقوی قلب قربانی کے جانور،اور تقوی کا بارگاہ رب العزت تک پہونچنا:

ومن یعظّم شعائر اللّٰہ فانّھا من تقوی القلوب.....والبدن جعلنا ھا لکم من شعائر اللّٰہ لکم فیھا خیر.....لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دمائھا ولکن ینالہ التّقوٰی منکم۔

حج کا فلسفہ:

احادیث ائمہ معصومینؑ میں حج کے وجوب کا فلسفہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ا۔امیر المومنین حضرت علیؑ نے حج کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

وفرض علیکم حجّ بیتہ الحرام الّذی جعلہ قبلة للانام یردونہ ورود الانعام ویالھون الیہ ولوہ الحمام جعلہ سبحانہ علامة لتواضعھم لعظمتہ واذعانھم لعزّتہ واختار من خلقہ سماعا اجابوا الیہ دعوتہ وصدقوا کلمتہ ووقفوا مواقف انبیائہ وتشبھوا بملائکتہ المطیفین بعرشہ یحرزون الارباح فی متجر عبادتہ ویتبادرون عند مغفرتہ جعلہ سبحانہ وتعالی للاسلام علما وللعائذین حرما فرض حجہ فاوجب حقہ وکتب علیکم وفادتہ فقال سبحانہ وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فانّ اللّٰہ غنیّ عن العالمین۔[۵]

ترجمہ:خدا نے تم پر کعبہ کا حج فرض کردیا ہے وہ گھر جسے دنیا بھر کیلئے قبلہ بنایا ہے اسکی طرف لوگ یوں لپکتے ہیں جس طرح چوپائے گھاٹ پر ٹوٹ پڑیں اور اسطرح شوق سے یہاں ٹوٹ کر آتے ہیں جیسے کبوتروں کی ٹکڑی، اس حج کو اس نے اپنی جلالت کے سامنے بندوں کی فروتنی کی پہچان قرار دیا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق سے ان لوگوں کو چن لیا ہے جو اس کی آواز سنتے ہیں جو اسکی دعوت پر لبیک کہتے ہیں جو اس قول کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے نبیوں کے مقامات پر کھڑے ہوتے ہیں جیسے وہ ملائکہ جو عرش الٰہی کے طواف میں مصروف ہیں یہ لوگ عبادت کے بازار سے خوب نفع کماتے ہیں اور جمع کرتے ہیں اور اس کے وعدہ مغفرت کی طرف جلد جلد قدم بڑھاتے ہیں۔ اس گھر کو خدا نے اسلام کی نشانی قراردیا ہے۔ یہ پناہ گاہ چاہنے والوں کیلئے پناہ ہے اس نے حج کوفرض قراردیا اسکے حق کو واجب گردانا، اس کی زیارت تم پر لازم کردی چنانچہ خدا نے ارشادفرمایا اللہ کی طرف سے

ان لوگوں پر حج فرض ہے جو استطاعت رکھتے ہیں اور جس نے انکار کیا تو خدا سارے عالم سے بے نیاز ہے۔

۲۔حضرت امام زین العابدینؑ نے حج کو جسمانی صحت،وسعت رزق اور مئونہ اہل وعیال کی کفایت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

حجّوا واعتمروا تصح اجسامکم وتتسع ارزاقکم ویصلح ایمانکم وتکفوا مئونة النّاس ومئونة عیالاتکم[۶]

۳۔حضرت امام محمد باقرؑ نے حج کوتسکین قلوب کا وسیلہ قرار دیا ہے

الحج تسکین القلوب[۷]

۴۔حضرت امام رضاؑ نے حج کا فلسفہ اسطرح بیان کیا ہے

فان قال فلم امر بالحجّ قیل لعلّة الوفادة الی اللّٰه وطلب الزّیادة مع ما فیه من التّفقّه ونقل اخبار الائمة الی کلّ صقع وناحیة[۸]

اگر کوئی پوچھے کہ حج کا حکم کیوں دیا گیا تو جواب میں کہو کہ اس کا سبب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوکر زیادہ طلب کرنا ہے اس کے علاوہ دینی مسائل سے آگاہی اور ائمہ کی حدیثوں کو ہر طرف اور گوشہ میں منتقل کرنا ہے

فضائل وفوائد حج:

قرآن کریم اور احادیث معصومینؑ میں حج کے فضائل وفوائد پر واضح طور پر روشنی ڈالی گئی ہے چنانچہ سورۂ بقرہ کی ۱۹۷ ویں آیت میں رفث وفسوق اور جدال سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسکی وضاحت میں امام محمد باقرؑ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

۱۔ما یعبأ بمن یؤم هذاالبیت اذا لم تکن فیه ثلاث خصال ورع یحجزه من معاصی اللّٰه تعالی وحلم یملک به غضبه وحسن الصّحابة لمن صحبه[۹]

جوشخص اس گھر کی زیارت کرے اس میں تین خصلتیں نہ ہوں تو اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے(۱)وہ ورع جو اسکو خداوند عالم کی معصیت سے دور رکھے(۲)وہ علم جو اس کے غصہ کو قبضہ میں رکھے(۳)جس کے ساتھ مصاحبت کرے تو خوش رفتار رہے۔

۲۔رسولؐ اکرم پیغمبر ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا کہ حج فقر وتنگدستی کو ختم کردیتا ہے۔

الحج ینفی الفقر۱۰؎

بظاہر حج کیلئے آمد ورفت میں مال خرچ ہوتا ہے تو عام نگاہ میں اسے مال کی کمی یا دوسرے لفظوں میں فقر آتا ہے لیکن یہ دراصل اس تجارت میں خرچ کیا ہوا مال ہے جس کا اصل جب صرف کیا جاتا ہے تو اس کے دس گنا یا اس سے زیادہ منفعت حاصل ہوتی ہے

۳۔حضرت امام صادقؑ نے حج کو فقر دور کرنے والا اور جلدی مالداری لانے والا بتایا ہے

مارأیت شیئا اسرع غنی ولا انفی للفقر من ادمان حج ھذا البیت۱۱؎

۴۔آپ ہی نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا

الحاج والمعتمر وفد اللّٰہ ان سألوہ اعطاھم وان دعوہ اجابھم وان شفعو شفعھم وان سکتوا ابتدأھم ویعوضون بالدرھم الف الف درھم

حج اور عمرہ کرنے والے گروہ خدا ہیں۔ اگر وہ خدا سے سوال کریں تو وہ انھیں عطا کرتا ہے اگر وہ خدا کو بلاتے ہیں تو وہ لبیک کہتا ہے اگر وہ شفاعت کرتے ہیں تو اسے قبول کرتا ہے اگر وہ چپ رہیں تو خدا ابتدا کرتا ہے اور انھیں ایک درہم کے بدلے میں ہزاروں ہزار درہم دئے جاتے ہیں۔

مزید حدیثوں میں بیان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص راہ حج میں مرجائے، جاتے ہوئے یا واپس آتے ہوئے تو وہ روز قیامت بڑے خوف وہراس سے محفوظ رہیگا۔ اسی طرح اگر حالت احرام میں دنیا سے کوچ کرجائے تو خدا اسے لبیک کہنے والا اٹھائے گا۔امام صادقؑ کی حدیث اس کی گواہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

من مات فی طریق مکّۃ ذاھبا او جائیا امن من فزع الاکبر یوم القیامۃ ۱۲؎

من مات محرما بعثہ اللّٰہ ملبیا ۱۳؎

حج کی تکمیل:

حج کے واجبی ارکان کی بجا آوری کے ساتھ زیارت پیغمبرؐ اسلام وقبور ائمہ معصومینؑ کی بیحد تاکید کی گئی ہے چنانچہ اگر زیارت نہ کرے تو ظلم کرنے والا اور حق ادا نہ کرنے والا قرار پائیگا ،ان قبروں کے پاس طلب رزق کرنا چاہئے۔

۱۔ قال امیر المومنین علیؑ : اتمّوا برسول اللّٰہ حجّکم اذا خرجتم الی بیت اللّٰہ وزیارتھا فان ترکہ جفاہ وبذلک امرتم واتمّوا بالقبور الّلتی الزمکم اللّٰہ حقّھا وزیارتھا واطلبوا الرّزق عندھا ۱۴؎

۲۔دوسری حدیث میں امام محمد باقرؑ نے بیان فرمایا کہ طواف کرنے کے بعد ہمارے پاس آئیں اپنی ولایت کی خبر دیں اور اپنی نصرت ہمارے سامنے پیش کریں۔

قال الباقرؑ انّما امرالنّاس ان یّاتوا ھذہ الاحجار فیتطوفوا بھا ثمّ یاتوننا فیخبرونا بولایتھم ویعرضوا علینا نصرتھم ۱۵؎

تارک حج کا انجام:

پیغمبرؐ اسلام نے حج کے واجب ہونے کے بعد ترک کرنے والے کو مسلمان نہیں قرار دیا ہے اسکی موت بھی مسلمان کی موت نہ ہوگی وہ یہودی ونصرانی مرتا ہے۔

قال رسول اللّٰہ من سوف الحج حتی یموت بعثہ اللّٰہ یوم القیامۃ یھودیا اونصرانیا ۱۶؎

حضرت علیؑ نے ارشادفرمایا

من ترک الحجّ لحاجۃ من حوائج الدّنیا لم یقض حتّی ینظرالی المحلّقین ۱۷؎

جوشخص حج کو دنیوی مشکل کی وجہ سے ترک کرے یہاں تک کہ حاجیوں کو نہ دیکھے (حاجی واپس آجائیں) تو اسکی مشکل اور حاجت برطرف نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حج اسلام اور مسلمانوں کی سیاسی ،اجتماعی عبادی فلاح وبہبود اور شوکت ورفعت کی مظہرو علامت ہے جسے اسلامی جمہوریہ ایران نے با قاعدہ پہچانا اور اسے عملی طور پر ثابت کرنے میں شب وروز مشغول ہے چنانچہ بانی انقلاب اسلامی امام خمینیؒ نے فرمایا

حج کے معنوی مراتب جو حیات جاودانی کا سرمایہ ہیں اور انسان کو افق توحید وتنزیہ سے نزدیک کرتا ہے یہ حاصل نہیں ہوگا مگر اس وقت جب حج کے عبادی اصول کو صحیح طور پر باقاعدہ عمل میں لایاجائے۔ علیہ توکّلت والیہ انیب

حوالے:

۱۔سورۂ توبہ،آیت ۳

۲۔سورۂ حج، آیت ۲۷۔

۳۔حجاج بیت اللہ کے نام پیغام ص ۴،۵ نشریہ نمائندگی ولی فقیہ دہلی ۱۴۱۶ھ

۴۔ سورۂ بقرہ،آیت ۱۵۸

۵۔سورۂ نہج البلاغہ خطبہ ا

۶۔ثواب الاعمال شیخ صدوق ۷۰/ ۳

۷۔امالی شیخ طوسی ۲۹۶/ ۵۸۲

۸۔عیون اخبار الرضا ۲/ ۱۱۹/ ۱

۹۔الخصال صدوق ۱۴۸/ ۱۸۰

۱۰۔تحف العقول ۷

۱۱۔امالی شیخ طوسی ۶۹۴/ ۱۴۷۸

۱۲۔الکافی ۲/ ۲۶۳/ ۴۵

۱۳۔البحار ۷/ ۳۰۲/ ۵۶

۱۴۔الخصال للصدوق ۶۱۶/ ۱۰

۱۵۔ عیون اخبار الرضا ۲/ ۲۶۲

۱۶۔البحار ۷۷/ ۵۸/ ۳

۱۷۔ثواب الاعمال ۲۸۱/ ۱

حج، قرآن کی روشنی میں

پروفیسر سید فرمان حسین

ابتدائے آفرینش سے دنیا مختلف ڈھنگ اور مختلف رنگ سے اس کائنات کے پیدا کرنے والے کی عبادت کررہی ہے۔ انسان اپنے اعضاء وجوارح کی حرکات سے اپنے معبود سے عقیدتمندی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ ڈھنگ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک میں خدمت گزاری اطاعت شعاری۔ نظم ونسق کی فرمانبرداری اور حدود وقیود کی جلوہ گری ہوتی ہے دوسری قسم کی عبادت میں عشق، جنون دیوانہ پن کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام میں یہ دونوں ڈھنگ اپنائے گئے ہیں۔ نماز اور روزے میں انداز خادمانہ ہے۔ مکمل لباس ۔ باادب قیام۔ جھک کر اظہار بندگی۔ زمین پر سر رکھ کر اظہار تذلیل وعاجزی وانکساری وخاکساری۔ روزے کی حالت میں وقت کی پابندی۔ حاکم اعلیٰ اور مالک حقیقی کے احکام کی بجا آوری وقت کی دھڑکنوں پر مکمل نظر۔ نہ ایک ادھر نہ ایک پل ادھر، وقت کے حدود میں کھانا پینا اور معینہ وقت میں ترک آب، ترک غذا اور ترک لذّات مگر حج کی حیثیت اور کیفیت کچھ اور ہی ہے۔ یوں تو کوئی بھی عبادت میلان رجحان، الفت اور محبت کے بغیر معنوی حیثیت نہیں رکھتی لیکن حج کا انداز نرالا اور فقید المثال ہے۔ یہ عشق اور جنون کی کیفیت کا عکاس ہے نہ سر پر عمامہ اور ٹوپی۔ نہ لباس میں بناؤ سنگار، کہیں پروانہ دار اس کے گھر کے چکر کہیں پابرہنہ دوڑنا کہیں سر کا منڈانا کہیں میدان میں ٹھہر جانا اور کہیں اس کے دشمن پر کنکریوں کی بوچھار۔

ابو الفتوح رازی سورۂ حج کی آیت ۲۷ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص ابو القاسم بشر بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک لاغر اور ناتواں شخص کو دیکھا اس کے چہرے پر سفر کی تکان کے آثار نمایاں تھے بڑے کرب کے ساتھ عصا کے سہارے بیت اللہ کا طواف کررہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو اس نے بتایا کہ اتنا جان لو کہ میں اتنی دور سے آیا ہوں کہ سفر میں پانچ برس گزر گئے۔ سفر کے رنج وتعب سے مضمحل ہوگیا ہوں میں نے اس کے جذبہ عبودیت کی تحسین کی تو وہ پرمسرت انداز میں یہ شعر پڑھنے لگا۔

لایمنعک بعد من زیارته المحب لمن یهواه زوّار

''فاصلہ کی دوری تجھے محبوب کی زیارت سے روک نہ دے عاشق کو محبوب سے ملنے جانا ہی چاہئے۔''

حج کے معنیٰ ۔عربی زبان میں لفظ حج دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

ا۔حائے حطی پر زبر یعنی حَج اور حائے حطی پر زیر یعنی حِج

معنی دونوں کے ایک ہی ہیں یعنی قصد کرنا۔کسی جگہ ارادے سے جانا (لسان العرب)

اصطلاحی طور پر اس کے معنی ہیں مکہ جا کر کعبہ، عرفات، مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ کا قصد کرنا اور طواف ودیگر مناسک حج ادا کرنا اور مقررہ آداب واعمال بجالانا۔

حج کا تذکرہ قرآن حکیم میں: حج کا تذکرہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل سورتوں میں ہوا ہے۔

سورۂ بقرہ ،سورۂ آل عمران ،سورۂ مائدہ ،سورۂ ابراہیم ،سورۂ حج اور سورۂ فتح

یوں تو اسلام کی تمام عبادتیں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں مگر ان کی تمام عظمتوں کے باوجود صرف حج کو وہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے نام پر ایک سورہ کا نام رکھا گیا۔جو قرآن مجید کا ۲۲واں سورہ ہے۔قرآن مجید میں کوئی سورہ نماز کے نام پر نہیں ، روزے کے عنوان سے نہیں ، زکوٰۃ کی پہچان کے ساتھ نہیں خمس کی سرخی لئے نہیں۔ جہاد کا تذکرہ تو ہے مگر سورہ اس کے نام پر نہیں ہے۔ اسی سے حج کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حج کے ارکان اور مناسک یوں تو کئی مقامات پر بجالائے جاتے ہیں مگر ان مقامات میں بھی مرکزی حیثیت خانۂ کعبہ کو حاصل ہے جس کی طرف قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

بیت اللہ : إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ [1] فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ [2]

''پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (خدا سے لو لگانے اور خضوع وخشوع کا طرز اپنانے کے لئے) بنایا گیا ہے وہ سرزمین بکہ (مکہ) میں ہے جو برکتوں والا ہے اور تمام جہانوں کے لئے سامان ہدایت ورہبری ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ان میں سے مقام ابراہیمؑ ہے۔ جو اس میں داخل ہوا

وہ امان میں ہے۔اور جو لوگ اس کی طرف جانے کی قدرت رکھتے ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے اس گھر کی زیارت کریں۔ اور جو کوئی کفر کرے (یعنی حج نہ کرے تو اس نے خود کو ہی نقصان پہنچایا) خدا تو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے“

ان آیات کی بعض خصوصیتیں کے ساتھ قابل غور ہیں:

(الف) بیت کے لفظی معنی تو عام گھر کے ہیں لیکن الف لام عہد کے ساتھ اور اصطلاح قرآنی میں یہ نام کعبہ کا ہوگیا ہے نیشاپوری میں ہے کہ

البیت اسم غالب للکبعه کا النّجم للشریا وھذا من اسماء الّتی کانت فی الاصل للجنس ثمّ کثر استعماله فی واحد من ذالک الجنس۔

” البیت کعبہ کے لئے اسم غالب ہے جیسے ثریا کو نجم کہا جاتا ہے یہ ان ناموں میں سے ہے جو اصل میں تو بطور اسم جنس تھے مگر کثرت استعمال سے جنس کے بس ایک فرد کے لئے استعمال ہونے لگے۔

اللہ کا گھر کیوں؟ سوال ہوتا ہے کہ اس گھر کو بیت اللہ یا خانۂ خدا کیوں کہا جاتا ہے۔ اللہ نے اسے اپنا گھر کیوں کہا جبکہ کسی چیز کی عظمت کے اظہار کے لئے اسے اللہ سے منسوب کر دیا جاتا ہے جیسے رمضان کے مہینہ کو شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے۔

(ب) اسے اول بیت کیوں کہا گیا ہے؟ جبکہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے تک میں اور اس سے پہلے نہ جانے کتنی بستیاں روئے زمین پر آباد ہوں گی اس کا جواب خود آیت کے فقرہ ”وضع للنّاس“ میں نہاں ہے۔ بے شک خلیل خدا کے زمانے تک بے شمار مکانات تعمیر ہو چکے ہوں گے مگر وہ نجی امور۔اور تحفظ کے لئے ہوں گے جبکہ یہ گھر تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے بنایا گیا ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ روئے زمین پر یہی گھر سے پہلے بنایا گیا تھا جس کی طرف قرآن کریم اس طرح رہنمائی کرتا ہے۔ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَاتُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۳؎

”اور جب ہم نے ٹھکانہ دیا ابراہیمؑ کو اس جگہ جہاں بیت اللہ ہے اور ان سے کہا کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں، حالت نماز میں قیام

رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے''۔

بوّء کالفظ لغت میں کسی کو ٹھکانہ اور رہنے کا مکان دینے کے معنی میں آتا ہے ۔ یادرکھنے کی بات یہ ہے کہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس جگہ ٹھکانہ دیا جہاں بیت اللہ ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ ابراہیمؑ پہلے سے وہاں آباد نہیں تھے بلکہ ملک شام سے بحکم خدا ہجرت کرکے یہاں آئے تھے اور مکان البیت سے اشارہ ہے کہ بیت اللہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے موجود تھا: جس کا اعتراف مستشرقین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ انگریز مورخ باسورتھ اسمتھ کہتا ہے کہ'' یہ وہ معبد ہے جس کی قدامت عہد تاریخ سے آگے ہے۔'' ۴ ولیم میور جیسا متعصب مستشرقین بھی مجبور ہوکر یہ کہتا ہے۔

'' مکہ کی مذہب کی تاریخ بہت ہی قدیم ماننی پڑتی ہے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ ایک نامعلوم زمانے سے ملک عرب کا مرکز چلا آتا ہے'' ۵

بیت اللہ کی قدامت پر یہ آیت بھی روشنی ڈالتی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ جناب ہاجرہ اور اسماعیل کو بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ کر چلے تو دعا کی۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۔ ۶

'' ہمارے پروردگار میں نے اپنی ذریت کو بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرادیا ہے جو تیرے حرمت والے گھر کے پاس ہے۔ اے ہمارے رب تو توفیق عطافرما تاکہ یہ نماز قائم کریں اور لوگوں کے دلوں میں ان کے پاس آنے کا شوق پیدا کر اور ان کو پھل اور میوے عطا فرما، تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں''

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۷

'' اے پروردگار تو اس شہر کو امن والا بنا اور اس کے باشندوں کو میوے اور پھل عطا فرما جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں'' جب آپ اپنے کنبے کو وہاں چھوڑ کر واپس جارہے تھے اس وقت آپ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر نہیں کی تھی حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعائیں اس وقت کے طبعی حالات اور اسباب کی رفتار کے خائف تھیں۔ وہ جگہ آبادیوں سے دور تھی ہر وقت ڈاکوؤں کا خطرہ تھا۔ زمین پتھر یلی تھی جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا، وہاں پھل اور پھلواری کا تصور تک نہ تھا۔آنے جانے کے وسائل مفقود تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے پہلے اس کے مامون اور محفوظ رہنے کی دعا کی پھر اقتصادی عنایات کی۔ کیونکہ امن وامان اور سلامتی تحفظ کے تغیر اقتصادی ماحول کے محفوظ رہنے کا امکان نہیں رہتا بہرحال اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی خلوص نیت سے مانگی گئی ہر دعا قبول کی اور اس طرح اعلان کیا گیا۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ ۸

''اللہ نے کعبہ کو حرمت والا گھر قرار دیا اور لوگوں کے لئے قیام کا باعث بنایا''

معتبر روایات کے مطابق اس کی پہلی بناء تو حضرت آدم کے زمین پر آنے سے پہلے یا اس کے ساتھ ہوئی تھی حضرت آدمؑ خود بھی اور ان کے بعد کے انبیاء بھی بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کے وقت بیت اللہ کی عمارت اٹھالی گئی تھی مگر بنیادیں اسی جگہ پر موجود تھیں حضرت ابراہیمؑ کو یہیں لاکر ٹھہرایا گیا تھا۔جیسا کہ یہ آیت حضرت ابراہیمؑ کے متعلق روشنی ڈالتی ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنْ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۹

''جب ابراہیمؑ واسماعیلؑ کعبہ کی بنیادیں بلند کررہے تھے اور کہتے تھے کہ اے پروردگار تو ہم سے قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے۔''

یعنی کعبہ کی ابتدائی تعمیر حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے ذریعہ نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے تو سابقہ بنیادوں پر اسی کے مطابق تعمیر کی تھی۔بعض روایات کے مطابق فرشتہ کے ذریعہ انہیں بیت اللہ کی سابق بنیادوں کی نشان دہی کی گئی تھی۔ایک آیت میں طھّر بیتی سے بھی اس طرح اشارہ ہے کہ اس وقت اگر چہ کعبہ موجود نہ تھا مگر بیت اللہ دراصل در و دیوار اور عمارت کا نام نہیں بلکہ وہ اس بقعۂ مقدسہ کا نام ہے جس میں بیت اللہ پہلے بھی بنایا گیا تھا اور اب دوبارہ بنانے کا حکم دیا جارہا ہے اور وہ بقعہ اور مکان بہرحال موجود تھا۔اسے پاک کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس زمانہ میں قوم جرھم اور عمالقہ نے وہاں کچھ بت رکھ دئے تھے جن کی پوجاپاٹ ہوتی تھی۔

وضع للنّاس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ گھر سبھی انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس پر کسی خاص جماعت، گروہ، یا کسی خاندان کا تسلط خلاف قرآن ہے اور غاصبانہ ہے۔ اس حقیقت کی طرف سورۂ حج میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ

سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۱۰

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور وہ لوگ جولوگوں کو اللہ کے راستہ اور مسجدالحرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لئے بنایا ہے اس میں تو برابر ہیں وہ لوگ جو وہاں مقیم ہیں اور وہ لوگ جو باہر سے آتے ہیں اور جولوگ وہاں ظالمانہ طور سے حکم الٰہی کے خلاف اعراض کرتے ہیں انہیں عذاب الیم میں سے کچھ عذاب چکھائیں گے۔

مسجدالحرام اصل میں اس مسجد کا نام ہے جو بیت اللہ کے گرد بنائی گئی ہے امت حرم مکہ کا ایک جزو ہے لیکن بعض مرتبہ مسجدالحرام بول کر حرم مکہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔تفسیر درمنشور میں اس جگہ مسجدالحرام کا تفسیر میں پورا حرم مراد ہونا بھی بتایا گیا ہے۔

اس بات پر تو تمام امت کے فقہا کا اتفاق ہے کہ مسجدالحرام اورحرم شریف مکہ کے وہ تمام مقامات جن سے حج کے افعال ارکان اور مناسک کا تعلق ہے جسے صفا اور مروہ کے درمیان کا پورا میدان تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے وقف عام ہیں کسی شخص، جماعت،فرقہ،گروہ یا خاندان کی نجی ملکیت ان پر نہ کبھی ہوئی ہے۔ نہ ہوسکتی ہے۔ ان کے علاوہ مکہ مکرمہ کے عام مکانات اور باقی حرم کی زمینوں کے متعلق بعض ائمہ فقہا کا یہی قول ہے کہ وہ بھی وقف عام ہیں ان کا فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ہر مسلمان ہر جگہ ٹھہر سکتا ہے مگر دوسرے فقہا کا مختار مسلک یہ ہے کہ ان مقامات کے علاوہ جہاں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں مکہ کے باقی تمام مقامات ملک خاص ہوسکتے ہیں۔ ان کی خرید وفروخت اور ان کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

بکہ اور مکہ: سورۂ آل عمران کی آیت میں کہا گیا ہے کہ بیت اللہ بکہ میں ہے اس کے بارے میں کہا گیا کہ مکہ اور مکہ ایک ہی جگہ ہے کہ دونام ہیں اور زیادہ تر علما کا رجحان یہی ہے کہ بکہ اور مکہ ایک ہی جگہ کے نام ہیں اگر چہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ پورے شہر کا نام مکہ ہے اور بکہ وہ خاص جگہ ہے جہاں پر کعبہ ہے۔

اس اوّل بیت کو آیت میں مبارک کہا گیا ہے۔ مبارک برکت سے مشتق ہے جس کے معنی میں بڑھنا اور تائب دنیا، برکت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اس کا وجود مقداء میں بڑھ جائے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس سے اتنے کام نکلیں جوعموماً اس سے زیادہ کوئی چیز ہوتی تو اس سے نکلتے ۔

بیت اللہ کی برکتیں:

۱۔ حج بیت اللہ کو صحیح طور پر ادا کرنے والا مسلمان پچھلے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ بے خطا اور بے گناہ ہوتا ہے۔

۲۔ اسی اول بیت یعنی کعبے کے سلسلے میں قرآن مجید کے سورۂ بقرہ میں اس طرح کہا گیا ہے۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ[11]

”یاد کرو جب ہم نے ابھی گھر کو لوگوں کے لئے پلٹ آنے کی جگہ قرار دیا اور اسے جائے امن بنایا، اور مقام ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ قرار دو۔ اور ہم نے عہد لیا ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے کہ میرے گھر کو طواف اعتکاف ،رکوع اور سجدہ کرنے والے کے لئے پاک کردو“

مثابہ ثوبہ سے ہے جس کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا اپنی پہلی حالت پر پلٹ آنا۔ کعبہ موحدین کا مرکز تھا وہ ہر سال اس کی طرف آتے تھے اور جسمانی طور پر ہی نہیں بلکہ روحانی طور پر بھی توحید اور فطرت اولیٰ کی طرف پلٹتے تھے اسی لئے بیت اللہ کو مثابہ کہا گیا ہے۔

اس آیت میں بھی للنّاس کہا گیا ہے جو اشارہ ہے کہ یہ مرکز امن تمام جہانوں کے تمام انسانوں کے لئے عمومی پناہ گاہ ہے بلکہ جانور اور پرندے بھی اس میں مامون ومحفوظ ہیں۔ اس سے کوئی بھی مزاحم نہ ہو۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کی برکت سے عرب کی عام بدامنی کے باوجود کم سے کم چار مہینے امن کے میسر ہوجاتے تھے جن میں ملک کے ہر حصہ کا آدمی سفر کرسکتا تھا اور تجارتی قافلے بخیریت گذر جاتے تھے۔ حرم میں کسی کو اگر اس کے باپ بھائی یا کسی اور رشتہ دار کا قاتل بھی مل جاتا تو وہ اس سے انتقام لیتے اور عام جنگ وقتال کو بھی حرام سمجھتے تھے۔ شریعت اسلام میں بھی یہ حکم اسی طرح باقی رکھا گیا۔ البتہ عہد نبی امیہ میں اس حکم کی صاف صاف خلاف ورزی کی گئی۔ اور اس کے تقدس کو خوب خوب پامال کیا گیا۔ یزد کی حکومت میں خود خانۂ کعبہ پر سنگ باری ہوئی اور عبدالملک بن مروان کے گورنر حجاج بن یوسف نے تو خانۂ کعبہ کو ہی مسمار کرڈالا تھا۔ موجودہ حکمرانوں نے بھی ایک بار حاجیوں پر گولیاں چلا کر ثابت کردیا کہ انہیں قرآن ، اسلام اور عرب کی عام پاکیزہ

روایات سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔

حکم اذان حج:

بہر حال جب یہ بیت اللہ تعمیر ہوگیا جسے اوّل بیت ، لوگوں کی بھلائی کا مرکز ، مبارک اور تمام جہانوں کے لئے منبع ہدایت کہا گیا ہے تو حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ

"و اذّن فی النّاس بالحجّ یاتوک رجالاً وّعلیٰ کلّ ضامر یّاتین من کلّ فجّ عمیق ۱۲؎

"لوگوں کو حج کی دعوت عام دوتا کہ دور دراز سے پیدل اور کم زور سواریوں پر سوار ہوکر خانۂ خدا کی طرف چلے آئیں۔"

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۱۳؎

"تاکہ اس حیات بخش پروگرام میں اپنے مفادات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان مخصوص کام میں چوپایوں کی صورت میں انہیں جو روزی دی گئی ہے قربانی کرتے ہوئے اس پر اللہ کا نام لیں۔ قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں اور تنگ دست ومحتاج کو بھی کھلائیں۔"

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۱۴؎

"اس کے بعد اپنے میل کچیل کو دور کریں منتیں اتاریں اور قابل احترام خانۂ کعبہ کا طواف کریں۔"

ابی حاتم اور بغوی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو حج کی فرضیت کا اعلان کا حکم ہوا تو انہوں نے عرض کیا کہ یہاں تو جنگلی میدان ہے کوئی سننے والا نہیں۔ جہاں آبادی ہے وہاں آواز کیسے پہنچے گی۔ اللہ نے کہا کہ آواز کو پہنچانے اور پھیلانے کی ذمہ داری ہماری ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے مقام پر کھڑے ہوکر یا بعض روایت کے مطابق جبل ابوقبیس پر چڑھ کر اعلان کیا۔

(سعودی حکومت نے اس اہم اور مقدس جگہ ابوقبیس کو بھی ڈائنا میٹ کر دیا ہے)

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی یہ آواز اللہ نے ساری دنیا میں پہنچادی اور صرف اس وقت تک کے زندہ انسانوں تک ہی نہیں بلکہ جو انسان قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں بطور معجزہ ان سب تک یہ آواز پہنچادی گئی اور جس جس کی قسمت میں اللہ نے حج کرنا لکھ دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اس آواز کے جواب میں لبّیک اللّٰھم لبّیک کہا۔ حضرت عبد اللہ

ابن عباس سے مروی ہے کہ حج کے تلبیہ کہ اصل بنیاد یہی ندائے ابراہیمؑ کا جواب ہے۔

جاہلیت کے زمانے میں بھی اگرچہ عرب بت پرستی میں مبتلا تھے مگر حج کے ارکان بجالاتے تھے۔

حج کے فوائد

۱۔ حج کے سفر پر عموماً بڑی رقم خرچ ہوتی ہے بعض لوگ تو ساری عمر محنت کر کے تھوڑی تھوڑی رقم بچا کر جمع کرتے ہیں اور حج کے موقع پر خرچ کردیتے ہیں مگر آج تک کوئی شخص حج وعمرہ کی وجہ سے فقیر نہیں ہوا بلکہ حج وعمرہ میں خرچ کرنے سے افلاس دور ہوجاتا ہے۔

۲۔ خلوص نیت سے حج کرنے والا سابقہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے اور آئندہ کے لئے بھی برائیوں سے دور رہتا ہے اور دور رہنے کا ارادہ کرلیتا ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت توجہ گوشت اور اس سے حاصل ہونے والے فائدے، جیسے گوشت کا لذیذ ہونا یا گوشت کھا کر صحت مند رہنے پر نہیں بلکہ اللہ کے ذکر پر ہونی چاہیئے جو ذکر جانور قربان کرتے وقت ہوتا ہے یہی روح عبادت ہے۔ (بعض لوگ خصی جانور کو اس لئے قربان کرتے ہیں کہ اس کا گوشت لذیذ مفید اور زیادہ ہوتا ہے۔)

۴ قربانی کا گوشت یوں تو خود بھی کھانے کی اجازت ہے مگر تنگ دست اور مصیبت زدہ افراد کو بھی کھلانے کا حکم ہے۔

۵۔ حضرت امام جعفرؑ صادق نے فرمایا ہے کہ حج کے فائدے سے تمام انفرادی اجتماعی ، سیاسی ، اقتصادی ، اخلاقی اور تعلیمی فائدے مراد ہیں۔

۶۔ اس کی برکت نے حضرت ابراہیمؑ سے لیکر آنحضرت تک ڈھائی ہزار برس کے عرصہ میں عربوں کو ایک مرکز وحدت عطا کردی جس سے وہ اپنی عربیت کو قبائلیت میں گم ہونے سے بچاتے رہے۔ ہر سال ملک کے تمام حصوں سے آنے کی وجہ سے ان کی زبان، تہذیب، عرب ہونے کا احساس باقی رہا، انہیں اپنے خیالات ،معلومات اور تمدنی طریقوں کی اشاعت کے مواقع ملے۔

۷۔ اس کے فوائد سے کفر کرنے والوں کو بھی محروم نہیں رکھا چنانچہ ارشاد ہے کہ حج کے ثمرات میں سے تھوڑا سا حصہ انہیں بھی دیا جائے گا۔ البتہ آخرت میں انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۸۔ نذریں پوری کرنے کا حکم دیا گیا۔ جسے اردو میں منت کہا جاتا ہے۔ یہ ایسے کام کو کہا جاتا ہے جو شرعاً تو لازم اور واجب نہیں تھا لیکن اگر کوئی زبان سے یہ نذر کرے کہ یہ کام اللہ کے لئے کروں گا تو تو یہ نذر ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ فعل فعل معصیت نہ ہو ورنہ اس کے خلاف کرنا واجب ہوجائے گا۔ البتہ اس پر بھی کفارہ قسم تو واجب ہو ہی جائے گا۔(نذر ونیاز کو بدعت کہنے والے غور فرمائیں)

۹۔ حج اسلامی وحدت کا ذریعہ ہے۔ ہر ملک، ہر رنگ، ہر نسل، ہر زبان اور ہر علاقہ کے لوگ ایک ہی انداز میں ایک ہی لباس میں ایک ہی آواز سے لبیک پڑھتے جاتے ہیں، کسی کا کوئی قومی لباس نہیں ہوتا سب ایک ہی گھر کا طواف کرتے ہیں، ایک ہی طرح کرتے ہیں۔ ایک جگہ کرتے ہیں۔ ایک ہی مقام پر کنکریاں مارتے ہیں۔

۱۰۔ حج قیام امن کا ذریعہ ہے۔ چار مہینے جو حج کی تیاری میں اور ارکان کی ادائیگی کے لئے ہوتے ہیں ان میں امن وامان قائم رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔

۱۱۔ اس میں انسان، حیوان بلکہ نباتات کی زندگی محفوظ رہتی ہے۔

۱۲۔ یہ اسلام کی تقویت کا ذریعہ ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ اکھٹے ہوتے ہیں جس سے ان کی قوت ایمانی کا اظہار اور یکجہتی کا اعلان ہوتا ہے۔

۱۳۔ یہ ایک عالمی کانفرنس ہے جس میں ہر علاقہ کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ تبادلہ معلومات کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ دنیا کے لوگوں کو تجارت پر گفتگو کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

۱۴۔ یہ تطہیر کا ذریعہ ہے۔ خانۂ خدا کی زیارت اسے اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ احرام کا لباس اسے کفن کی طرف توجہ دلاتا ہے سعی اسے بزرگان دین کی پرخلوص زندگی۔ زحمت، مشقت اور قربانی کو یاددلاتی ہے۔ مقام منیٰ میں اس میں قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ رمی الجمرات اسے برائیوں سے بچنے اور بروں کو پتھر مارنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔

حوالے:

۱۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۶

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

۳۔سورۂ حج، آیت ۲۶

۴۔محمد اینڈ محمد ازم، ص ۱۲۶

۵۔ لائف آف محمد، مقدمہ، ص ۳-۲

۶۔سورۂ ابراہیم، آیت ۳۷

۷۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۶

۸۔سورۂ مائدہ، آیت ۹۷

۹۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۷

۱۰۔سورۂ حج، آیت ۲۵

۱۱۔سورۂ بقرہ، ۱۲۵

۱۲۔سورۂ حج، آیت ۲۷

۱۳۔سورۂ حج، آیت ۲۸

۱۴۔سورۂ حج، آیت ۲۹

حج قرآن وسنت کی روشنی میں

سید وسیم رضا زیدی

دین اسلام جو دین فطرت بھی ہے اس کی تعلیم از ابتدائے خلقت تا انتہائے خلقت ممتاز ومنفرد ہے اس میں انسانی حیات کے مختلف شعبوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے عرب جیسی لڑاکو اور جنگجو قوم کو درس انسانیت پڑھایا اور انہیں انسانی خوبیوں سے آراستہ کر کے مسلمان اور صاحب ایمان بنا کر سلمان و ابو ذر جیسے گوہر نایاب عالم ہستی کو عطا کئے ،جو رہتی دنیا تک اپنے کردار کی سرفرازی سے اسلام کی سربلندی کا اعلان کرتے رہیں گے کہ تعلیمات اسلامی میں جہاں ایک طرف مزاج بندگی ہے وہیں سیاستِ شفاف کا حسین امتزاج بھی۔ اور اگر اس کے اسی انضمام کو اس کی ہمہ گیریت کے ساتھ دیکھا جائے تو حج اپنی انفرادی شناخت رکھتا ہے جس میں ایک جانب اللہ کی بندگی کا مزاج ہے جو طہارت، نماز، طواف، احرام،سعی، وقوف عرفات ومزدلفہ،منیٰ میں قربانی ، سر منڈوانا۔ رمی جمرات وغیرہ میں پایا جاتا ہے تو دوسری طرف لباس احرام (لنگی، چادر) میں ایک عجب سی سادگی کا وجود بھی جو یہ پیغام دے رہا ہے کہ اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں وہاں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں ہے مگر یہ کہ جو منزلِ تقویٰ میں بلند ہو۔ اس کے ارکان وافعال اپنے آپ میں ایک مکمل پیغام حیات دے رہے ہیں جن پر عمل کر کے انسانی معاشرہ جنت کا نمونہ بن سکتا ہے ۔ بشرطیکہ انسان اس کو للّٰہیت کے عنوان سے ادا کرے نہ کہ شہرت بٹورنے اور دکھاوے کے لئے۔

حج کے لغوی معنی قصد وارادہ کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں مکۂ مکرمہ میں حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کردہ عمارت خانۂ کعبہ کا طواف اور مکہ معظّمہ کے مختلف مقامات مقدسہ منیٰ ،عرفات، مزدلفہ میں مقرر دنوں اور مقرر اوقات میں حاضر ہوکر بحالت احرام افعال ومناسک کی بجا آوری کو حج کہا جاتا ہے۔ عظمت حج کے لئے امام صادق علیہ السلام کا یہ جملہ سند ہے کہ:-

وہ شخص یہودی اور نصرانی کی موت مرا جس نے استطاعت حج ہونے کے باوجود اسے ادا نہیں کیا۔ حج ایسا اجتماع اور پیغام توحید ہے جو حاجی کو خود ستائی اور نفس پرستی کے دلدل سے نکال کر ایسے ماحول میں منتقل کر دیتا ہے جہاں ملک،قوم، رنگ، لباس، زبان ونسل کا افتراق وجود خدا کی گواہی اور لبیک

کی صداؤں کے ساتھ معدوم ہوجاتا ہے اور بندہ ایک ہوکر بقاء فی اللہ اور فناء فی اللہ کی منزلوں کو طے کرکے ثواب معرفت وعظمت کا ہمالیہ سر کرلیتا ہے اور اس کے تمام مناسک اپنے آپ میں حیات وممات دنیا وآخرت کی سعادت مندی کے ضامن ہیں۔ الغرض اس کی ماہیت وجامعیت کے بارے میں یہ کہا جائے تو شاید کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ حج ایک ایسا قصد وارادہ ہے جس میں اجتماعی عبادت بھی ہے اور اپنے رب کے حکم پر اجتماعی اور ہمہ گیر حاضری بھی۔ حج کے سفر میں انسان اپنے رب کے حضور حاضری کے ساتھ دنیا کے مسلمانوں کے درمیان باہمی ارتباط بھی پیدا کرتا ہے۔ حج کی افادیت اور معنویت سے وہی بہرہ مند ہوسکتا ہے جو خود اس عظیم عبادت کو انجام دے رہا ہو اور اس لطف الٰہی کی شیرینی عبادت کو محسوس کررہا ہو اس کی یہ معنویت کیا کم ہے کہ بندہ ہمہ وقت یہ خیال رکھتا ہے کہ ہم بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہیں اور یہ حضور اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ اپنے مہمان کو نوازنے میں کمی نہیں کرتا ہمارا دامن تو کوتاہ ہوسکتا ہے لیکن اس کی عطا میں کمی نہیں آئے گی بشرطیکہ ہمارا یہ عمل خالصتاً للہ ہو۔

حج بیت اللہ کے اس قدر فضائل وامتیازات قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں کہ ان کا احصاء کرنا قوت بشر سے باہر ہے ،لیکن موضوع کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آیات وروایات کی روشنی میں حج جیسی انفرادی واجتماعی عبادت کو بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

قرآن کی روشنی میں حج

قرآن مجید اسلام کی دستوری کتاب ہے اور اس میں احکامات اسلامی کو آیت کی صورت میں بیان کیا گیا ہے جہاں نماز کا حکم ہے وہیں جہاد کا تذکرہ، تو کہیں نکاح وطلاق کا بیان تو کہیں روزہ کی گفتگو تو کیسے ممکن تھا کہ کلام خدا حج جیسی انفرادی وہمہ گیر عبادت کا تذکرہ نہ کرتا چنانچہ قرآن کریم نے اعلان حج کے حکم سے لے کر تقصیر، وقوف، قربانی ،طواف، سعی وغیرہ کے بیان کے ساتھ ساتھ حج میں کیے گئے غیر شرعی عمل کے کفارہ کا بھی تذکرہ کردیا ہے جسے میں نے سلسلہ وار رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔

حکم حج کا اعلان: اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ [1]

ترجمہ :اورلوگوں کے درمیان حج کا اعلان کروکہ لوگ تمہاری طرف پیدل اور لاغر سواریوں پر

دور دراز علاقوں سے سوار ہو کر آئیں گے۔

حج فروعات اسلامی میں تیسری اہم تکلیف شرعی ہے نماز، روزہ، کے بعد حج کا ہی نمبر آتا ہے۔ اس کی اہمیت وافضلیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کا ۲۲واں سورۂ حج اسی نام سے موسوم ہے اس کے علاوہ کسی بھی فروع کے نام سے پورے سورہ کا نام نہیں رکھا گیا یہ اس کے خاص امتیاز میں سے ایک ہے۔

حج کی ابتدا جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھی جب انہوں نے بیت اللہ کی دیواروں کو اٹھا کر خانہ کعبہ بنادیا تو حکم الٰہی ہوا کہ اے ابراہیمؑ اب لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں جو ۲۲/واں سورہ الحج اور ۲۷ ویں آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علی بن ابراہیم نے فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرے رب اس وادی غیر ذی ذرع میں کون سنے گا اور لوگوں تک میرا پیغام کیسے پہونچے گا، جواب آیا ابراہیم علیہ السلام تمہارا کام لوگوں کو پکارنا ہے تم پکارو میں تمہاری آواز کو لوگوں تک پہونچانے والا ہوں، ابراہیم علیہ السلام ایک بلند مقام پر چڑھ گئے اور وہ خانہ کعبہ سے متصل اپنے مقام سے بلند ہوئے یہاں تک کہ بلندئ جبل تک رسائی ہوگئی، پس آواز دی اور اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر پکارا۔ "ایّھا النّاس کتب علیکم الحج" اے لوگوں تم پر حج لکھ دیا گیا ہے تو اس آواز پر ساتوں سمندروں کی تہوں مشرق ومغرب اور مٹی کے ذرات سے مَردوں کی صلب اور عورتوں کے ارحام سے تلبیہ کی آواز بلند ہوئی کہ "لبّیک اللّٰھم لبّیک لا شریک لک لبّیک،، پس جس نے بھی اس آواز پر لبیک کہا انہوں نے حج کیا اور قیامت تک حج کریں گے۔ [۲]

استطاعت کے ساتھ وجوبِ ادائیگیٔ حج:

وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فانّ اللّٰہ غنیٌّ عن العالمین" [۳] اس آیت کریمہ میں حکم تشریعی اور اس کی واقعیت کے سلسلہ میں صاحب "تفسیر المیزان" فرماتے ہیں کہ: وللّٰہ علی النّاس "یہ جملہ من دخلہ کان امنا" کی طرح سابقہ حکم تشریعی کی خبر دیتا ہے اگر چہ یہ بھی ممکن ہے کہ جملہ انشائیہ ہو یعنی اس میں سابقہ حکم سے آگاہی دلانے کے بجائے مستقل حکم جاری کیا گیا ہو اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایک امضاء ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

شروع کردہ اعمال ومناسک حج پر لیکن سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جملہ خبریہ ہونا زیادہ اقرب الی الواقع ہے یعنی تشریعی حکم خبر پر مشتمل ہونا زیادہ واضح وروشن ہے۔ ۴؎

مفہوم استطاعت: من استطاع الیه سبیلاً کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر اپنی تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ سبیلا سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ کھانے پینے کے لائق سامان اور سواری ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من استطاع ...... کی تفسیر میں آگے فرمایا کہ" زادسفر وراحلہ توشہ وسواری کا ہونا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرض حج جلدی ادا کرلیا کرو ورنہ نہیں معلوم کیا پیش آئے اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں حج کا ارادہ جلد پورا کرلیا کرو۔

اسی آیت کی تفسیر میں ایک اور روایت حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کھانے پینے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو اور اتنا مال بھی اس کے پاس ہو پھر بھی حج نہ کرے تو اسکی موت یہودیت اور نصرانیت پر ہوگی۔

تفسیر ابن کثیر فی تفسیر سورۂ آل عمران، آیت ۹۷
مفسر حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر
مترجم خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی
ناشر مکتبہ قدسیہ

تفسیر درمنثور کے مطابق استطاعت کے معنی:

امام احمد بن حنبل، امام ترمذی ابن ماجہ، ابن ابی حاکم نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ اور امام ترمذی اس روایت کو حسن قرار دیتے ہیں، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب آیت " وللّٰه علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیه سبیلاً" نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہر سال؟ تو حضور ﷺ خاموش رہے۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کیا یا رسول ؐ اللہ کیا ہر سال؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں اگر میں "نعم" کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج واجب ہوجاتا۔ ۵؎

تفسیر انوار النجف میں استطاعت کے معنی

اسی آیت وللّٰه علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیه سبیلاً "کی تفسیر کرتے ہوئے

صاحب تفسیر صافی امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ یہاں حج اور عمرہ دونوں مراد ہیں اور استطاعت کے متعلق آپ سے مروی ہے کہ بدن تندرست ہو اور مالی طاقت موجود ہوتو وہ مستطیع ہو گا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ بدن تندرست ہو زاد راہ وراحلہ موجود ہو راستہ پرُ امن ہو بہرکیف فقہائے امامیہ کے نزدیک وجوب حج کے شرائط درج ذیل ہیں۔

(۱) کامل العقل ہو، لہٰذا نابالغ اور دیوانے پر حج واجب نہیں ہوتا۔

(۲) آزاد ہو۔ لہٰذا غلام پر حج واجب نہیں ہے۔

(۳) زاد راحلہ موجود ہو۔ یعنی مالی طاقت موجود ہو کہ اپنے راستہ کے آمد ورفت کے اخراجات کے علاوہ اپنی واپسی تک اپنے بال بچوں اور دیگر واجب النفقہ افراد کی ضروریات زندگی کا انتظام کرسکتا ہو۔[۶]

تفسیر امثل کے مطابق استطاعت حج کے معنی: اسی آیت کی تفسیر میں آیہ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ فرماتے ہیں کہ " وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً "اس جملے میں تمام لوگوں کو حج کی انجام دہی کا حکم دیا گیا ہے اوراسے لوگوں کے ذمہ خدائی قرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ "وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلاً " کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لئے لوگوں کے ذمہ ہے، لفظ حج کے لغوی معنی قصد وارادہ ہیں۔ اسی مناسبت سے راستہ کو محجۃ کہا جاتا ہے علیٰ وزن مودۃ، کیونکہ وہ انسان کو اپنے مقصد تک پہونچا دیتا ہے اور دلیل وبرہان کو حجت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مقصود کو روشن کردیتی ہے باقی یہ بات کہ ان مخصوص رسومات کو حج سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مراسم میں شرکت کے لئے چلتے وقت خانۂ خدا کی زیارت کا قصد کیا جاتا ہے اسی بناء پر آیت مذکورہ میں حج کی اضافت بیت کی طرف ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بھی اس بات کا اشارہ کیا گیا ہے کہ حج کے مراسم پہلی دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں رائج ہوئے اس کے بعد ایک سنت کی شکل اختیار کر گئے یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں اسلام نے اس سے خرافات جاہلیت کو دور کرکے اس کو خالص اور مکمل حج کی شکل دی اور ہر وہ شخص جو استطاعت حاصل کرلیتا ہے اس پر زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج واجب ہے اور یہ آیت بھی اس جانب اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس میں حکم، حکم مطلق ہے اور اس سے ایک مرتبہ کی انجام دہی سے بھی اطاعت پروردگار ہوجاتی ہے اور حج کے

وجوب کے سلسلے میں صرف ایک شرط لگائی گئی ہے اور وہ ہے استطاعت وقدرت جیسا کہ ارشاد ہوا ''من استطاع الیہ سبیلا'' جو خانۂ خدا کی طرف جانے کی قدرت رکھتا ہو، البتہ اسلامی روایات اور کتب فقہیہ میں استطاعت کی تفسیر میں یہ چیز شامل کی گئی ہیں۔ زادِ راہ، سواری، جسمانی قوت، راستے میں امن اور حج سے واپسی پر گذر اوقات کی طاقت لیکن اصل میں یہ سب چیزیں اس آیت میں درج ہیں کیونکہ استطاعت کے معنی توانائی وقدرت کے ہیں جس میں تمام امور شامل ہیں۔ ۷

اوقات حج: الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهنّ الحجّ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحجّ وما تفعلوا من خير يَعلمهُ اللّٰه وتزوّدوا فانّ خيرا الزّاد التّقوٰى واتّقون يآ اُولى الألباب۔ ۸

حج چند مقررہ مہینوں میں ہوتا ہے اور جو شخص بھی اس زمانے میں اپنے اوپر حج لازم کر لے اسے عورتوں سے مباشرت گناہ اور جھگڑے کی اجازت نہیں ہے اور تم جو بھی خیر کروگے خدا اسے جانتا ہے اپنے لئے زاد راہ فراہم کرو کہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور اے صاحبانِ عقل ہم سے ڈرو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوعبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحجّ۔ کہ حج کے مقرر مہینے شوال ذی القعدہ اور ذی الحجہ ہے۔ ۹

اس آیت میں حج کے مہینوں کا ذکر ہے کہ سب لوگ ان سے آگاہ ہیں۔ روایات میں ان مہینوں کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ مہینے یہ ہیں، شوال ،ذی قعدہ، ذی الحجہ، اگر چہ حج کا وقت ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی ایام ہیں لیکن ان ایام کے حوالے سے پورے مہینے کو حج کا مہینہ شمار کرنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح ہم کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس جمعہ کے دن آؤں گا جب کہ مراد جمعہ کا پورا دن نہیں بلکہ اس کا بعض حصہ مراد ہوتا ہے۔

زیر نظر آیت کریمہ میں لفظ حج تین مرتبہ ذکر ہوا ہے اور اسم مضمر کے مقام پر اسم ظاہر کو لایا گیا ہے جب کہ ادبی لحاظ سے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروری تھا کہ اسم ظاہر کے بجائے ضمیر کا ذکر کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اصل لفظ حج کو یکے بعد دیگرے تین بار ذکر کر دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ تینوں لفظوں میں مستقل معنی مقصود ہیں۔ چنانچہ پہلے لفظ حج میں (الحجّ اشهر معلومات) حج

کا وقت ۔ دوسرے لفظ حج (فمن فرض فیھنّ الحج) میں اصل عمل حج اور تیسرے لفظ حج (فلا رفث و لا فسوق ولا جدال فی الحجّ) میں اسکا زمان ومکان مراد ہے۔ لہٰذا اگر اس ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا ذکر نہ کیا جاتا تو مذکورہ تینوں معانی کی تفصیلی وضاحت کے لئے تفصیلی بیان ضروری ہوتا جس سے کلام بے جا طولانی ہوجاتا اور حسن اظہار باقی نہ رہتا۔

فمن فرض فیھنّ الحج۔ میں لفظ فرض سے مراد اعمال حج کا شروع کرنا ہے لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص ان مہینوں میں اعمال حج شروع کردے اس کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا "واتمّوا الحجّ والعمرۃ للّٰہ" اور تم حج اور عمرہ کو خدا کے لئے پورا کرو تو پورا کرنا (اتمام) شروع کرنے سے مناسبت رکھتا ہے۔ لفظ رفثؔ کے بارے میں پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اسی سے ان مطالب کا صراحت کے ساتھ ذکر کرنا مراد ہے جن کا تذکرہ ان کے قبیح ہونے کیوجہ سے کنایہ کیا جاتا ہے۔ فسوقؔ سے مراد دائرہ اطاعت وفرمانبرداری سے خارج ہونا ہے۔ (نافرمانی) اور جدال کا معنی جھگڑا کرنا ہے لیکن روایات میں رفثؔ سے مراد جماع ،فسوق سے مراد جھوٹ اور جدال سے مراد لا واللہ اور بلیٰ واللہ (گفتگو میں قسمیں کھانا) ہے۔ ۱۰؎

تفسیر امثل کے مطابق قرآن یاد دلاتا ہے کہ حج کا عمل معین مہینوں میں انجام پانا چاہیے اور اسے سال بھر انجام نہیں دیا جا سکتا اور جیسا کہ کتب حدیث ،تفسیر، اور فقہ میں ہے کہ یہ عظیم عبادت صرف شوال ،ذی القعدہ، اور ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں انجام دی جا سکتی ہے جو یوم تاسع یعنی نویں، دسویں ،گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کی تاریخیں ہیں اور دوسری قسم مقررہ مدت میں انجام دی جائے۔ ۱۱؎

مشعر الحرام میں ذکر الٰہی:

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربّکم فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللّٰہ عند المشعر الحرام واذکروہُ کما ھدٰکم وان کنتم من قبلہ لمن الضّالّین ۔۱۲؎

تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ اپنے رب کے فضل وکرم کو تلاش کرو۔ پھر جب عرفات سے کوچ کرو تو مشعر الحرام کے پاس ذکر خدا کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے ہدایت دی ہے اگر چہ تم لوگ اس کے پہلے گمراہوں میں سے تھے۔

یہ آیت مبارکہ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۱۰ کی مانند ہے جس میں یوں ارشاد ہوا:

یاایّھا الّذین آمنوا اذا نودی للصّلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللّٰه و ذروا البیع" اے اہل ایمان جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو جلدی سے خدا کے ذکر کے طرف آؤ اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

اس آیت کریمہ میں نماز ادا کرنے کے لئے خرید وفروخت ترک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔ فاذا قضیت الصّلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰه" پس جب تم نماز سے فارغ ہوجاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔اس آیت میں (بیع) کے لفظ کے بجائے (خدا کا فضل تلاش کرنے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس سے مراد (بیع) ہی ہے اس لئے زیرنظر آیت کریمہ (لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً مّن رّبکم) کی تفسیر میں جو روایت وارد ہوئی ہے اس میں خدا کا فضل تلاش کرنے سے بیع یعنی خرید وفروخت کا معنی مراد لیا گیا ہے۔ بنا برایں یہ کہ آیت حج کے دوران خرید وفروخت کے جواز کی دلیل ہے۔

آگے کی آیت کے ٹکڑے میں یہ مراد ہے کہ تم خدا کا ایسا ذکر کرو جو اس کی ہدایت کے مماثل وشایان شان ہو جس سے اس نے تمہیں نوازا جب کہ تم اس کی اس ہدایت سے قبل گمراہی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ۱۳؎

مشعر الحرام: مشعر الحرام کے بارے میں علامہ ناصر مکارم شیرازی دام ظلّہ فرماتے ہیں کہ مشعر الحرام وہ جگہ ہے جو شعائر حج کا مرکز ہے اور عظیم و پرشکوہ آسمانی مراسم کی نشانی ہے لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ مشعر شعور کے مادہ سے ہے۔ اس تاریخی رات (دس ذی الحجہ کی رات) جب زائرین خانۂ خدا اور عرفات میں اپنا تربیتی پروگرام مکمل کرنے کے بعد ادھر کوچ کرتے ہیں ،رات ڈھلنے سے صبح تک نرم پتھروں پر تاروں بھرے آسمان تلے، ایک ایسی سرزمین پر جو محشر کبریٰ کا نمونہ اور قیامت عظمیٰ کا ایک مظہر بنی ہوئی، لوگ ہر طرف یوں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کی طوفانی موجیں موجود ہوں۔صبح تک لوگوں کی آوازیں اس سرزمین پر سنائی دیتی ہیں۔

جی ہاں! آلائش سے پاک اس پاکیزہ اور ہلا دینے والے ماحول میں۔ احرام کے معصومانہ لباس میں۔ نرم کنکریوں پر بیٹھا انسان اپنے اندر یوں محسوس کرتا ہے جیسے فکر وشعور کے تازہ چشمے اُبل رہے ہوں۔ اور ان کا پانی دل کی گہرائیوں میں گر رہا ہے اور وہ اپنے اندر سے ان جھرنوں کی آواز صاف طور پر سن رہا ہے۔ ہاں اسی جگہ کو مشعر الحرام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۴؎

ایام تشریق سے مراد:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلاَإِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلاَإِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنْ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۔۱۵

اور چند معین دنوں میں ذکر خدا کر اس کے بعد جو دو دن کے اندر جلدی کرے گا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو تاخیر کرے گا اس پر بھی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ پرہیزگار ہو اور اللہ سے ڈرو اور یہ یاد رکھو کہ تم سب اسی کے طرف محشور کیے جاؤ گے۔

ایّام معدودات سے مراد ایّام تشریق ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ حلق ذبح، رمی جمرات اور نمازوں کے بعد تکبیر کہو۔ اور ایّام تشریق کے بعد یہ دن آتے ہیں یعنی یوم النحر کے بعد۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہمارے ائمہ نے فرمایا ایّام معلومات ۱۰ر ذی الحجہ ہے اور حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایّام المعلومات یوم العرفہ، یوم النحر اور اس کے بعد کے دو دن ہیں۔۱۶

اور ''تفسیر المیزان'' کے مطابق ایّام معدودات (گنے ہوئے یا چند معین دنوں) سے مراد ایّام تشریق یعنی تین دن ۱۱، ۱۲، ۱۳، ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ خدا کا ذکر کرنے کا حکم (واذکروا اللّٰہ) اعمال حج سے فارغ ہونے کے بعد دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ۱۰ر ذی الحجہ کے بعد سے ہے اور ایّام معدودات سے تین دن مراد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے فوراً بعد ارشاد ہوا۔ فمن تعجّل فی یومین فلاَ إثم علیه " یعنی جو شخص ان دودنوں میں جلدی کرے گا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حج اصل ایّام تین دن ہیں ایک وہ دن جس میں کوچ کیا جائے گا اور دو دن وہ جس میں جلدی سے اعمال بجا لائے جائیں تو مجموعی طور پر تین دن ہوئے۔۱۷

حکم طواف اور نماز طواف:

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۱۸

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے گھر (خانۂ کعبہ) کو ثواب اور لوگوں کے لئے امن کی جگہ بنایا اور حکم دے دیا کہ مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ بناؤ اور ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو

طواف اور اعتکاف کرنیوالوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وپاکیزہ بنائیں۔ اس آیت کریمہ میں دو امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے : ایک حج کا حکم اور دوسرا خانۂ کعبہ کا جائے امن ہونا، مثابۃ لوٹ کے آنے یارجوع کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں ، چنانچہ یوں کہا جاتا ہے " واتّخذوا من مقام ابراهيم مصلّى" یہ جملہ معنی کے لحاظ سے "جعلنا البيت مثابةً"کی طرف عطف ہے کیونکہ" جعلنا البيت " میں حج کے حکم کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس کے بعد " واتّخذوا من مقام ابراهيم مصلّى" یعنی تم مقام ابراہیم کو مصلیٰ قرار دو سے مراد گویا یہ ہے: واذ قلنا للنّاس توبوا الى البيت مثابة وحجّوا اليه " واتخذوا من مقام ابراهيم مصلّى" اور جب ہم نے لوگوں سے کہا کہ تم بیت اللہ کی طرف لوٹ آؤ اور حج انجام دو اور مقام ابراہیم کو مصلی قرار دو۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس فقرے(واتّخذوا...) میں قلنا مقدر مفروض و پوشیدہ ہے یعنی در اصل جملہ یوں ہے" واتّخذوا من مقام ابراهيم مصلّىٰ" اور ہم نے کہا تم مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ قرار دو گویا" اتّخذوا ..جو کہ حکم ہے اس سے پہلے قلنا ہم نے کہا پڑھیں تو معنی واضح ہوجائے گا۔ اور مصلیٰ اسم مکان ہے۔ اس کا معنی ہے صلوٰۃ یعنی دعا کرنے کی جگہ، گویا اس سے مراد یہ ہے کہ تم مقام ابراہیمؑ سے دعا کرنے کی جگہ بنا لو۔

اس مقام پر اہم نکتہ جو قابل توجہ ہے وہ" واذ جعلنا البيت مثابةً " بظاہر مقام ابراہیمؑ میں نماز ادا کرنے کے حکم کی وجہ کو بیان کرنے اور لوگوں کو اس کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے،نہیں کہا ہے :"صلّوا في مقام ابراهيمؑ " تم مقام ابراہیم میں نماز ادا کرنے کی جگہ بناؤ یعنی براہ راست یہ حکم صادر نہیں فرمایا کہ تم مقام ابراہیمؑ میں نماز ادا کرو بلکہ وہاں جگہ بنانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوا۔تم مقام ابراہیم سے نماز ادا کرنے کی جگہ بناؤ۔ ۱۹

وعهدنا الى إبراهيم وإسماعيل أن طهّرا بيتي:اس آیت کریمہ سے مراد حکم ہے یعنی ہم نے ابراہیمؑ واسماعیلؑ کو حکم دیا۔طہّرا کے دو معنی ہیں۔

(۱) خانہ کعبہ کو عبادت اور اعمال حج بجا لانے کے لئے مخصوص کردو، یعنی اسے طواف کرنے والوں مجاوروں ، اعتکاف میں بیٹھنے والوں، اور نماز اداکرنے والوں کی عبادت اور حج کے اعمال بجالانے کے لئے مختص کردو۔

اس معنی کی روشنی میں مخصوص کردینے کو تطہیر یعنی پاک کرنے سے تعبیر کرنا۔ استعارہ بالکنایہ

کہلاتا ہے ۔ تو اب اس علمی اصطلاح کے حوالے سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ " ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ میرے گھر کو عبادت کے لئے مختص کردو ۔ اس میں عبادت ہی عبادت بجا لائی جائے اور یہ بھی ایک طرح کا پاک کرنا ہے۔

(۲) اسے ان گندگیوں اور غلاظتوں سے پاک اور صاف ستھرا کردو جو لوگوں نے بے توجہی سے یہاں ڈال دیا ہے۔ یعنی یہ کہ لوگوں نے اسے صاف رکھنے میں بے توجہی برتی ہے اس لئے اس میں گندگی ہوگئی ہے لہٰذا اسے پاک وصاف کردو۔[۲۰]

"اَن طهّرا بيتى" کے متعلق ابو الاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں:

"میرے گھر کو پاک رکھو اس سے مراد صرف یہی نہیں ہے کہ کوڑے کرکٹ سے اسے پاک رکھا جائے بلکہ خدا کے گھر کی اصل پاکی یہ ہے کہ اس میں خدا کے سوا کسی کا نام بلند نہ ہو، جس نے خانۂ خدا کے سوا کسی دوسرے کو مالک ،معبود ، حاجت روا اور فریاد رس کی حیثیت سے پکارا ،اس نے حقیقت میں اسے گندا کردیا۔"[۲۱]

سعی بین الصفا والمروۃ:

إنّ الصّفا والمروة من شعائر اللّٰه فمن حجّ البيت اواعتمر فلا جناح عليه ان يّطوّف بهما ومن تطوّع خيراً فانّ اللّٰه شاكر عليم" [۲۲]

بیشک صفا اور مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا تو خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس سے خوب واقف ہے۔ صفا اور مروہ یہ مکہ کے اندر دو پہاڑوں کا نام ہے اور یہ دونوں شعائر خاص ہیں۔[۲۳]

تقصیر سے مراد:

لقد صدق اللّٰه رسوله الرُّءيا بالحقّ لتدخلنّ المسجدالحرام إن شاء اللّٰه آمنين محلّقين رؤسكم ومقصّرين لا تخافون ۖ فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذٰلک فتحاً قريباً" [۲۴]

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھایا تھا کہ خدا نے چاہا کہ تم لوگ

مسجد الحرام میں امن وسکون کیساتھ سر کے بال منڈا کر اور تھوڑے سے بال کاٹ کر داخل ہو گے اور تمہیں کسی طرح کا کوئی خوف نہ ہوگا تو اسے وہ بھی معلوم تھا جو تمہیں معلوم تھا تو اس نے فتح مکہ سے پہلے ایک قریبی فتح قرار دے دی۔

آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی دام عزّہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس مقام ملاحظہ نمبر (۴) محلّقین رؤسکم و مقصّرین'' کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں کہ آیت کا یہ ٹکڑا جملہ مراسم عمرہ کے آداب میں سے ایک کی طرف اشارہ ہے جسے تقصیر کہتے ہیں اور اس کے ذریعہ حج کا احرام کھولا یا اتارا جاتا ہے اور بعض اس آیت کو تخییر پر مبنی کرتے ہیں۔ تقصیر اور احرام سے باہر نکلنے کو دلیل وبرہان قرار دیتے ہیں کیونکہ محرم سر بھی منڈوا سکتا ہے یا اپنے ناخن کٹوا سکتا ہے۔ ان دونوں ہی کے درمیان جمع قطعاً اور یقیناً واجب نہیں ہے۔ ۲۵

قرآن مجید نے جس قدر حج کی اہمیت وافادیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اس کا اجمالی خاکہ راقم الحروف نے درج کیا ہے۔ قرآن کریم نے اس اہم اور ہمہ گیر وہمہ جہت عبادت کا جتنا تذکرہ کیا ہے وہ تفصیلی اور لائق تفکر ہے جن کو پڑھنے کے بعد اس عبادت کا عظیم مفہوم واضح ہوتا ہے جو فروع دین میں نماز وروزہ کے بعد ہے۔

اب ہم آپ کی خدمت میں حج کی وضاحت سنت محمد وآل محمد علیہم السلام کی روشنی میں عرض کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سنت محمد وآل محمد علیہم السلام میں حج

جس طرح قرآن مجید نے حج کے سلسلے سے تاکید کی اور اسکے فضائل ومناسک کا تذکرہ کیا اسی طرح سنت محمد وآل محمد ﷺ نے بھی حج کی اہمیت کو آشکارا کیا اور اپنے قول وفعل وعمل سے اس سنت کو ایک حسین وہمہ گیر وہمہ جہت عبادت بنا دیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں متعدد حدیثیں اور گوشہ ہای سیرت معصومین علیہم السلام ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور یہاں قدر ضرورت کچھ اہم گوشہائے سیرت بیان کیے جارہے ہیں۔

حج اور سنت رسول ﷺ: وعن رسول اللہ ﷺ کل نعیم مسئول عنہ صاحبہ الامن کان فی غزو او حج ''ہر نعمت کے بارے میں اس کے مالک سے (روز قیامت) سوال کیا جائے گا

(کہ کہاں خرچ کی) سوائے اس چیز کے جسے جہاد اور حج میں خرچ کیا ہو۔ ۲۶

سورۂ مبارکہ فتح کی آیت نمبر ۲۷ اور رسولؐ کا خواب:

سورۂ مبارکہ فتح کی ۲۷ویں آیت کے ضمن میں یہ واقعہ تاریخ میں نقل کیا گیا ہے کہ:

پیغمبرؐ نے مدینہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کے مناسک ادا کرنے کے لئے مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور اس خواب کو صحابہ کرام کے سامنے بیان کردیا، وہ سب کے سب شاد وخوش حال ہوئے لیکن چونکہ ایک جماعت یہ خیال کرتی تھی کہ اس خواب کی تعبیر اسی سال پوری ہوگی، تو جس وقت قریش مکہ نے مکہ میں ان کے داخل ہونے کا راستہ حدیبیہ میں ان کے آگے بند کردیا تو وہ شک وتردد میں مبتلا ہوگئے کہ کیا پیغمبرؐ کا خواب بھی معاذ اللہ غلط ہوسکتا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم خانۂ خدا کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ پس اس وعدہ کا کیا ہوا اور وہ رحمانی خواب کہاں چلا گیا؟ پیغمبر ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ "کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ یہ خواب اسی سال پورا ہوگا؟ اوپر والی آیت کریمہ اسی بارے میں مدینہ کیطرف بازگشت کی راہ میں نازل ہوئی اور تاکید کی گئی کہ یہ خواب سچا تھا اور ایسا مسئلہ حتمی اور قطعی انجام پانے والا ہے۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا نے پیغمبر ﷺ کو خواب میں جو کچھ دکھلایا وہ سچ اور حق ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ انشاء اللہ تم سب کے سب قطعی طور پر انتہائی امن وامان کے ساتھ اسی حالت میں کہ تم اپنے سروں کو منڈوائے ہوئے ہوگے یا اپنے ناخنوں کو کٹوائے ہوئے ہوگے اور مسجد الحرام میں داخل ہوگے اور کسی شخص سے تمہیں خوف ووحشت نہ ہوگی۔ (لتدخلنّ المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ آمنین محلّقین رؤسکم ومقصّرین لا تخافون) لیکن خدا اس چیز کو جانتا ہے جسے تم نہیں جانتے ہو۔

اس تاخیر میں ایک حکمت تھی کہ اس سے پہلے ایک قریب کی فتح قرار دے دی" فَجَعَل من دُونِ ذلک فتحاً قریباً" نتیجتاً رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال عمرہ کے مناسک ادا کیے۔ ۲۷

حج ائمہ طاہرین علیہم السلام کی نظر میں:

امام المتقین علی علیہ السلام: حضرت علی علیہ السلام کی نگاہوں میں حج کی بہت زیادہ اہمیت

ہے۔فرماتے ہیں: وفرض علیکم حج بیته الحرام الّذی جعله قبلة للانام یردّونه ورود الانعام و یالهون الیه ولوه الحمام جلعه سبحانه علامة لتواضعهم لعظمته، واذعانهم لعزّته واختار من خلقه سمّاعا اجابو الیه دعوته"

پروردگار نے تم لوگوں پر حج بیت الحرام کو واجب قرار دیا ہے جسے لوگوں کے لئے قبلہ بنایا ہے اور جہاں لوگ پیاسے جانوروں کے طرح بے تابانہ وارد ہوتے ہیں اور ویسا انس رکھتے ہیں جیسے کبوتر اپنے آشیانہ سے رکھتا ہے حج بیت اللہ کو مالک نے اپنی عظمت کے سامنے جھکنے کی علامت اور اپنی عزت کے ایقان کی نشانی قرار دیا ہے۔ ۲۸؎

مولود کعبہ نے حج نہ کرنے والوں کو ہلاک شدہ قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ:۔ لا تترکو حج بیت ربکم فتهلکوا۔ اپنے پروردگار کے گھر خانہ کعبہ کا حج ترک نہ کرنا ورنہ ہلاکت سے ہم کنار ہوجاؤ گے۔ ۲۹؎

حضرت فاطمہ الزہراء(س) فرماتی ہیں کہ (جعل اللّٰه الحج تشییداً للدّین) اللہ تعالیٰ نے دین کی مضبوط کرنے کے لئے حج قرار دیا۔ ۳۰؎

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: حافظ ابونعیم اصفہانی کی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' کے حوالے سے درج کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے مدینہ اور مکہ میں رہتے ہوئے ۲۰ حج پا پیادہ کیے اور بعض کے مطابق ۲۵ حج۔

امام حسین علیہ السلام: آپ کے بارے میں بھی تاریخ وسیرت کے مولفین لکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بھی ۲۵ حج پا پیادہ کیے۔

امام زین العابدین علیہ السلام: آپ فرماتے ہیں کہ:

وحجّوا واعتمروا وتضع اجسامکم وتتسع ارزاقکم ویصلح ایمانکم وتکفّوا مؤنة عیالاتکم: حج اور عمرہ بجا لایا کرو۔جسمانی طور پر صحت مند رہو گے اور رزق میں اضافہ وبرکت ہوگی اور ایمان میں اصلاح ہوگی اور تمہارے مال میں اتنی وسعت ہوگی کہ اپنے لوگوں اور اہل خانہ کی ضرورتوں کو پورا کرسکو گے۔ ۳۱؎

امام محمد باقر علیہ السلام: آپ فرماتے ہیں کہ: الحاج والمعتمر وفد اللّٰه ان سئلوه اعطاهم وان دعوه اجابهم وان شفعوا شفعهم وان سکتوا ابتداهم ویعوّضون بالدّرهم الف

الف درھم" حج اور عمرہ کرنے والے اپنے وفد کی حیثیت رکھتے ہیں جو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اگر یہ لوگ اس سے کچھ مانگیں تو عطا کرے گا اور اسے پکاریں تو انہیں جواب دے گا کسی کی سفارش کریں تو اس کی سفارش کو قبول کرے گا اگر خاموش رہیں تو خود ابتدا کرے گا اور ہر درہم کے بدلے انہیں ہزار ہزار درھم دیئے جائیں گے۔ ۳۲

امام جعفر صادق علیہ السلام ، آپ فرماتے ہیں کہ:

" من مات ولم یحج حجة الاسلام ولم یمنعه من ذلک حاجة تحجف به أومرض لایطیق الحج او سلطان یمنعه فلیمت یهودیا او نصرانیا"

اگر کسی شخص نے استطاعت کے باوجود حج کا اسلامی فریضہ ادا نہیں کیا جب کہ نہ ایسا ضروری کام درپیش تھا جو اس کے لئے رکاوٹ بنے ، نہ ایسا بیمار تھا کہ جس کی وجہ سے حج کر ہی نہ سکے اور نہ حاکم وسلطان وقت نے اسے منع کیا تھا تو اس کی موت یہودی اور عیسائی کی ہوگی۔ ۳۳

امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اعلم یرحمک اللّٰه انّ الحج فریضة من فرائض اللّٰه جلّ وعزّ الازمة الواجبة من استطاع الیه سبیلا وقد وجب فی طول العمر مرّة واحدة ووعدعلیها من الثّواب الجنّة والعفو من الذّنوب وسمی تارکه کافرا وتوعد علی تارکه بالنّار فنعوذ باللّٰه من النّار۔

جان لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر رحم کرے کہ حج اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض میں سے ایک اہم واجب ولازم فریضہ ہے اس شخص کے لئے جس کو وہاں جانے کی استطاعت ہو۔ یہ پوری زندگی میں صرف ایک بار واجب ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے اس کی ادائیگی پر گناہوں کی مغفرت اور اس کے ثواب کے طور پر جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اسے چھوڑ دینے والے کو کافر کہا گیا ہے اور حج نہ کرنے والے کو جہنم کے عذاب کی خبر دی ہے پس ہم عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۔ ۳۴

نتیجۃ البحث

اس پوری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ حج جیسی انفرادی و اجتماعی عبادت ادا کرنے کے سلسلے میں جس قدر تاکید کی گئی ہے وہ اسے ایک منفرد وجداگانہ عبادت بنا دیتی ہے جو اپنے اندر ایسا فلسفۂ حیات وممات رکھتی ہے کہ حاجی کو بقاء فی اللہ اور فناء فی اللہ کی منزلوں میں کھڑا کردیتی ہے اسی لئے جہاں قرآن کریم نے حج کی افادیت اور اس کی بجا آوری پر زور دیا ہے وہیں ائمہ طاہرین علیہم السلام نے

بھی اپنی سنت میں حج کے عمومی وخصوصی فوائد بیان کئے ہیں تا کہ بندگانِ خدا اس اہم وعظیم فریضۂ حج کو ادا کریں او ر اپنا دینی شعار بلند کر کے قرب الٰہی حاصل کریں۔ اور شاید اسی لئے جس قدر مشقت وتکالیفِ سفر مالی اخراجات ادائیگی فریضۂ حج میں رکھی گئی کسی دوسرے فریضہ میں اس قدر شدت کے ساتھ نہ آیات قرآنیہ نے حکم دیا اور نہ سنت کی روشنی میں کوئی گوشہائے سیرت سامنے آئے تا کہ بندہ منزل ابتلاء سے دو چار ہو کر دولت خرچ کر کے آرام وسکون کو بالائے طاق رکھ کر خانۂ خدا میں حاضر ہو جو تعمیر خلیل علیہ السلام ہے اور افعال ومناسک حج اور ہر فعل اور فرض کو ادا کرنے میں اس کے پیچھے کے فلسفہ پر غور کرے تو وہ نفس پرستی دنیا طلبی سے نکل کر خالصتاً اللہ کا بندہ بنتا ہوا نظر آئے۔ حج کا فلسفہ اپنے اندر گہرا اسرار ورموز حکمت و وحدت مسلمین لئے ہوئے ہے کہ اگر تمام مسلمانان عالم اس کے نتائج وفوائد کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں تو وہ اپنی مادی زندگی سے نکل کر روحانی اور معنوی زندگی سے بہرہ مندہ ہوجائیں اور جب انہیں ایسی حیات حاصل ہوجائے تو نہ صرف ان کی انفرادی زندگی نمونۂ جنت بن جائے بلکہ ان کا اجتماعی عمل اور معاشرہ بھی جنت کا نمونہ بنتا ہوا دکھائی دے۔ اور ایسے دور رس اثرات مرتب ہوں کہ جس کا ثمرہ اس حیات میں بھی محسوس ہو اور اخروی زندگی بھی سنور جائے۔

لہٰذا ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہ معرفت حج ہی ہے جو بندگان خدا کو اس حقیقی حج کی دعوت دے رہی ہے۔ جس کا مطالبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اور معصومین علیہم السلام نے اپنی سیرت کے ذریعہ کیا ہے کہ انسانی اجتماع اس حج کے حقیقی مفہوم کو درک کرے اور اس کے اعلیٰ وارفع نتائج تک بھی امت مسلمہ کی رسائی ہو جو حقیقی حج کا ایک امتیاز ہے۔ ورنہ وہ حج جو صرف جاہ وحشمت اور دکھاوے کے لئے ہو اور اپنے کو حاجی کہلوانے کے لئے کیا جائے تو ایسا حج اور حاجی اصل حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ اس طرح کے حج کا مطالبہ نہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور نہ سنت میں اس کا بیان ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ایسا حج اہداف ومقاصد اسلامی کے خلاف ہے اور ایسی راہ پر گامزن کیے ہوئے ہے جو سامراجی طاقتوں کو قوت اور مقاصد اسلامی کو پامال کررہا ہے جہاں نہ اسلام کا کوئی پاس ولحاظ ہے اور نہ اس کے اہداف کا۔ اور ایسے حج کرنے والے حقیقی حج کے مفہوم کو مسخ کر کے خود نمائی اور نفس پرستی کا شکار ہورہے ہیں ورنہ کبھی ہمارے معاشرہ کا یہ طرز کلام نہ ہوتا کہ حاجی پاجی (شرارتی) ہوتے ہیں۔ یہ وہی دوری ہے جو حج کے فرائض کی انجام دہی تو کرارہی ہے لیکن اس کے انفرادی واجتماعی فوائد سے تہی دست وتہی دامن کیے ہوئے ہے ورنہ حاجی لقب کیساتھ ایسے لفظ کا استعمال

(نعوذ باللّٰہ من ذلک)

الغرض ہمیں مفہوم حج اور اس کے مقاصد پر غائر نگاہ سے مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ حج صرف حج نہ رہے بلکہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارتے ہوئے اُسے اپنے رب کا نیک سیرت بندہ اور معاشرے کا ایک ذمہ دار با اخلاق فرد بھی بنادے تا کہ اس کی دنیاوی زندگی حاضر و مستقبل کے لئے نمونۂ حیات اور اخروی زندگی سرخ رو اور کامیاب ہو سکے ۔ پروردگار عالم ہمیں حج کی سعادت سے بہرہ مند اور اس کے حقیقی مفہوم سے وابستگی کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

حوالے:

۱۔سورۂ حج،آیت ۲۷

۲۔ باب نوادر ما یتعلق بابواب الاحرام مستدرک الوسائل، ج۹،ص ۱۹۵

۳۔سورۂ آل عمران،آیت ۹۷

۴۔تفسیر المیزان ، ج ۳،ص ۳۷۵

۵۔ترجمہ تفسیر درمنثور، جلد ۲،ص ۱۵۶،مفسر امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی

۶۔تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف،جلد ۴،ص ۱۸

۷۔تفسیر امثل آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی دام عزہ، جلد ۲،ص ۴۵۴

۸۔سورہ بقرہ،آیت ۱۹۷

۹۔التہذیب ، جلد ۵ ،ص ۲۹۶

۱۰۔تفسیر اختصاصی المیزان، جلد ۲،ص ۲۹

۱۱۔ الامثل تفسیر اختصاصی، جلد ۲،ص ۳۱

۱۲۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۹۸

۱۳۔تفسیر المیزان، جلد ۲؍ص ۷۹،۸۰

۱۴۔تفسیر الامثل، جلد ۲،ص ۳۳

۱۵۔سورۂ بقرہ،آیت ۲۰۳

۱۶۔تفسیر نہج البیان، جلد ۱ ،ص۲۷۵

۱۷۔تفسیر المیزان، علامہ محمد حسین طباطبائی قدس سرہ، جلد ۲،ص ۸۲

۱۸۔سورۂ بقرہ، ۱۲۵

۱۹۔تفسیر المیزان، جلد ۱،ص ۲۸۳

۲۰۔تفسیر المیزان جلد ۱،ص ۸۳۔۲۸۴

۲۱۔تفہیم القرآن، ابو الاعلیٰ مودودی،جلد ۱،ص۱۱۰

۲۲۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۸

۲۳۔تفسیر شبر، جلد ۱،ص ۲۴

۲۴۔سورۂ فتح،آیت ۲۷

۲۵۔تفسیر الامثل، جلد ۱۶،ص ۴۴۶

۲۶۔بحار الانوار، جلد ۹۶،ص ۱۵

۲۷۔بحوالہ تاریخ طبری، جلد ۲،ص ۳۱۰،اختصار وخلاصہ کے ساتھ

۲۸۔نہج البلاغہ، خطبہ ۱، فی ذکر حج بیت اللہ

۲۹۔ثواب الاعمال،ص ۲۱۲

۳۰۔اعیان الشیعۃ ،ص ۳۱۶

۳۱۔اصول کافی ،جلد ۴،ص ۲۵۲، بحار الانوار، ج۵۹،ص ۲۶۷

۳۲۔التہذیب، ج ۵ ،ص ۲۴

۳۳۔اصول کافی، جلد ۴،ص ۲۶۸، الفقیہ، جلد ۳،ص ۴۴۲

۳۴۔بحارالانوار، جلد۹۶،ص ۱۱

حج جامع ترین عبادت

مولانا سید تقی رضا عابدی، حیدرآباد

حج اسلامی عبادات کی فہرست میں وہ جامع ترین عبادت ہے جس کی نظیر کسی اور عبادت میں نہیں ملتی۔ قرآن حکیم نے بعض عبادات کی حکمت وافادیت کے پہلو کی جانب اشارہ کیا ہے جیسے نماز کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔'' إنّ الصّلوٰة تنهٰى عن الفحشاء والمنكر'' روزے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے'' كتب عليكم الصّيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلّكم تتّقون'' اسی طرح مختلف عبادات کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا گیا لیکن حج کے سلسلے میں جو بات کہی گئی وہ انفرادی حیثیت کی حامل ہے جو اسلام میں حج کی عظمت وفضیلت کو مشخص کرتی ہے۔ چنانچہ حج کے متعلق ارشاد ہوا۔'' أذّن في النّاس بالحجّ... ليشهدوا منافع لهم'' پس اس الٰہی اعلان کے ساتھ حج کی دعوت دی گئی اور جب اس کے افادی پہلو کو بیان کرنا مقصود ہوا تو کسی ایک منفعت کا تذکرہ نہیں کیا گیا بلکہ ارشاد ہوا وہاں منافع کا مشاہدہ کریں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حج ایک جامع ترین عبادت ہے جس میں اجتماعی و انفرادی افادیت مدنظر رکھی گئی ہے اور معنوی منفعت کے ساتھ ساتھ طہارت روحی کا بھی خیال رکھا گیا ہے اور طہارت بدنی کا بھی فکرونظر بھی پاک کی جاتی ہے اور قلوب کو سکون بھی مہیا کیا جاتا ہے۔ حج بندہ کا خدا سے ارتباط کا ذریعہ بھی ہے اور خود مسلمانوں کے آپسی اتحاد کا بے نظیر مظاہرہ بھی۔ بندہ کو عرفان الٰہی سے سرشار بھی کیا جاتا ہے اور اس کی ظاہری طاقت کو بڑھاوا دیکر مشرکین کے دلوں میں اس کی ہیبت بٹھادیتا ہے، المختصر یہ کہ حج کی افادیت کو چند جملوں میں سمیٹا نہیں جاسکتا ہے اگر ایک سال کا حج اس کے مقصد اور فلسفہ کو نظر میں رکھ کر کیا جائے تو انفرادی زندگی میں بھی انقلاب برپا ہوسکتا ہے اور اجتماعی حالات بھی تبدیل ہوسکتے ہیں اگر حج کو زندہ کردیا جائے تو ایک سال کا حج پورے مسلمانوں کی تقدیر بدل سکتا ہے۔ حج کے اعمال کا ہر حصہ اپنے دامن میں ایک پیغام لئے ہوئے ہے۔ میقات جو حج کی پہلی منزل ہے۔ لقاء کی وہ چوکھٹ ہے جہاں سے بندہ بارگاہ الٰہی میں داخل ہوتا ہے۔ اس طرح سے کہ جو لباس روز مرّہ کا ہے اس کو بدل دیتا ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ دنیاوی لباس کو اتار کر اخروی لباس زیب تن کررہا ہے۔ ظاہری لباس کی تبدیلی ہی مقصود نہیں

بلکہ خواہشات مادی اور کثافت باطنی کو نکال کر باہر کرنا اور لباس آخرت یعنی کفن کی مانند لباس زیب تن کر لینا۔ کعبۃ اللہ کا طواف اشارہ کر رہا ہے کہ ہمارا مرکز اور محور ذات الٰہی ہے اور ہم اس کے گرد گھوم رہے اور چکر لگا رہے ہیں ہمارا محور حب دنیا نہیں بلکہ محبت خدا ہے۔ کعبۃ اللہ وہ مرکز ہے جس کے گرد سارے مسلمان گھومتے ہیں ہماری نماز کعبۃ اللہ کے سمت ہوتی ہے ہمارا ذبیحہ خانۂ خدا کی طرف اور یہاں تک کہ جب ہم مرجاتے ہیں تو ہمارا رخ خانہ کعبہ کی طرف ہوتا ہے۔ اس طواف کے بعد ہمارے تمام مناسک خدا کے ہوجاتے ہیں اور نماز معراج کی منزل پر پہونچ جاتی ہے۔ صفا ومروہ کے درمیان کی سعی ''لیس للانسان إلاّ ماسعٰی'' کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ انسان کی کوشش وتلاش جاری رہے اور یاد ہے اس ماں کی جو اپنے بیٹے اور لخت جگر کے لئے پانی کی کوشش کررہی تھی ایک پاکیزہ کے ایمان کی حرارت کی شدت زمین کا کلیجہ چیر کر اس کے اندر سے صاف شفاف اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری کر دیتی ہے۔

حج کے دوران عرفات کا میدان جو حشر کے میدان کی یاد تازہ کر دیتا ہے جہاں دنیا کے تمام مسلمان ایک مرکز پر جمع ہوجاتے ہیں قوم وقبیلہ کا فرق مٹ جاتا ہے گورے کالے امیر غریب غلام وآقا اونچ نیچ کا رنگ وزبان کا فرق اور تفاخر ختم ہوجاتا ہے۔ اور تمام معاشرہ مسلمین امت واحدہ میں تبدیل ہوجاتا ہے اور ید اللہ مع الجماعہ کا عکس صاف نظر آنے لگتا ہے۔ ایک خدا کے بندے ایک ماں باپ کی اولاد اور ایک خمیر تراب کے ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت یہاں پیش کی جاسکتی ہے کہ یاایّھاالنّاس انّا خلقناکم من ذکرٍوّ انثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم [1]

ترجمہ: اے انسانو! ہم نے تمھیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور مختلف قوم وقبیلہ قرار دیئے ہیں تاکہ تم پہونچانے جاؤ، یقیناً تم میں اللہ کے نزدیک وہی بہتر ہے جس کے پاس تقویٰ ہے۔

میدان عرفات مسلمانوں کی قوت وطاقت کا بے نظیر اجتماع ہے جو سال میں ایک مرتبہ تشکیل دیا جاتا ہے۔ یہ انسانی سرحدوں کا سمندر اگر سیلاب کی شکل اختیار کرے تو تمام دشمنان خدا کو بہالے جا سکتا ہے پھر روئے زمین پر اسلام ومسلمانوں کا کوئی دشمن ہی باقی نہ رہے۔ یہ اجتماع ایک ایسی کانفرنس ہے جسے بین الملی اور بین الاقوامی کانفرنس کہا جاسکتا ہے یہاں اس بات کا موقع فراہم کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان یک جٹ ہوکر اپنی تقدیر کا فیصلہ کریں۔ اقتصادی مشکلات ہو یا سیاسی مشکلات

ہر مشکل کا حل ڈھونڈا جاسکتا ہے ۔ ایک میدان عرفات تمام مسلمانوں کا مسئلہ حل کرسکتا ہے اور میدان سے لوٹنے کے بعد کوئی قوم اس کے مقابل کھڑی نہیں ہوسکتی ہے۔" انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" کا مصداق بن جائے گی۔

مشعر الحرام کا لق ودق صحرا رات کی تاریکی اور گہرا اندھیرا، فکر ونظر میں ڈوب جانے کی دعوت دیتا ہے لیکن فرصت کے لمحوں کو ضائع کرنے کے بجائے اپنی طاقت میں اضافہ کے لئے ہمیں کنکریاں چننے کا حکم شاید اس لئے دیا گیا ہے کہ اسلحہ کی طاقت بڑھاؤ ،اگر اللہ کا لشکر بن جاؤ گے تو وہ ابابیلوں کی مدد سے ابرہہ کے لشکر کو شکست دے دیگا۔

فرصت کے لمحوں میں جان ومال عزت وناموس کے تحفظ کے لئے اسلحہ کی طاقت بڑھاؤ تا کہ جب دشمن سامنے آجائے تو خالی ہاتھ نہ رہو۔ اور جب دشمن مقابل میں آئے تو سب مل کر اس کا مقابلہ کرنا۔ رمیٔ جمرات حج کی تعلیمات کا وہ اہم ترین حصہ ہے جہاں عملی تربیت دیکر یہ بتایا جارہا ہے کہ دشمن خدا سے راہ ورسم برقرار نہ رکھو بلکہ اس پر پتھر برساؤ۔خواہشات نفس کے بتوں کو گرانے کے ساتھ ساتھ وقت کے شیاطین جیسے ہمارے دور کے شیطان امریکہ واسرائیل ہیں ان پر ٹوٹ پڑو۔ پہلے بڑے شیطان کو مارگراؤ اور اس کے بعد تمام شیاطین کا قلع قمع کردو۔

منیٰ کا قیام بھی شاید اس لیے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کے بھائی ہو تو آپس میں مل جل کر رہنا بھی سیکھ لو۔ ایک دوسرے کی مزاج پرسی کرو اور ایک دوسرے کا خیال رکھو احوال پرسی کرو اور جو مدد ہوسکے وہ کرنے کی کوشش کرو ایک چھت کے نیچے رہو ایک ساتھ کھاؤ پیئو اور جینے کا سلیقہ سیکھو۔ ایک دوسرے سے ہاتھ ملاکر رخصت ہو جھگڑا کرکے نہیں، میل ملاپ آشتی اور پیام امن کے ساتھ حج کا اختتام عمل میں آتا ہے۔ خدا مسلمانوں کو سچے حج کی توفیق دے تا کہ انہیں ہر دکھ اور پریشانی سے نجات مل سکے۔

حوالے:

ا۔سورۂ حجرات ،آیت ۱۳

اسلام میں حج کی فضیلت اور اہمیت

مولانا انصار رضا

حج اسلامی احکام میں سے ایک مہتم بالشان حکم اور دین کے ارکان میں سے ایک عظیم المرتبت رکن ہے جس کے ذریعہ بندہ رضائے الٰہی کا طالب ہو کر مراتب رفیعہ کا حصول کرتا ہے اور انوار الٰہی کے تجلیات کی جھما جھم بارش سے گناہوں سے آلودہ دامن حیات کو پاک وصاف کرتا ہے۔ حج کے ذریعہ بندے کو روحانی لطافتوں، سوزوگداز کی پرکیف لذتوں کے وہ یادگاری لمحات میسر آتے ہیں جن کی بھینی بھینی خوشبو سے اس بندہ مومن کی شام جاں معطر ہوتی جاتی ہے اور وہ تادم مرگ اس پرنور ونکہت منظر کے حسین تصورات سے شاد کام رہتا ہے۔

حج کا لغوی اور شرعی مفہوم۔

علاّمہ ابن اسیر لکھتے ہیں حج لغت میں کسی شئی کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں شرائط معلومہ کے ساتھ قصد معین کو حج کہتے ہیں ۱۔ علاّمہ اصفہان لکھتے ہیں کہ حج لغت میں قصد وزیارت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں عبادت کیلئے بیت اللہ کے قصد کو حج کہتے ہیں ۲۔ علاّمہ ابوہمام لکھتے ہیں کہ حج کا لغوی مفہوم کسی معظم چیز کا قصد کرنا اور فقہی تعریف ہے ارکان دین میں سے کسی رکن کو ادا کرنے کیلئے بیت اللہ کا قصد کرنا یا اس مقصد کیلئے بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا۔

حج کا سبب۔

بیت اللہ ہے حج کے نفس وجوب کے شرائط میں اسلام عقل، بلوغ، اور حج کی استطاعت ہے اور حج کے وجوب ادا کے شرائط میں احرام، مکان اور اوقات مفہوم ہیں، حج کے ارکان میں وقوف عرفہ اور طواف زیارت ہیں اور حج کے واجبات میں میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدان عرفات میں رہنا، وقوف مزدلفہ، صفا مروہ میں دوڑنا شیطان کو کنکر یاں مارنا سر منڈانا یا بال کٹانا اور طواف کرنا ہے۔

حج کے سنن

طواف قدوم اور اس میں رمل کرنا، یا طواف زیارت میں رمل کرنا، سبز نشانوں کے درمیان تیز دوڑنا، ایام منیٰ میں رات گزارنا طلوع شمس کے بعد منیٰ سے عرفات جانا، طلوع شمس سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانا۔ حج میں جو احکام منع ہیں وہ یہ ہیں: عمل زوجیت، بال کاٹنا ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، سر اور چہرہ ڈھانپنا، سلا ہوا کپڑا پہننا، کسی دوسرے محرم کا سر مونڈنا، حل اور حرم میں شکار کے درپے ہونا

حج کے اقسام۔

حج کے تین اقسام ہیں ۱۔ افراد، یعنی حج کے دنوں صرف حج کرنا ۲۔ تمتع، ایک سفر میں پہلے عمرہ کا احرام باندھنا: طواف سعی کے بعد حلق کر کے اس احرام سے فارغ ہو جانا، پھر وقت آیا تو حج کا احرام باندھنا کیونکہ ایک ہی وقت میں دوعبادتیں جمع کر لیں یہ دوسرا فائدہ ہے تو اسے تمتع کہتے ہیں
۵۔ قِران ایک ساتھ ہی حج وعمرہ کا احرام باندھنا پہلے عمرے کے ارکان ادا کئے لیکن احرام بدستور رہا یہاں تک کہ ایام حج میں حج کے ارکان ادا کر کے حلق کرایا اور احرام سے فارغ ہوگئے۔

قرآن واحادیث میں حج کی فضلیت۔

حج کے فضائل و مناقب کے سلسلے میں قرآن واحادیث کے صفحات شاہد ہیں جن سے روز روشن کی طرح اس عبادت کی اہمیت وعظمت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
ترجمہ۔ بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہاں کا رہنما، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے ان آیات کریمہ سے حج کی عظمت وبزرگی اور اس کی فضلیت بحسن وخوبی مستفاد ہوتی ہے چند احادیث طیبہ بھی اس سلسلے میں نقل کی جاتی ہے۔
ترجمہ ۔حضرت ابن مسعود نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حج اورعمرہ کو یکے بعد دیگرے کرو یعنی قِران کا احرام باندھو یا بالفعل دونوں کو متصلاً کرو اس لئے کہ یہ دونوں افلاس اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کی میل کو دور کر دیتی

ہے اور حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہے۔

پیغمبر اکرم سے منقول روایت میں کہا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادے سے نکلا اور پھر راستے میں ہی مرگیا تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ہمیشہ کیلئے جہاد، حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھدیتا ہے۔

ترجمہ۔حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص زاد راہ اور بیت اللہ شریف تک پہنچادینے والی سواری کے مصارف کا مالک ہوا اور پھر اس نے حج نہ کیا تو اس کے یہودی اورنصرانی ہو کر مرنے میں کوئی فرق نہیں اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی خدائے تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جبکہ حج کے تمام ضروری مصارف کا مالک ہو۔رسولؐ اللہ کے ان روشن اور زرّیں ارشادات عالیہ سے حج کی فضیلت وعظمت کا اندازہ بحسن وخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ حج اپنے دامن کرم میں کیسی کیسی رحمتیں برکتیں لئے ہوئے ہے اور حج کرنے والوں کو قدر منزلت، سعادت وغایت ،کرامت وشرافت کے کیسے بے کراں خزانے بخشا ہے کہ حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہے، حج گناہوں کو اس طرح دور کردیتا ہے جیسے بھٹی لوہے وغیرہ کے میل کو، حج کے سفر کو روانہ ہونے والا مجاہد کی مانند ہے حاجی گناہوں سے ایسے پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے وہ ابھی شکم مادر سے آیا ہے۔ حج کی یہ وہ عظمتیں ہیں جو احادیث طیبہ کے پاکیزہ کلمات سے روشن وعیاں ہیں۔

حج اور یاد رفتگاں۔

حج کے تمام ارکان اور مناسک کے لازمی مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے،کعبہ کی نشاۃ ثانیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی،کعبہ کے گرد طواف کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ندا کی اور آج تک وہی مسلمان حج کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں جن کی روحوں نے عالم ارواح میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا پر لبیک کہاتھا،صفا مروہ میں دوڑنا حضرت ہاجرہ کے اضطرابی تگ ودو کی یادتازہ کرتا ہے۔ جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ لسلام نے کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی اس پتھر کو یہ شرف ملا کہ قیامت تک مسلمان اس پتھر پر نماز پڑھتے رہیں گے اور وہ تعمیر ابرہیمیؑ کی نشانی کے طور پر قیامت تک مسلمانوں کا مرکز عقیدت رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تسلیم ورضا کا اظہار کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جس طرح چھری کے نیچے گردن رکھدی تھی اس سنت کو ادا کرتے ہوئے آج

تک دس ذی الحجہ کوقربانیاں کی جاتی ہیں شیطان کے بہکانے پر ناراض ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ ہر حاجی پر رمی جمرات کو واجب کردیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ایسی آیات نازل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مناسک حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں ،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ۔ اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کولوگوں کا مرجع اور جائے امن بنایا اور ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو اور ہم نے عہد لیا ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کردو۔

ترجمہ۔ اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس بیت کوٹھکانا بنایا کہ کسی کو میرا شریک نہ بنانا اور میرے بیت کوطواف کرنے والوں کے لئے قیام کرنے والوں کے لئے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کرو، اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو وہ تمہارے پاس پاپیادہ اور دور دراز سے تھکی ماندی سواریوں پر سوار ہوکر آئیں گے۔ اس آیت کریمہ کے تحت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ صدرالا فاضل اپنے شہرہ آفاق حاشیہ ''کنز الایمان'' میں تحریر فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر دنیا بھر کے لوگوں کو ندا کردی کہ بیت اللہ کا حج کرو جن کے مقدر میں حج ہے انھوں نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا اللّٰھم لبّیک مذکورہ، بالا تصریحات سے یہ نتیجہ اخذ ہو جا تا ہے کہ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یادگار ہے حج کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے مورداور معدن کی زیارت کرنا، اللہ تعالیٰ کے گھر میں حاضر ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مثل اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنا اور ان دو عظیم رسولوں کی قربانی کی روح کو زندہ کرنا جنہوں نے حکم ربانی کے سامنے سرتسلیم خم کر کے ایثاروقربانی کی تاریخ میں عظیم الشان یادگار قائم فرمائی۔ حج کرنے والے مسلمانوں کے دل میں وہی جذبات موجزن ہوتے ہیں جو چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں تھے اور جو الفاظ انھوں نے کہے تھے وہی ان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

ترجمہ۔ منھ موڑ کر میں اس ذات کی طرف منھ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

ترجمہ۔ بیشک میری نماز میری قربانی میرا مرنااور میرا جینا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام دنیا کا پروردگار ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام کا اقرار کرتا ہوں۔دیکھا جائے تو ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حج کاپورا فلسفہ بیان کردیا ہے۔

حج کے فوائد۔

حج جس طرح بخشش ومغفرت، اخروی سعادت، فلاح وکامرانی اور خوشنودی خداوندی کا سبب وموجب ہے اسی طرح یہ جلیل القدر حکم شرعی اپنے اندر بے شمار دنیوی برکات، اور ایسے عظیم فوائد کو سمیٹے ہوئے ہے جن کے ذریعہ ایک صالح اور صحت مند معاشرے کی تشکیل کے اسباب فراہم ہوتے ہیں ہم اختصار کے ساتھ ان فوائد پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اسلامی وحدت: آج قوم مسلم اختلاف وانتشار کے قعر عمیق میں پڑی ہے۔ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مسلمان ایک دوسرے کے خلاف دست بگریباں ہیں۔ملت اسلامیہ کا دانش مند طبقہ اس ماحول میں اسی بات کا متقاضی ہے کہ مسلمانان عالم قومیت اور وطنیت کی چہار دیواری سے نکل کر اسلامی وحدت کے گلشن میں داخل ہوں اور ''واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً '' کا مظہراتم بن کر افق عالم پر نمودار ہوں حج ان اختلافات کے باوجود حصول مقصد کا بڑا ہی اہم ذریعہ ہے کہ جس میں رنگ ونسل اورلسانی سیکڑوں اختلا فات کے باوجود دینا کے کونے کونے سے چل کر تمام مسلمان ایک حال، ایک ہی قال میں ایک مرکز پر جمع ہوکر اسلامی وحدت کا شاندار مظاہرہ کرتے ہیں۔

باہمی تعاون اور اتحاد کی روح۔

یہ حج ہی کی مرکزیت کا نتیجہ ہے کہ تمام مسلمان جو اپنے اپنے مسائل میں الجھے ہوتے ہیں وہ دور دراز مسافتوں کو طے کر کے اور ہر قسم کی صعوبتوں کو برداشت کر کے دریا، پہاڑ، جنگل آبادی اور صحرا، کوعبور کر کے یہاں جمع ہوتے ہیں ایک دوسرے سے ملتے ہیں ایک دوسرے کے غم سے واقف اور حالات سے آشنا ہوتے ہیں جن سے ان میں اتحاد اور باہمی تعاون کی روح پیدا ہوتی ہے یہیں آکر چینی مراکشی سے، تونسی ہندی سے، تاتاری حبشی سے عجمی عربی سے اور افغانی افریقی سے جا ملتا ہے اور سب مل کر باہم ایک قوم ایک نسل اور ایک خاندان کے افراد بنکر آتے ہیں۔

اعمال کی نشاۃ ثانیہ۔

حج درحقیقت انسان کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیر کی جانب زندگی کا رخ پھیرنے کا موقع بہم پہونچاتا ہے۔ یہاں آکر انسان گناہوں سے آلودہ پچھلی زندگی کو ختم کر کے نیکی اور راست بازی کے ساتھ نئی زندگی شروع کرنے کا عہد کرتا ہے۔

ذمہ داریوں کا احساس۔

حج کرنے کی چاہ میں انسان اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہے کیونکہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اہل وعیال کے خرچ سے اس قدر رقم بچ جائے جس سے حج کے مصارف پورے ہوسکیں اس لئے انسان حج کے لئے اس وقت نکلتا ہے جب اپنے اہل وعیال کی ضرورت کا سامان مہیا کر لیتا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے اہل وعیال کی ذمہ داریاں خود بخود پوری کرنی پڑتی ہے اور جس شخص کے سر پر قرض کا بوجھ ہو وہ اپنا قرض اتارنے کی فکر کرتا ہے کیونکہ حج وہی شخص کرسکتا ہے جو قرض سے سبکدوش ہو اس طرح فریضۂ حج کی وجہ سے انسان کے دینوی معاملات پر بہت گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

دشمنوں سے دوستی۔

عام طرز معاشرت اور دینوی کاموں میں انسان اپنے سینکڑوں دشمن پیدا کر لیتا ہے لیکن جب انسان خدا کی بارگاہ میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے بری الذمہ ہوکر حج کے لئے جانا چاہتا ہے اس لئے رخصت کے وقت ہرقسم کے بغض وعناد سے اپنے دل کو صاف کر لیتا ہے۔ لوگوں سے اپنے قصور معاف کراتا ہے، روٹھوں کو مناتا ہے، جن کے حقوق تلف کر چکا ہو یا جن کا حق مار رکھا ہوان کے حقوق ادا کرتا ہے اس لحاظ سے فریضۂ حج معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

مساوات۔

اسلامی عبادات کے فوائد میں مساوات ایک اہم سنگ بنیاد ہے ہر چند کہ نماز سے بھی مساوات حاصل ہوتی ہے لیکن پوری وسعت اور ہمہ گیری کے ساتھ مساوات کا اظہار صرف حج میں

ہوتا ہے جب امیر اورغریب، عالم اور جاہل حکام اورعوام، بادشاہ اور رعایا، ایک لباس، ایک صورت ایک حالت اور ایک میدان میں کھلے آسمان کے نیچے رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں نہ کسی کے لئے کسی جگہ کی قید ہوتی ہے نہ سایہ کی رعایت ہوتی ہے نہ تقدم وتاخیر کی فضلیت ہوتی ہے۔

کسب حلال۔

کسب حلال بہت سی نیکیوں کا سر چشمہ ہے چونکہ حج کے مصارف میں شرعاً صرف مال حلال اور حرام کا فرق کرنا پڑتا ہے اور فریضۂ حج کے لئے مال، حال کی تگ ودو کرنی پڑتی ہے جس سے انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت سدھر جاتی ہے، الغرض فریضۂ حج انسان کی صرف اخروی سعادت اور بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ وہ اس کی اخلاقی ،معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، سماجی،قومی اور ملی زندگی کے ہرزاویہ و ہرگوشہ پر حاوی ہے اور مسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند منارہ ہے۔

اسلام میں حج وعبادات

مولانا سید مختار حسین جعفری

مفروضہ آسمانی ادیان میں سے اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو خدا کا پسندیدہ ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہو رہا ہے،''انّ الدّین عنداللّٰہ الاسلام ۱؎'' دین اللہ کے نزدیک بس اسلام ہے۔ یعنی خداوند متعال، انسان کے لئے دستور حیات اور اس کی زندگی کے لائحہ عمل کے طور پر صرف دین اسلام کو قبولیت کی سند دیتا ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر کسی بھی دوسرے دین کو اگر اختیار کیا جائے گا تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا، چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے،'' وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْإِسْلَامِ دِینًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِینَ ۲؎'' جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو اس کا وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کا شمار آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

خدا نے اپنے اس پسندیدہ دین یعنی اسلام میں انسان کی سعادت خوش بختی اور اس کے لئے زندگی بسر کرنے کی خاطر تین طرح کے پروگرام رکھے ہیں، اصول، فروع اور اخلاقیات، یہ بات قابل ذکر ہے کہ انسان کی زندگی میں جتنی اہمیت اصول و فروع کی ہے اتنی ہی یا اس سے زیادہ اہمیت اخلاقیات کی ہے۔ اور اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اسلام ہی خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ اور ابتدائے خلقت سے صبح قیامت تک اللہ کی طرف سے یہی دین مختلف ناموں اور مختلف پروگراموں کے ساتھ اس کائنات میں انسانوں کی دنیا و آخرت کو سدھارنے اور سنوارنے کا کام کرتا رہا ہے۔ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان کے لئے اس دنیا میں رہ کر اس کی آخرت سنوارنے کے لئے اسلام سے بہتر اور جامع نظام حیات نہ کبھی دنیا میں آیا ہے اور نہ قیامت تک آئے گا۔

تنقیح بحث

بحث کا عنوان ہے اسلام میں حج وعبادت۔ یہ موضوع حج اور عبادت دو مفاہیم پر مشتمل ہے، جس میں پہلے مفہوم کا تعلق اسلام کے فروع سے ہے اور فروعات اسلام میں حج کا تیسرا مقام ہے۔

لسان قدرت سے اس لفظ کا اظہار اس وقت ہوا جب رب کریم نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ حکم دیا کہ،'' و اذّن فی النّاس با لحجّ یأ توک رجالاً وّ علیٰ کلّ ضامرٍ یّا تین من کلّ فجٍّ عمیق '' ۳؎

اے ابراہیم! لوگوں کو حج کی دعوت دو ، اور ہاں یہ مت سوچنا کہ تمہاری یہ آواز مکہ کی پہاڑیوں کے درمیان مقید ہوکر رہ جائے گی بلکہ یہ آواز دنیا کے کانوں تک پہونچے گی اور لوگ تمہاری آواز پر لبیک کہیں گے اور ہر گھاٹی سے نمودار ہوکر حج کے مراسم کو انجام دیں گے ۔ چنانچہ اس دور سے لے کر آج تک ہر سال بڑی تعداد میں لوگوں کا حج کے مراسم کو انجام دینے کے لئے خانۂ خدا کا قصد کرنا ، جہاں دین اسلام کی شان و شوکت کا مظہر ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ ایک قدیمی رسم ہے جو صدیوں سے چلی آرہی ہے اور چونکہ اسلام کا جزو ہے تو ماننا پڑے گا کہ اسلام بھی قدیمی دین ہے۔

ربّ کریم نے امّت محمدیہ پر جب حج کو واجب کرنا چاہا تو ارشاد فرمایا،''و للّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلا ۴؎''اس آیہ کریمہ میں حج کو واجب تو کیا گیا ہے مگر صرف ان لوگوں پر جو خانہ خدا تک پہونچنے کی مالی اور بدنی استطاعت رکھتے ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام صحت وسلامتی اور مال و ثروت کو اہمیت دیتا ہے اور وہ انسان کو ہر حال میں خدا کا بندہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ چاہے وہ مال وثروت کا مالک ہو یا غربت و افلاس سے جھوجھ رہا ہو۔ ان میں سے کوئی بھی حالت اس کے بندۂ خدا بننے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی ہے اس لئے کہ بندہ بننے کا تعلق اس کے عقیدے، عمل اور اخلاقیات سے ہے۔

''عبادت کا مفہوم''

یہ ایک عام اور وسیع مفہوم ہے جس پر عمل آوری انسان کو خدا کا بندہ بنانے کا وہ واحد عنصر ہے جو قرآنی آیت کی روشنی میں ہر جن و انسان کا مقصد حیات ہے،''وماخلقت الجنّ والانس الاّ لیعبدون'' ۵؎ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

حدیث میں ارشاد ہوتا ہے،''اوّل ما خلق اللّٰہ العقل'' ۶؎ سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا، اور عقل کی تعریف میں مولائے کائنات کا ارشاد ہے ،''العقل ما عبد بہ الرّحمن واکتسب بہ الجنان '' عقل وہ ہے کہ جس سے ''رحمٰن'' کی عبادت کی جاتی ہے اور جنت کا اکتساب کیا جاتا ہے۔

آیت اور حدیث کے تال میل سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ وہ عبادت کہ جو انسان کی

خلقت کا مقصد ہے اس کے لئے عقل کا ہونا ضروری ہے ۔ اور یہی وہ چیز ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز اور نمایاں مقام پر فائز کرتی ہے۔اور وہ اس طرح کہ اگر دیگر مخلوقات جیسے زمین آسمان ، چاند سورج،ستارے ، سیارے ، چرند ، پرند ، خشکی اور سمندر کی مخلوقات جو انسان سے ہٹ کر ہیں۔مختصر یہ کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز اگر طوعاً وّ کرہاً اور تکوینی و غیر اختیاری طور پر ، خدا وند قدوس اور خالق ہستی کی اطاعت وفرمانبرداری اور عبادت میں محو وسرمست رہتی ہے اور ابتدا ، خلقت سے آخر تک کبھی بھی عبادت سے غفلت نہیں برتتی، ”و إن من شئٍ إلاّ یسبّح بحمده و لکن لاّ تفقهون تسبیحهم“ ﴿ اور کائنات کی ہر چیز اللہ کی حمد کے بیان کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے ۔تو انسان بھی اگر عقل کو کام میں لائے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی خو کو اپنا کر چلے تو ہر آن اپنے آپ کو عبادت میں مصروف و مشغول رکھ سکتا ہے اور دوسری مخلوقات کے مقابلے میں اپنے ارادے و اختیار سے خالق ہستی کی عبادت میں زندگی کی ہر سانس گذار کے اپنے امتیاز کو نہ صرف برقرار رکھ سکتا ہے بلکہ مقام بندگی میں معراج کی منزلوں کو بھی چھو سکتا ہے۔

”عبادت کا دائرہ“

عبادت صرف چند اعمال کا نام نہیں ہے کہ انسان نماز پڑھ لے ، روزہ رکھ لے ، کچھ صدقہ و خیرات کردے ، کہیں کہیں مذہبی مراسم میں شریک ہو جائے ، یا تقریروں کے ذریعے دین اسلام کی تعریف کردے بلکہ اگر انسان خدا داد عقل کو استعمال کرے تو اس کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کی عبادت کا مظہر بن سکتا ہے اور ایسا انسان مقصد کی تکمیل کی خاطر زندہ رہتا ہے اور مقصد ہی کی تکمیل کی راہ میں اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اس کے لئے انسان کو اپنے دل و دماغ میں یہ تصور بٹھانا پڑے گا کہ وہ خدا کا بندہ ہے اسی کی مخلوق ہے وہی روزی دینے والا ہے وہی اس کی موت وحیات کا مالک ہے اور اسے ہر کام خدا کی مرضی کے مطابق کرنا چاہئے۔اور کسی بھی حالت میں شریعت اسلام کے دامن کو نہیں چھوڑنا ہے۔ خواہ وہ دارالسلام میں ہو یا دارالحرب میں ، بلاد کفر میں ہو یا اسلامی مما لک میں، مسلمان دوستوں کی بزم میں ہو یا غیر مسلم سماج اور معاشرے میں زندگی بسر کررہا ہو ۔

سماج میں مقام وحیثیت کا مالک ہو یا فقیر اور بوریا نشین ہو۔کالا ہو یا گورا ، پڑھا لکھا

ہو یا ان پڑھ اور نادان ، وہ ہر حال میں شریعت کے مطابق زندگی بسر کر کے اپنی خلقت کے مقصد کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔ اس لیے کہ شریعت محمدی ﷺ سہل اور آسان ہے اور ساتھ ہی اس کا دائرہ کار وسیع اور فراگیر ہے۔ دنیا چاہے کتنی بھی ترقی کر جائے اور منظومہ شمسی کے کسی بھی سیارے پر جا کر بسنے لگے وہ اسلام اور شریعت کے دائرہ عمل سے باہر نہیں جا سکتی۔ ''الھی لایمکن الفرار من حکومتک'' ۸؎ خدایا تیری حکومت سے فرار کرجانا ممکن نہیں ہے۔

''مظاہر عبادت''

چونکہ عبادت کا دائرہ عمل وسیع ہے تو ایک اعتبار سے اسلام میں عبادت کے طور طریقوں اور مظاہر و مصادیق کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اگر محراب مساجد میں قیام وقعود وسجود و رکوع اور راز و نیاز کی صورت میں انجام دیا جانے والا عمل عبادت کہلاتا ہے تو اسلامی امت کے حقوق کی بازیابی کے لئے احتجاج، کشور اسلامی کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرنا، اسلام کی عزت وسربلندی کے لئے حج کے مراسم میں منیٰ وعرفات میں اور حتی طواف کے دوران بھی اسلام کے دیرینہ اور قسم خوردہ دشمنوں سے بیزاری ونفرت کا اظہار کر کے، کلمۂ لا الہ الاّ اللّٰہ کو اجتماعی عملی پیکر میں ڈھالنا بھی بہترین عبادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں اسلام نے نماز روزے وغیرہ کو عبادت کا درجہ دیا ہے وہیں حج کو بھی ایک بہترین عبادت قرار دیا ہے جہاں انسان لاکھوں روپے خرچ کر کے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے جاتا ہے تو وہاں وہ صلوٰۃ وتسبیح اور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں ہی مصروف نہیں رہتا بلکہ حج کے پورے پانچ دنوں میں حج کے جزو کے طور پر جو نماز واجب ہوتی ہے وہ چار رکعت ہے جو نماز طواف کہلاتی ہے۔ حج کے دیگر اعمال و ارکان میں تحرک ہے، جذب و جوش ہے یک رنگ ویک لباس ہو جانا ہے۔ ایک ساتھ عرفات کی طرف جانا ہے، ایک ساتھ اور مخصوص مدت میں وہاں پر ٹھہرنا ہے۔ شام کو ایک ساتھ وہاں سے واپس مزدلفہ کی کے لئے نکلنا ہے جہاں سے شیطان کو مارنے کے لئے کنکریاں جمع کی جاتی ہیں۔ جن کو جمع کرنے والوں کے دلوں میں اگر وہ خلوص اور پاکیزگی ہو اور وہ اعتماد اور توکل ہو جو حضرت عبدالمطلب کے اندر تھا تو وہ کنکریاں ''حجارۃ من سجّیل'' ۹؎ کا مصداق بن کر، کعبۂ امت اسلامی پر چڑھائی کرنے والے ہر دور کے ابرہہ کے لشکر کو ''عصف

ماکول" ۱۰ میں تبدیل کرسکتی ہیں ۔

اگر صرف ایک بار ، اور ایک سال دنیا کے مسلمان ، وجوب حج کے فلسفہ اور حکمت کو درک کر کے حج بجالائیں ،ایک ایسا حج کہ جس کا مقصد ، اس فخر ابراہیمؑ کی آواز پر لبیک کہہ کر حج کے تمام اعمال میں وہ روح پھونکنا ہو کہ جو خداوند متعال کی مرضی ہے ایک ایسا حج کہ جس کے ذریعے اسلام کی طاقت ،شان وشوکت اور قدرت کا مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے ۔

ایک ایسا حج کہ جس کے ذریعے دنیا کو یہ باور کرایا جائے کہ یہ کائنات اللہ کی ہے اور اس دنیا میں زندگی بسر کرنے والے انسان اللہ کی مخلوق ہیں ، اور روئے زمین پر طاقت و قدرت کے تمام ذخائر اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ تو اللہ کے علاوہ ان سب پر حکومت کرنے کا حق کس کو ہے اور کس نے انھیں یہ حق دیا ہے ؟! ایک ایسا حج جس میں عرفات میں ،منیٰ میں ،مزدلفہ میں ،مسجد الحرام میں اور مکہ کی سرزمین پر اور مدینۃ الرسول ﷺ میں تمام مسلمان مل کر یہ طے کریں کہ وہ روئے زمین پر اللہ کی حکومت کے استقرار کے لئے متحد ہو کر کام کریں گے اور صرف قرآن کریم اور سیرت رسولؐ و اہلبیت رسول ﷺ کو الٰہی حکومت کے منشور کے طور پر تسلیم کریں گے اور دنیا کو تسلیم کروائیں گے۔ اس لئے کہ راستے سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی ہدایت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

ایک ایسا حج کہ جس میں بیت المقدس کی غاصب صہیونی حکومت کو یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اسلامی سرزمینوں کو چھوڑ کر جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس لوٹ جائیں ورنہ سارے مسلمان مل کر فتح مکہ کی تاریخ ایک بار پھر دہرائیں گے۔ اسلام میں بس ایسا ہی حج عبادت ہے جو حضرت ولی عصر علیہ السلام کی موجودگی میں ان کی قیادت میں ہو اور ان کی غیبت کے زمانے میں ان کے نائب برحق ، ولی امر مسلمین کی نگرانی میں انجام پائے تاکہ ہر سال کا حج ایک نئے مقصد کی تکمیل اور نئی جہت تک پہونچنے کے لئے ہو۔ ورنہ حج سے صرف تھکاوٹ اور وقت کی تضیع کے علاوہ اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ خدا وہ دن قریب لائے کہ جب مسلمان ایسا حج کر کے حقیقی عبادت کا ثواب حاصل کر سکیں ۔ آمین

حوالے:

۱۔سورۂ آل عمران،آیت ۱۹

۲۔سورۂ آل عمران،آیت ۸۵

۳۔سورۂ حج ،آیت ۲۷

۴۔سورۂ آل عمران،آیت ۹۷

۵۔سورۂ الذاریات،آیت ۵۶

۶۔اصول کافی ،کتاب العقل والجہل

۷۔سورۂ اسراء،آیت ۴۴

۸۔دعائے کمیل

۹۔سورۂ فیل،آیت ۴

۱۰۔سورۂ فیل،آیت ۵

حج کے اصل مقاصد اور موجودہ صورتحال

پروفیسر علی محمد نقوی

حج وہ جامع عبادت ہے جو سب عبادتوں کا نچوڑ ہے۔ اس کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے:

آن کہ خوبان همه دارند تو تنها داری

خدا کو جو کچھ بھی آدمی کو سکھانا تھا اس کو تربیت گاہ حج کے نصاب میں داخل کر دیا۔ حج اسلامی توحید، عشق نبیؐ، جہان بینی، فلسفہ خلقت، فلسفہ تاریخ اور تاریخ انبیاء کا مرقع ہے۔ مثالی انسان، مثالی اخلاق، مثالی قربانی سب کچھ حج کے آئینے میں نظر آتی ہیں۔ مساوات، برابری، برادری، سادگی، بے آلائشی، صلح و صفا، مشقت طلبی، سخت کوشی، نفس پر کنٹرول، حج میں سب کی نمائش ہے۔ بھوک سے جنگ تک سبھی کچھ اس میں موجود ہے۔ خدا بھی اور روٹی بھی بندگی بھی اور نجات بھی اصلاحِ نفس بھی اور امت میں فرد کا الحاق بھی ان تمام باتوں کو خدا نے حج میں ڈال دیا۔

حج کی اہمیت کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہر مسلمان کو، جس کو استطاعت ہو حج ایک بار کرنا ہی کرنا ہے۔

حج کا کیا فلسفہ ہے اس کے کیا فوائد ہیں اس سلسلے میں تجزیہ اور تحلیل کی انتہائی ضرورت ہے کیونکہ حج کے مقاصد سے آگاہ ہو کر ہم روح حج کو سمجھ سکتے ہیں اور حج کے حکم پر ویسا عمل کر سکتے ہیں جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہم کو موجودہ صورتحال کا معروضی جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے۔

جب ہم قرآن کریم اور احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو حج کے آٹھ بنیادی مقاصد سامنے آتے ہیں۔

ہم اجمالی طور پر ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

حج کا پہلا مقصد اور فائدہ انسان میں للّٰہیت پیدا کرنا اور روحانیت میں کمال کا حصول ہے۔ یہ کہ اللہ انسان کے وجود کا محور بن جائے۔ سفر حج ایک علامت ہے۔ یہ خود سے خدا کی طرف کوچ ہے۔ اس کا سب سے اہم مقصد رضائے رب کے حصول کو انسان کی زندگی کا مقصد بنانا ہے۔

مناسک حج کے ہر ہر قدم پر یہ مقصد نمایاں ہے۔نیت کے بغیر حج نہیں۔نیت خالص اللہ کے لئے۔ جب بندہ کہتا ہے اے پروردگار لبیک میں آ گیا تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا تو گویا وہ اپنے وجود کو اپنے رب اور مالک کی چوکھٹ پر رکھ دیتا ہے۔

حج کا دوسرا مقصد تزکیۂ اخلاق ہے۔ حج ابن آدم کو آدمی سے انسان کی منزل تک پہچانے کی عملی مشق ہے۔

حج اپنے نفس پر کنٹرول رکھنے، عیش و نوش کی زندگی کو خیر باد کہنے، درندہ صفتی کو ترک کرنے، شہوت کی طغیانی کو مہار دینے کا ایک درس ہے۔فخر تکبر، خود برتر بینی اور جاہ و مال کی نمائش کے خول سے نکل کر ہزاروں قطروں میں ایک قطرہ بن کر برابری اور مساوات کا وہ درس ہے جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں۔

حج کا تیسرا مقصد دین اسلام کی تقویت، ایمان اور آگہی کی دولت فراہم کرنا ہے۔

امیر المومنین نے جہاں مختلف اسلامی عبادتوں اور احکام کے رموز اور علل بتائے ہیں وہاں حج کے بارے میں فرماتے ہیں:

”والحج تقویه الدین“

حج دین کی تقویت کا سبب ہے۔

استاد مطہری کے نظریہ کے مطابق دین کی تقویت دو طرح سے ہوتی ہے۔

سب سے پہلے جب مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہوتا ہے تو اس سے دین کو مضبوطی ملتی ہے۔

دوسرے یہ کہ دوران حج مومن کے وجود میں ایمان رچ بس جاتا ہے۔ اس کا ایمان زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔یہ بحث معرفت کا اہم باب ہے کہ معرفت کے حصول اور اس کے استحکام میں عمل اور praxis کا کیا مقام ہے۔بعض مکاتب نے اس سلسلے میں افراط کا راستہ اپنایا ہے اور عمل کو ہی سچی معرفت کا وسیلہ مانتے ہیں۔ یہ تو صحیح نہیں ہے، مگر یہ سچ ہے کہ معرفت کے استحکام میں عمل کا اہم کردار ہوتا ہے۔ حج وہ روحانی تجربہ ہے جو ایمان ومعرفت کو بہت گہرا کر دیتا ہے اور ایمان انسان کے وجود میں رچ بس جاتا ہے۔

حق تو یہ تھا حج ایک بڑی workshop بلکہ اسلام کو سمجھنے کا ایک intensive course کی حیثیت کا حامل ہوتا۔ دوران حج اعتقادات کی تشریح کے لکچر، خطبے ہوتے اور مسلمان آپس میں

مذاکرے کرتے۔

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ حج میں ایمان کا درس لیا جائے، اتحاد کا درس لیا جائے، حج کا فلسفہ سمجھنے کی کوشش کی جائے، حاجی توحید کے رموز سے آگاہ ہوں اور اس آگاہی کا تحفہ لے کر اپنی قوم میں واپس آئیں اور اور اس رطب کو کھلائیں اور اس زمزم کو پلائیں تو جس طرح برسات کے بعد فصلیں لہلہا جاتی ہیں ہر حج سے ایمان اور اگہی کی فصلیں لہلہا اُٹھتیں۔

حج کا چوتھا مقصد امت میں بیداری پیدا کرنا ہے۔ ہر طرح کی بیداری۔ اعتقادی بیداری، سماجی بیداری، سیاسی بیداری، تعلیمی شعور، اقتصادی ترقی کا road map. حج میں معاش بھی ہے، معاد بھی، لیکن سب سے اہم دینی اور اعتقادی بیداری ہے۔

اسلام کا مقصود یہ تھا کہ حج' ہر سال تدریس کا ایک ایسا دَور ہوتا کہ حاجی روحِ حج، پیغام اسلام، مکتبِ توحید سے آگاہی حاصل کرتے اور پھر وہ؛ بھری جھولیوں کے ساتھ اپنے ملکوں، اپنے شہروں میں واپس آتے۔ حج ایک جوش مارتا ہوا زمزم ہوتا کہ جو ہر سال امت مسلمہ کو اپنے نکھرے ہوئے ایمان و اندیشے سے سیراب کرتا۔ ایک حاجی اپنے اس عہد کے ساتھ جسے اس نے حجرِ اسود کو چوم کر کیا ہے، لوگوں کے درمیان ایک ایسے نور کا حامل ہوتا۔ اگر ہر کوئی اپنی سطح کے مطابق لوگوں کو کم از کم ایسے موقع پر جب وہ بیٹھا ہے مکتبِ حج سے آشنا کرتا تو ہر سال ساری دنیا کے مسلمانوں میں سے ایک ملین پندرہ لاکھ مدرسینِ حج کے ذریعے تعلیم پا رہے ہوتے۔

حج کا پانچواں مقصد یہ ہے کہ حج اسلام کی طاقت کا مظہر ہے۔ ملکوں کا دستور ہے کہ یوم آزادی یا کسی دن اپنے ٹینک، توپ میزائل کے ساتھ فوجی مشق ونمائش کے ذریعہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ طاقت کے مظاہرہ کا ایک مقصد اپنی قوم میں اعتماد بہ نفس پیدا کرنا۔ دوسرا مقصد دشمنوں کو مرعوب کرنا اور ان کو یہ پیغام دینا ہوتا ہے کہ ہماری طرف ٹیڑھی نظروں سے نہ دیکھنا۔ اسلام ٹینک اور توپوں کی نمائش نہیں کرتا بلکہ حج کے ذریعہ افرادی طاقت اور اتحاد اور قربانی اور سخت کوشی کا وہ مظاہرہ کرتا ہے کہ دشمن ہراساں ہو جائے۔ حج مسلمانوں کی طاقت کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں ؍ ''جعله سبحانه تعالی للاسلام علماً''

حج کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا پرچم قرار دیا۔ پرچم کسی ملت اور قوم کی آزادی اور طاقت کی

علامت ہوتا ہے۔ جنگ میں پرچم کو دیکھ کر ہی یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ جماعت ڈٹی ہوئی ہے۔ پرچم گر جانے کو شکست کی اور پرچم لہرانے اور آگے بڑھنے کو فتح کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ دشمن کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ پرچم گر جائے۔ اسی لئے قدیم دور میں سب سے زیادہ بہادر کے ہاتھ میں پرچم تھمایا جاتا تھا۔ پرچم کسی قوم وملت کی انفرادی شناخت کی بھی علامت ہوتا ہے۔ امیر المومنینؑ نے حج کو اسلام کا پرچم قرار دیا ہے۔ حج مسلمانوں کی طاقت کا مظہر، حج مسلمانوں کی آزادی کی علامت اور حج مسلمانوں کے تشخص کے قائم رکھنے کی ضمانت ہے۔ اس سے زیادہ بلیغ انداز میں یہ نکتہ کہا نہیں جا سکتا تھا۔ جب تک حج زندہ اور باقی ہے، مسلمان زندہ اور باقی ہیں۔ اس نکتے کو ایک حدیث میں یوں کہا گیا ہے۔

"لم یزال الدین قائما ما قامت الکعبه" جب تک کعبہ قائم ہے دین قائم رہے گا۔

حج کا چھٹا اور ساتواں مقصد درس اخوت و مساوات ہے۔ حج برادری اور برابری کی سالانہ مشق ہے۔

سب سے بڑا مقصد اتحاد امت ہے۔ حج کے ارکان کے فلسفہ پر تھوڑا بہت غور بھی ہم کو اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ حج کی تشریع ہی اتحاد امت کی غرض سے ہوئی ہے۔ حج کا مقصد یہ تھا کہ عمر میں ایک بار کم از کم ہر مسلمان پوری دنیا کے مسلمانوں سے ملے، ان کے ساتھ رہے اور سب مل کر اللہ کی عبادت انجام دیں تاکہ ان میں محبت اور بھائی چارے کے جذبے کو فروغ ہو۔

تمام مقاصد تو استنباط شدہ ہیں مگر ان دو مقاصد کا ذکر شارع مقدس نے کیا ہے۔ پیغمبرؐ گرامی نے اسلامی وحدت کا سب سے کھلا اعلان عام حجت الوداع کے موقع پر کیا:

" یا ایّها النّاس انّ ربکم الواحد وآباء کم واحد ، کلّکم لآدم و آدم من تراب انّ اکرمکم عند اللّٰه اتقاکم"

اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہی ہے، تمہارے مورث اعلی ایک ہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک کردار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر برتری نہیں، سوائے تقویٰ کی بنیاد پر۔

یہ بات معنی خیز ہے کہ رسولؐ کریم نے یہ جملے مکہ، منیٰ اور عرفات میں حج کے دوران ادا فرمائے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حج کا سب سے بڑا مقصد اور فائدہ اتحاد امت اور مسلمانوں میں برادری کا احساس پیدا کرنا ہے۔ پیغمبرؐ نے یہ جملے حج کے دوران اس سرزمین میں کیوں ادا فرمائے۔ تا کہ جب تک حج کا سلسلہ قائم ہے، جب تک دنیا کے گوشہ و کنار سے لوگ حج کرنے آتے رہیں ان کو نبیؐ کریم کی صدا کی یہ گونج سنائی دیتی رہے اور ان کو یہ بات ذہن نشین ہوتی رہے کہ اس عظیم عبادت کا ایک مقصد ان میں برادری کی روح پیدا کرنا ہے۔

امام صادقؑ نے مشہور حدیث میں فرمایا:" فجعل فيه الاجتماع من الشرق والغرب ليتعارفوا"

خداوند نے مقرر فرمایا کہ مشرق اور مغرب سے سب مکہ میں جمع ہوں تا کہ ایک دوسرے سے مانوس ہوں اور پہچانیں۔

استاد مطہری نے لکھا ہے کہ اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جب ہم حج کو جائیں تو ڈھیر سارے کارڈ لے جائیں اور مسلمان ایک دوسرے کو دیں تا کہ حج سے واپس آئیں تو بھی آپس میں روابط قائم ہوں۔ حج کا مقصد یوں حاصل ہوتا۔ لیکن اپنی اور اپنے مادی فوائد کی فکر میں ڈوبے افراد فلسفہ حج کے اس پہلو کی طرف سے بھی بے خیال ہیں۔

حج کا ساتواں مقصد درس محبت ہے۔ احرام باندھنے کے بعد انسانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حیوانات کے ساتھ بھی قساوت اور ظلم سے پرہیز کرنا لازم ہے ورنہ حج ہی نہیں۔ یہ انسانوں کے درمیان باہمی امن و امان کا درس ہے۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر تصریح کی ہے کہ کعبہ اور حدود حرم جای امن و امان ہے۔ یہاں نہ کسی انسان سے جھگڑا کیا جا سکتا ہے، نہ ظلم و زیادتی، نہ گالی گلوچ، ہر انسان سے بس محبت ہی سے پیش آسکتے ہیں۔ یہی نہیں، کسی چھوٹے سے چھوٹے جانور کو بھی تکلیف نہیں پہنچائی جا سکتی، ہلاک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایک چیونٹی یا مچھر کو بھی دانستہ مار دیا تو حج ہی ختم ہو جائے گا۔ ہمارے جینی برادران وطن منھ پر کپڑا باندھتے ہیں جو سمبلک طور پر اس کی علامت ہے کہ ہم چھوٹے سے چھوٹے جاندار کو بھی ہلاک نہیں کرنا چاہتے۔ اسلام میں سمبلک طور پر یہ بات احکام حج میں دیکھی جاتی ہے۔

آج حقوق انسان ہی کا نہیں حقوق حیوانات کا بھی تذکرہ ہے۔ اسلام نے حج میں حقوق انسان اور حقوق حیوان دونوں کا احترام سکھایا ہے۔ اور حج کے دوران ہر حاجی کے لئے کوتاہ مدتی درس باز آموزی کا اہتمام کرایا جاتا ہے۔

حج کا آٹھواں مقصد درس عدالت ہے۔ حج جہاں ایک طرف ہم کو حقوق انسان اور حقوق حیوانات کی پاسداری کا درس دیتا ہے تو دوسری طرف ظالم اور ظلم سے پیکار بھی سکھاتا ہے۔رمی جمرات ظلم سے نفرت اور ظالم اور طاغوت کو نکارنے کی مشق کرانا ہے۔ اسلام صرف نرمی ہی نرمی کا مذہب نہیں۔ظلم اور ظالم کے مقابلے میں کھنچی ہوئی تلوار ہے۔رمی کے موقع پر یہاں منظر ہی دوسرا ہے۔ ہر حاجی انتہائی جوشیلے اور انقلابی جذبے کے ساتھ تین پتھروں پر جو طاغوت یعنی شیطان اور ظالم کی علامت ہیں، کنکریاں مارتا ہے۔ حج سکھاتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو یوں ہونا چاہیے جس کی تصویر علاّمہ اقبال نے کھینچی ہے:

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

حج اس طرح کے مسلمان افراد کی تربیت کرنے کی یونیورسٹی ہے۔

یہ حج کے آٹھ اہم مقاصد ہیں جن کا فہرست وار تذکرہ ہوا۔ضمنی مقاصد تو اور بھی بہت سے ہیں۔

اسلام کا منشاء یہ تھا کہ ہر سال یہ بین الاقوامی کیمپ منعقد ہو اور اس میں مسلمان یہ درس لے کر جائیں اور اپنے معاشرے میں عام کریں۔ ہر انقلاب کے ساتھ ایک ضد انقلاب بھی لگا رہتا ہے۔یہ انقلاب چاہے سیاسی انقلاب چاہے روحانی انقلاب۔ انقلاب دشمن طاقتوں کی ایک خاص روش یہ ہوتی ہے کہ عمل کی شکل رہ جائے مگر اس کی روح رخصت ہو جائے۔ حج کے ساتھ بھی یہی کیا گیا۔

حج کا پہلا مقصد للّٰہیت تھا۔ جس حج کا مقصد للّٰہیت پیدا کرنا تھا وہاں حالت یہ کہ ہم حاجی بن کر سراسر مادیات میں لت پت واپس آتے ہیں بقول مفتی مکرم صاحب ۲۰ کیلو لے کر جاتے ہیں اور ۱۲۰ کیلو لے کر واپس ہوتے ہیں۔

جس حج کا مقصد تزکیہ اخلاق تھا اس کو چغلی اور ایک دوسرے کی برائی کا مرکز بنا دیا، جس حج کا مقصد بیداری پیدا کرنا تھا اس کو امت کے لئے افیم بنا دیا، جس حج کا مقصد معرفت اور ایمان میں اضافہ تھا، وہاں یہ حالت کہ ہم بے سمجھے بوجھے مکہ جاتے ہیں، اور جیسے تیسے اعمال و مناسک انجام دیتے اور کورے واپس آجاتے ہیں۔ مقصد بس یہ ہو گیا کہ مشینی انداز میں کچھ مناسک

ادا کریں جن کا فلسفہ یا رمز کی بھنک بھی ہم کو نہیں لگی اور آ کے الحاج کا لقب اپنے نام میں اضافہ کر لیں۔

جس قدر سونے، کھانے ، حفظانِ صحت ، تحفے تحائف، بد نما آمرانہ تظاہر اور مزاجِ حج کے برخلاف تجمّل نمائیوں پر توجہ دی جاتی ہے' اور تعصب' کینہ' موشگافی وغیرہ وسواس کو اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ اگر امّت کے مسائل پر غور کرتے تو اسلام مستحکم قلعہ بن چکا ہوتا۔

حج کا سب سے اہم مقصد مسلمانوں میں اتحاد اور بھائی چارہ پیدا کرنا تھا۔ جس طرح جاہلیت قدیم میں کعبہ کے مجاوروں نے ہی کعبے میں تین سوساٹھ بت رکھ دئے تھے۔ اسی طرح افسوس کا مقام یہ ہے کہ ایک بار پھر کعبے کے مجاور ہی حج کو، جس کو شارع مقدس نے اتحاد امت کا سر چشمہ قرار دیا تھا، مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ دوسرے فرقوں کی ردّ میں مہمل کتابیں ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کی جاتی ہیں اور زہریلا پروپیگنڈا ہوتا ہے۔ حج پر اس سے زیادہ ظلم نہیں ہوسکتا کہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان وہاں جمع ہوں مگر ہر گروہ دوسرے گروہ کے خلاف بغض وعناد سے لبریز ہو، ہر حاجی کا ہر عمل شانہ بہ شانہ ہو مگر دل میں نفرت شعلہ ور ہو۔ اس آیت کے مصداق ہوں۔ "تحسبهم جميعاً وّ قُلوبهم شتّٰی۔"

قرآن نے یہ کافروں کی صفت بتائی تھی۔ ہم اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھیں کہیں آج یہ ہماری صفت تو نہیں ہوگئی۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے اس کو یوں کہا تھا: "المجتمعه ابدانهم المختلفه اهوائهم"
ان کے بدن ساتھ ساتھ مگر انکے مقاصد ایک دوسرے کے برخلاف ہیں۔

حج کا ایک مقصد انسانیت امن وآشتی اور مہر ومحبت کا درس دینا تھا۔ اس کے بجائے نفرت کا درس دیا جاتا ہے، درّوں سے پذیرائی ہوتی ہے۔

حج کا ایک اور مقصد ظلم اور ظالم سے اظہار بیزاری طاغوت پر کنکریاں مارکر اس سے جنگ کا اعلان ہے۔ طاغوت سے مراد راہ حق سے منحرف کرنے والے، ظلم وستم کو عام کرنے والے اللہ کے نظام سے سرپیچی کرنے والے ہیں۔ دور جاہلیت میں اسی حج کو عرب کے طاغوتوں نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور فروغ دینے کاذریعہ بنایا تھا۔ ہر دور کے طاغوت مختلف ہوتے ہیں۔آج کے

دور کا سب سے بڑا طاغوت کون ہے۔اس کو ہر مسلمان جانتا ہے۔لیکن اسی حج کو جس کا ایک مقصد طاغوت شکنی تھی امریکا کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے ذریعہ استعمال کیا جانے لگا۔
کسی نہ کسی طرح ہم نے حج کے مقاصد کو نہ فقط فراموش کیا بلکہ مفتیان حرم نے پیام حرم کو الٹ کر رکھ دیا۔

علّامہ اقبال نے کہا تھا۔

غضب ہے حرف قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے۔

حج کے ساتھ وہ ہوا ہے جو ہر مذہب میں اور ہر دور میں ہوتا ہے۔ مذہب کی شکلیں رہ جاتی ہیں لیکن اس کو محتوا اور حقیقی مقصد وموضوع سے خالی کر دیا جاتا ہے۔ یہ کام کوٹ ٹائی والے نہیں بلکہ دربار، اقتدار، طاقت اور بڑی طاقت کے اشارے پر مفتیان شہر انجام دیتے ہیں۔شکلیں قائم رہتی ہیں مگر اس میں روح نہیں ہوتی۔ جیسے دودھ دینے والی گائے کے سامنے مرے بچھڑے میں بھونسا بھر کر کھڑا کر دیتے ہیں اور گائے دودھ دیتی رہتی ہے۔ فرق یہ ہے وہ مرے بچھڑے کے ساتھ کرتے ہیں اور یہاں مذہب کے انقلابی نظام کو قتل کر کے اس کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اورکسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔

خنجر پہ کہیں خون نہ دامن پہ کہیں داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

فلسفۂ حج

ڈاکٹر سید علی سلمان رضوی

حج کا یہ مختصر لفظ کس قدر اپنی جاذبیت کے لباس میں ملبوس ہے ۔ یہ مختصر لفظ جو ارادہ، عزم اور تصمیم کے معنی رکھتا ہے اس کا یہ مفہوم عالم بشریت کی اس گراں بہا معنوی تاریخ سے مربوط ہے جو انسانی معاشرے کو حق و عدالت کے محور کے اردگرد گھومنے والی اجتماعی اور سیاسی زندگی کا نظام حیات فراہم کرتی ہے۔ حج، نیکو کاروں ،معنویت پسندوں اور آخرت کو دنیا پر فوقیت و اہمیت دینے والوں کا وہ پاک اجتماع ہے جہاں ''اشہرٌ معلومات'' (خاص مہینوں) میں ملاء اعلیٰ کی پاک ارواح اور عالم بالا کے فرشتے اس '' پہلے گھر'' کے اردگرد جمع ہوتے ہیں جسے پوری دنیا کے انسانوں کے لیے بنایا گیا ہے جیسا کہ آیہ قرآنی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے'' إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۔ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ الْعَالَمِينَ '' [۱] یعنی لوگوں کی عبادت کے واسطے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ یقیناً یہی کعبہ ہے جو مکہ میں بڑی خیر و برکت والا ہے اور سارے جہان کے لوگوں کا رہنما ہے۔ اس میں (حرکت کی) بہت سی روشن نشانیاں ہیں۔ (منجملہ اس کے) مقام ابراہیم ہے (جہاں آپ کے قدموں کا پتھر پر نشان ہے)اور جو اس گھر میں داخل ہوا امن میں آ گیا۔ اور لوگوں پر واجب ہے کہ فقط خدا کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے طاقت وقدرت کے باوجود حج سے انکار کیا تو خدا سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ حج درحقیقت اپنی علامتی زبان کے ذریعے اتحاد وعبادات اور استعمار و شیطان سے مقابلے کا درس دیتا ہے۔ حج مجموعی طور پر خدا کی طرف انسان کا سفر ہے ۔انسان کا عملی فریضہ ہے کہ ہستیِ مطلق کی جانب تیزی کے ساتھ بڑھے کیونکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ:

'' يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ '' [۲] ترجمہ: لوگو! تم سب کے سب خدا کے (ہر وقت) محتاج ہو اور (صرف) خدا ہی (سب سے) بے پرواہ سزاوار حمد وثنا ہے۔ فقر کی فطرت

کا تقاضہ غنی مطلق کی جانب حرکت اور سفر ہے کیونکہ '' اللّٰہ نور السّمٰوات والارض''آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اسے نور مطلق کی جانب بڑھنا چاہیے۔قرآن مجید میں حج کے متعلق بیشمار تذکرے ہیں، مثلا سورۂ بقرہ،آیات ۱۲۵، ۱۵۹، سورۂ حج آیت ۲۶، سورۂ ابراہیم،آیت ۳۷، سورۂ فتح ،سورۂ آل عمران ،آیت ۹۷،وغیرہ ۔جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام ایک اجتماعی مذہب ہے اس کے ذریعہ اللہ نے سماج کو پُروقار اور بامقصد زندگی جینے کا سلیقہ سکھایا ہے ۔آیات قرآنی سے یہ بھی واضح ہے کہ حج عبادی کسی خاص نسل ،رنگ ،طبقہ ،یا ملک تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری بنی نوع انسان کے لیے دعوت فکر وعمل ہے کہ بلاتفریق و امتیاز ایک ہی جامۂ احرام سب کے لیے مقرر کیا ہے تاکہ غریب وامیر ،فقیر و بادشاہ اس مرکز توحید اور عظیم اجتماع انسانیت میں پہنچیں تو ان میں کسی قسم کا کوئی فرق باقی نہ رہے ۔اسی مساوات و اتحاد سے متاثر ہوکر علامہ اقبال نے کیا خوب شعر کہا ہے۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے ۴؎

امام علی رضا علیہ السلام ایک حدیث میں فلسفۂ حج کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ

”فان قال فلم امر بالحج ،قیل لعلّة الوفادة الی اللّٰہ عزّ و جلّ و طلب الزّیادة والخروج من کلّ ما اقترف العبد تائبا ممّا مضی مستانفا لما یستقبل.... “ الخ ۴؎ آپ سے سوال کیا کہ لوگوں کو حج کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کے مقدس مہمان خانے میں داخل ہونے کے لیے اور خدائے عزّ وجلّ کی جانب سفر کرنے ،ماوراء کی فضا میں سانس لینے، خدائے تعالیٰ کے لطف و کرم کے بیکراں سمندر سے زیادہ طلب کرنے، خدا کی لامحدود نعمتوں سے متصل ہونے ، اس چیز کو ترک کرنے اور پیچھے چھوڑنے کے لیے جس کو بندے نے اپنے ہاتھوں اور پیروں میں باندھ رکھا ہے۔اس کنویں سے باہر نکلنے کے لیے جس کواس نے اپنے برے اعمال سے کھودا ہے اور آخر کار اس منزل تک پہنچنے کے لیے کہ ”یاایتھا النّفس المطمئنّة إرجعی إلیٰ ربّک راضیة مرضیة “ ۵؎ کیونکہ انسان کو اطمینان تک پہنچنا چاہیے اور نفس کو امّارہ سے مطمئنہ تک پہنچائے تاکہ اس وقت رب الارباب کے حضور سے فیضیاب ہو۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہا ست در آن

شرط اول قدم آن است کہ مجنون باشی

جب انسان مادی وابستگیوں سے اپنے کو آزاد کر کے ایک معنوی سفر کے لیے آمادہ ہوکر آگے بڑھتا ہے تو وہ خدا کے محفوظ حرم اور مقدس خدائی حدود میں داخل ہوتا ہے ۔کاخ کبریائی کے سایے میں بیٹھتا ہے اور خدائی عرفان وعبادت کے طور سینا پر پہنچ جاتا ہے ۔اس لیے ضروری ہے کہ اس سفر میں مخلوقات کی تربیت کرنے والے کی تابناک شعاعوں کے زیر سایہ اپنی ترقی اور تکامل کا کام انجام دے اور آرام نہ کرے اور نہ ہی رُکے، کیونکہ رکنا اور آرام کرنا سالک کی بہت بڑی لغزش ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''مافیہ من اخراج المال و تعب الابدان والاشتغال عن الاھل والولد و جذر النّفس عن الذّات شاخصا فی الحرّ والبرد تائبا ذالک علیہ دائما مع الخضوع والاستکانة والتذلّل.....'' الخ
یعنی حج کے سفر میں بخشش کی حالت پیدا کرو تاکہ تم میں پیسے جمع کرنے اور مال پرستی کی حالت ختم ہوجائے اور تمہاری زندگی دولت کے محور پر قرار نہ پائے اور دولت تمہارا خدا نہ بن جائے اور اپنی تربیت کرو تاکہ جسمانی تکلیفوں اور اپنے عزیزوں اور اہل خاندان سے دوری اور لذتوں سے نفس کو روکنے کا استقبال کرو۔تمہیں گرمی اور سردی سے نہیں ڈرنا چاہیے ۔ اورنفس کو اس طرح آمادہ رکھنا چاہیے کہ تمام مشکلات کے باوجود اپنے راستے کو جاری رکھو اور وہ بھی ایک دن یا دو دن کے لیے نہیں بلکہ پوری زندگی میں خضوع وخشوع اور حضوری کی حالت میں رہو اور کوشش کرو کہ اس معنوی سفر میں تکبّر وغرور کی جڑوں کو تباہ کر دو اور ہمیشہ فروتن اور منکسر المزاج رہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''الحج تسکین القلوب ''یعنی حج دلوں کی راحت وسکون ہے ۔ ۶

اسی طرح سے امام محمد باقر علیہ السلام نے حج کو فلاح ونجات کا ذریعہ قرار دیا ہے ،آپ نے فرمایا کہ ''حج فلان ای افلح فلان''یعنی فلان شخص نے حج کیا ،یعنی فلاں شخص کامیاب ہوا۔ ۷

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ''لا یزال الدین قائما ما قامت الکعبة''یعنی جب تک کعبہ قائم ہے اس وقت تک دین بھی ثابت و استوار رہیگا۔ ۸

حضرت علی علیہ السلام نے حج کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ '' انّ افضل ما توسل لہ المتوسلّون الی اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ حج البیت و اعتمارہ فانّھما ینفیانی الفقر و یرحضان الذنب'' ۹

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک اعتبار سے حج زمین پر مخلصین ، پرہیز گاروں ،نیکوکاروں ،عبادت

گزاروں اور اطاعت گزاروں کی کانفرنس اور انبیاء اور اولیائے خدا کی نورانی تاریخ کی جلوہ گاہ بھی ہے۔

حج ایک ایسی چندروزہ تربیت گاہ ہے جہاں سے انسان تربیت حاصل کرکے راہ حیات کے مختلف مراحل پر پیش آنے والے حالات و واقعات کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو آمادہ کرتا ہے۔ حج کے دوران انسان یہ درس حاصل کرتا ہے کہ اگر وہ اسلامی اور حقیقی انسانی زندگی کی راہ پر گامزن رہنے کا خواہاں ہے تو پھر اسے وطن ،مال وزر، بیوی بچوں اور دوسرے رشتوں کو چھوڑ کر سفر کی سختی ، دربدری، اضطراب کو برداشت کرنا پڑے گا نیز ہر وہ چیز جو خود کو سنوارنے اور خود بستگی سے متعلق ہے چاہے وہ ظاہری لباس اور زیب و زینت ہو یا آرام و سکون یا پھر وہ امور ہوں جو انسان کو خود فراموشی کی راہ پر گامزن کردیتے ہیں۔ ان سب سے دوری اختیار کرکے صرف اور صرف ' مبدء لایزال ' کی آواز پر مثبت جواب دینا ہوگا۔ یہی فریضۂ حج ہے جو انسان کو یہ درس بھی دیتا ہے کہ اگر وہ حقیقی عروج کا خواہاں ہے تو پھر مختلف قسم کی دعوتوں پر کان نہ دھرتے ہوئے محور حق و عدل کے ارد گرد گھومنے کے علاوہ اپنی زندگی کا محور اور مقصد سوائے طہارت، پاکیزگی اور سچائی کے کسی دوسری شئ کو ہرگز قرار نہ دے۔

حج وہ فریضہ ہے جو اسلامی رہبانیت کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کا مجموعہ بھی ہے جس میں منافع بھی ہیں اور ذکر خدا بھی، جو محض عبادت ہی نہیں، سیاست بھی ہے۔ اس میں اگر زیارت کا پہلو ہے تو سیاحت کا گوشہ بھی موجود ہے جو انفرادی حیثیت کے علاوہ اجتماعی حیثیت بھی رکھتا ہے جس میں دنیا بھی ہے اور زادراہ آخرت بھی۔ لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اگر حاجی خود کو سنوارنے کی طرف متوجہ نہ ہو، اپنی ذات کو خود خواہی کے جال سے رہا نہ کرائے، تزکیہ نفس کے لیے جرأت و ہمت نہ کرے، حج کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل نہ کرے، احرام سے لیکے تقصیر اور طواف النساء تک (کے اعمال بجالانے کے لیے) خود کو آراستہ نہ کرے اور خود کو اخلاقی اور روحانی آلودگیوں سے پاک نہ کرے تو پھر وہ کسی صورت میں بھی حج کے مختلف نوعیت کے جو مقاصد ہیں ان میں سے کسی ایک کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلے میں آیت اللہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ:

''وہ حج جس میں روح حج یعنی تحرک و قیام نہ ہو جس میں مشرکوں سے بیزاری کا

اظہار نہ کیا جائے ،جس میں اتحاد کا مظاہرہ نہ ہو اور وہ حج جس سے کفر وشرک کے ایوانوں میں لرزہ طاری نہ ہو ،اسے حج نہیں کہا جاسکتا۔ . . . .حج کے روحانی مراتب کہ جو حیات جاوید کا سرمایہ ہیں اور انسان کو توحید وتنزیہ کے افق کے نزدیک کرتے ہیں۔ اس وقت تک حاصل نہ ہوں گے جب تک حج عبادی احکام پر صحیح طور سے، مناسب طریقے سے اور ان کے جز جز پر عمل نہ ہو۔حجاج محترم اور کاروانوں کے علمائے معظم اپنی تمام تر توجہ مناسک حج کی تعلیم پر مبذول کریں۔ جو لوگ مسائل جانتے ہیں وہ اپنے ساتھیوں کا خیال رکھیں کہ خدانخواستہ وہ احکام حج کی خلاف ورزی نہ کریں ۔حج کے سیاسی و اجتماعی پہلو پر اس وقت تک عمل نہیں ہوسکتا جب تک اس کا روحانی اور الٰہی پہلو عملی جامہ نہ پہن لے۔ آپ کی لبیک حق تعالیٰ کی دعوت کے جواب میں ہونی چاہیے۔آپ محضرحق تعالیٰ کے آستانے تک پہنچنے کے لیے احرام باندھیں۔. . .امید ہے کہ تلاش کرنے والوں کو وہ موتی مل جائے گا کہ جو ہجرت کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے اور وہ اجر پالیں گے جو اللہ کے ذمّہ ہے۔اگر روحانی پہلو فراموش کر دیے گئے تو پھر گمان نہ کریں کہ آپ شیطان نفس کے چنگل سے نجات پاسکتے ہیں۔'' [۱۰]

حج معنوی تبدیلی اور روحانی تسلط کا نام ہے ۔صرف سرزمین نور پر پہنچ جانے کا نام حج نہیں ہے بلکہ ان تفکرات کے احیاء کا نام ہے جو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور شبلی کی گفتگو میں سامنے آیا تھا امام علیہ السلام نے فرمایا: شبلی! قبل احرام غسل کا حکم ہے ۔پانی سے غسل حقیقت حج نہیں ہے بلکہ بارگاہ خدا میں آب توبہ و ندامت سے غسل کرنے کا نام حقیقی غسل ہے۔بے سلے احرام کا مفہوم، گناہوں سے دوری ،شک وشبہ سے رہائی، ریاو دکھاوے سے بیزاری ہے۔

تلبیہ درحقیقت بندہ کا حضور میں اعلان وعہد ہے کہ آج کے بعد سے اس نے اپنے اوپر سے پھر ہر اس چیز کو حرام کردیا جس کو خداوند متعال نے حرام کیا تھا اور ہر اس شخص سے عہد و پیمان توڑ لیا جو رضائے الٰہی کے علاوہ تھا۔مکہ مکرمہ میں داخلہ اس بات کا عزم وعہد ہے کہ آئندہ کسی کی غیبت وعیب جوئی نہیں کریگا۔ اغواء سے بھاگ کر بیت الٰہی میں گزین ہوا ہے۔حجر اسود کو بوسہ صفات الٰہیہ سے قربت ہے اور مقام ابراہیم کے روبرو مادیت کو پس پشت قرار دینے کا نام ہے اور پھر اسی مقام

ابراہیم پر دو رکعت نماز، منکر سجدہ، ابلیس کی شکست اور بندگی کی برتری کا اعلان ہے۔[۱۱]

زیر نظر مقالہ میں ہم حج کے ایک ایک رکن کو مختصراً ذکر کررہے ہیں۔تاکہ فلسفہ حج کی عظمت و اہمیت مکمل طور پر ابھر کر سامنے آسکے۔

کعبہ: وہ گھر جو قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق "اوّل بیت وّضع للنّاس" (یعنی سب سے پہلا گھر جسے انسانوں کے لیے وضع کیا گیا) ہے اگر چہ یہ گھر جو پتھروں سے بنا ہوا ایک نہایت ہی سادہ اور ظاہری آرائش و زیبائش سے پاک گھر ہے لیکن درحقیقت وہ بنی نوع انسان کے لیے امن و سلامتی کا پیامبر اور رمز وحدت بشری ہے۔یہ پرانا گھر (بیت عتیق) روئے زمین پر سب سے قدیم ترین عبادت گاہ ہے۔حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں تعمیر ہوا اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے پناہ گاہ و ملجا اور اجتماعی اعتبار سے ایک نہایت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ کی حیثیت اختیار کرگیا ہے۔

حرم: خانۂ کعبہ جو محور کی حیثیت رکھتا ہے اس کے چھ اطراف کا وہ محدود علاقہ جس کی حدود کا ذکر متعلقہ کتب میں موجود ہے اسے ''علاقہ ممنوعہ'' یا حرم خدا کہا جاتا ہے۔اس علاقے میں محرم (جنہوں نے احرام باندھ رکھا ہو) حاجیوں بلکہ دوسرے افراد کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس حدود کے اندر موجود نباتات، حیوانات اور انسانوں سے تعرّض نہ کریں کیونکہ یہ امن کی جگہ ہے یہاں نہ تو کسی پودے کو توڑنا جائز ہے نہ کسی جانور کا شکار کرنا جائز ہے، نہ ہی کسی پناہ گزین انسان پر ہاتھ ڈالنے اور اذیت دینے کی اجازت ہے۔ اس جگہ امن کی وجہ سے ہی حرم خدا میں جنگ و.... وغیرہ بھی حرام ہیں۔

احرام: حرم خدا میں داخل ہونے کے لیے جو امور ضروری ہیں ان میں سے ایک امر احرام باندھنا بھی ہے کیونکہ ''حرم'' کو ''محرم'' (احرام باندھنے والے) کے وجود میں ''حرم'' بنانے کا عمل قرار دیا جا سکتا ہے یعنی وہ حاجی جو احرام باندھتا ہے گویا وہ (احرام باندھ کر) اپنے وجود میں خدا کے مقام امن (حرم) کو وجود دے کر خود کو صلح و آشتی اور امن و سلامتی کی علامت قرار دیتا ہے۔اس لیے کہ حاجی احرام باندھنے کے بعد فرشتوں جیسی حالت و کیفیت کا حامل ہوتا ہے، مادی آلودگیوں شہوت، غضب اور ان تمام خصوصیتوں سے جو انسان کی حیوانی خصوصیات ہیں، ان سب سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جو انسان کے لیے اپنے مستقبل میں ہرگز ناقابل فراموش ہے اس لیے یہ

حالت اس کے لیے ایک مشق یعنی سبق اور نصیحت آموز ہے۔

تلبیہ: لبّیک اللّٰھم لبّیک، لبّیک لا شریک لک لبّیک انّ الحمد والنّعمة لک والملک لاشریک لک۔پورے فریضۂ حج کے دوران کوئی بات ذکر، درد اور واجب دعا سوائے اسی لبیک کے حاجی کے لیے واجب نہیں ہے اس لئے کہ در واقع حج اس زیادہ سے زیادہ عمل کی نمائش کا نام ہے جو نہایت ہی مختصر اور کم ترین گفتگو کے ساتھ ہو۔

عرفات: عرفات سرزمین معرفت و آگہی ہے۔عرفات وہ گوشۂ زمین ہے جہاں سب سے پہلا انسان زمین پر آیا اور جہاں سے اس نے مقام بلندی و عروج (معراج) کی طرف پرواز کی تھی۔ عرفات حضرت آدمؑ ،حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سرزمین ہے۔ یہ وہ مرکز ہے جہاں وحی الٰہی کے آخری سفیر نے اسلام کے ابدی احکام کو نشر کیا۔پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "الحج عرفة"عرفات وہ جگہ ہے جہاں حاجی زمین و آسمان سے الہام حاصل کرتا ہے۔ جہاں وہ اپنی پاک ومنزّہ شدہ روح سے الہام حاصل کرتا ہے۔

مشعرالحرام: ''فاذا افضتم من عرفات فاذكروا اللّٰه عند المشعر الحرام''[12] آیہ کریمہ ان حاجیوں کے لیے جو نویں تاریخ کو غروب کے وقت مشعرالحرام کی طرف کوچ کرتے ہیں اپنے دامن میں ایک خاص قسم کے رنگ و بو، روشنی تابندگی،جذبہ اور کیفیت کی حامل ہے۔''مشعر''حرم ہے ''عرفات'' حرم نہیں ہے۔تونے (اے حاجی) حرم میں داخل ہونے کے لیے''حرم''میں احرام باندھا اور پھر اس مقصد کے لیے کہ تو حرم میں داخل ہونے کے قابل بن سکے۔تونے حرم سے باہر عرفات کے صحرا میں خود کو سنوارا اور اب رات کے وقت حرم خدا کی طرف عازم ہو رہا ہے ۔اب مشعر بھی حرم ہے ۔منیٰ بھی حرم ہے اور مکہ بھی حرم ہے جہاں تجھے مرحلہ وار داخل ہونے کی اجازت حاصل ہوئی جیسا کہ مذکورہ بالا آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے''مشعر الحرام''میں ذکر خدا کے ساتھ تجھے آج کی رات بسر کرنا ہوگی اور سنّت ومعمول کے مطابق خود کو شیطان سے نبرد آزمائی کے لیے ضروری اسلحہ سے لیس کرنا ہوگا۔

منیٰ: منیٰ وہ مقام ہے جہاں حاجی قربانی دیتا ہے اور شیطان سے نبرآزمائی کرتا ہے نیز یاس وامید کی ملی جلی حالت میں اس طرح شب بیداری کرتا ہے کہ اس کا دل و دماغ نہ تھکنے والے مجاہد کی طرح

اس فکر میں محو ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس جہاد کو جسے اس نے تین روز قبل شروع کیا تھا۔دشمن پر فتح کے آخری مرحلہ تک پہنچانے کے لیے ہر قسم کی تکلیف اور سختی سے گذر جائے گا۔عصر حاضر میں دنیائے اسلام کو درپیش مسائل کے حل اور ان پر غور وفکر کے سلسلے میں جو کانفرنسیں یا مذاکرات منیٰ میں منعقد ہوتے ہیں وہ مکمل طور پر پسندیدہ ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ نہ تو محض دکھاوے کے لیے ہوں اور نہ ہی بے عمل یا پھر خدانخواستہ رضائے خداوندی اور مسلمانوں کے مفادات کے منافی ہوں۔

رمی جمرات : درحقیقت دشمن کے خلاف روح جہاد کے احیاء کی بہترین مشق ہے''جمرات ثلاث'' جو اصل میں پلیدی اور ناپاکی کے نمونے ہیں۔اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں جب جناب ابراہیمؑ کو (حج یا ذبح اسماعیل کے سلسلے میں) شیطانی وسوسے کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے اس سے نبرد آزمائی کر کے اسے مغلوب کیا تھا''رمی'' (کنکریاں مارنا) حافظ عامر بیگ کی تعبیر کے مطابق درحقیقت''جنگی مہارت'' کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے یا پھر دوسرے الفاظ میں اگر یہ کہا جائے تو بالکل درست ہوگا کہ''رمی'' وہ ملکہ ہے جس کے ذریعے دشمن کا بالکل صحیح نشانہ باندھنے اور اس پر کاری ضرب عائد کرنے کی صلاحیت حاصل کی جاتی ہے۔چنانچہ صحیح نشانہ باندھنے والا ہاتھ اس لیے بھی اہمیت کا حامل بن جاتا ہے کیونکہ وہ انسان کے مستقبل کی زندگی میں بے حد کارساز اور عقدہ کشا ثابت ہوسکتا ہے۔

قربانی: یہ درحقیقت جناب ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنّت اور جناب اسماعیل کے جذبہ فداکاری کی ہمیشہ باقی رہنے والی یاد ہے۔یہ قربانی یاد دلاتی ہے کہ ایک فرد جو کبیر السن تھا اور جس کی عمر مبارک کے زیادہ تر برس جستجو ،جنگ ،ہجرت اور ترک مال و اولاد میں بسر ہوئے تھے۔اسے اپنی حیات مبارکہ کے اواخر میں جب ایک فرزند نصیب ہوا اور وہ فرزند اس کی امیدوں کا مرکز اور شمع شبستان زندگی بن گیا تو ایسے عالم میں اسے خداوند عالم کی جانب سے خدا کی راہ میں اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم ملا تھا۔لہٰذا اس یاد کی روشنی میں اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے کہ''قربانی دینا''وہ آخری عمل ہے جسے''حاجی''احرام کی حالت میں انجام دیتا ہے تو پھر یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اس عمل کی انجام دہی کے ذریعے جہاں قدرت کی طرف سے جناب ابراہیمؑ کے جذبۂ ایثار وقربانی کی یاد تازہ کرائی جاتی ہے وہاں عقل وخرد کو مدہوش اور حیران کردینے والی قربانی کی یاد کے ذریعے''حاجی''کو راہ خدا میں مال وجان فدا کردینے کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

تقصیر: وہ عمل جو عمرہ میں عمرہ کے تمام ہونے اور فریضۂ حج میں اعمال حج کے ایک حصے کے مکمل ہونے کی علامت ہے اسے ''تقصیر'' کہا جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں سر اور چہرے کے بالوں کا کاٹنا اور ناخن تراشنا۔ نیز یہی وہ عمل ہے جس کے بجالانے کے بعد حاجی کے لیے ''محرمات احرام'' کا کافی حصہ حلال ہوجاتا ہے قطع نظر اس امر کے کہ وہ (حاجی) مکمل طور پر محلّ (محرّمات احرام سے آزاد ہونا) نہیں ہوتا۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ ''تقصیر'' درحقیقت ہوسکتا ہے کہ ''حاجی'' کو اس امر کی طرف متوجہ کرا رہی ہو کہ وہ اپنے تن اور من کو پاک کرنے کے مرحلہ کو کامیابی سے طے کر چکا ہے۔

حجر الاسود: بظاہر ایک معمولی قسم کا سیاہ پتھر ہے جس میں نہ تو کوئی طبیعی خصوصیت دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی اس کی ساخت کا راز کسی کو معلوم ہے بلکہ وہ صرف ''یمین'' کے زیر عنوان متعارف کرایا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود حجرالاسود کی مثال اس پرچم کی مانند ہے جو اپنی ساخت اور سلائی میں دوسرے پرچموں سے کسی قسم کا تفاوت تو نہیں رکھتا مگر پھر بھی ایک ملّت کی شرافت، تاریخ اور وجود کے لیے ایک رمز اور علامت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حجر اسود ایک اور پہلو سے دیکھا جائے تو قلب بیت اللہ ہے اور قلب کا جس قدر بھی جاہ وجلال، روحانیت، معنویت اور شکوہ ہے وہ اسی ایک چھوٹے سے عضویت کی بدولت دکھائی دیتا ہے، پھر اس بیت اللہ کو جس طرح اپنے ''نواۃ'' (مرکز) سے نسبت حاصل ہے۔ اسی طرح اسے مسجد سے، مسجد کو مکہ سے، مکہ کو حرم سے اور حرم کو پوری دنیا سے اپنی موقعیت کی بنا پر نسبت حاصل ہے۔

صفا و مروہ کے درمیان سعی: صفا وہ پہلی یادگار پہاڑی ہے جہاں سے ختم الرسل نے پہلی بار اعلان نبوت فرمایا تھا اور اس پہاڑی (صفا) سے دوسری پہاڑی (مروہ) کے درمیان ''سعی'' جہاں جناب اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جناب ہاجرہ کی اس کیفیت کی یاد دلاتی ہے جس کے تحت وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؑ کی تشنگی بجھانے کے لیے تلاش آب میں مصروف تھیں۔ وہاں ''سعی'' حج بجالانے والے کی کیفیت خوف و رجاء اور یاس و امید کی عکاسی بھی کرتی ہے۔

روایت میں ہے کہ خداوند عالم کو مناسک حج میں سب سے زیادہ ''سعی'' پسند ہے اسلئے کہ یہی وہ موقع ہے جب تمام سفاک، جبار اور گردنیں اکڑا کر چلنے والوں کے سر اپنی عاجزی کی بناء پر جھک جاتے ہیں۔ اور ظالم و جابر افراد ذلیل و رسوا نظر آتے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کہنا حق بجانب ہے کہ حج درحقیقت مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے فروغ کا بہترین ذریعہ ہے اس لیے کہ یہی وہ موقع ہے جب تمام مسلمان ہر قسم کے تضاد اور اختلاف کو ختم کر کے صرف ایک ہی آئین کتاب اور پیغمبر پر مکمل طور پر عقیدہ و ایمان کے جذبے سے سرشار ہو کر نہ صرف اللہ کے حضور میں جمع ہوتے ہیں بلکہ صرف ایک ہی قبلہ اور کعبہ کو اپنا ہدف بھی قرار دیتے ہیں۔ وہ کعبہ جو مرکز توحید اور مقام ابراہیمی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام فتنہ وفساد کو سخت ناپسند کرتا ہے اس کا مطمح نظر اتفاق و اتحاد ہے۔ اہل کتاب تک کو قرآن دعوت دے رہا ہے کہ "تعالوا الی کلمة سوآءٍ بیننا و بینکم" [۱۳] آؤ اس کلمہ پر متحد ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے علی الخصوص مومنین کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے "انّما المؤمنون اخوة" وہ مسلمانوں میں باہمی الفت ومحبت کو اللہ کی نعمت قرار دیتا ہے۔ تفرقہ و انتشار کی مذمّت کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے "واعتصموا بحبل اللّٰه جمیعاً وّلا تفرّقوا" [۱۴] رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور احادیث دعوت اتحاد دیتی ہیں کہ "المسلم من سلم المسلمون من یده و لسانه" دوسری حدیث میں ہے کہ "المسلمون کالجسد الواحد"

ان تمام احکام حج اور احادیث ائمہ معصومین علیہم السلام کو پیش نظر رکھ کر آپ خود فیصلہ کریں کہ حج بیت اللہ کس طرح اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ اگر صرف خانہ کعبہ کی زیارت مقصود ہوتی، اگر صرف مزدلفہ، منیٰ، مشعر الحرام میں یاد الٰہی اور مناسک انجام دلوانا ہوتے تو یہ باتیں کوئی شخص کسی مہینے میں بھی انجام دے سکتا تھا۔ پھر ایک معین زمانے کی قید کیوں؟

"افیضو من حیث افاض الناس" کا اعلان کیوں ہوا؟ اپنی اپنی قومی زبانیں چھوڑ کر سب ایک زبان ہو کر "لبیک اللّٰهم لبیک" کیوں کہیں۔ سب مکہ مکرمہ سے ایک ساتھ عرفات مزدلفہ، منیٰ کیوں جائیں؟ یہ ساری باتیں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اللہ سب مسلمانوں کو ہمرنگ، ہمزبان، ہم لباس دیکھنا چاہتا ہے سب کی منزل ایک ہو۔ اس کا مقصد ایک ہو۔ اس کا مرکز محبت متحد ہو۔

حوالے:

(۱) سورۂ آل عمران، آیات ۹۶، ۹۷

(۲) سورۂ فاطر، آیت ۱۵

(۳) بانگ درا ،علاّمہ اقبال

(۴) بحار الانوار ، ج/۹۹،ص ۴۰

(۵)سورۂ فجر ،آیت ۲۷ و ۲۸

(۶)بحار الانوار ، ج/ ۷۵،ص ۱۸۳

(۷)علل الشرائع ، ج/۱ ،ص ۴۱۱

(۸)اصول کافی ، ج/ ۴،ص ۲۷۱

(۹)نہج البلاغہ ،خطبہ ۱۱۰

(۱۰)حج اجتماعی اور سیاسی عبادت : حضرت امام خمینیؒ ،ص ۳۷ و ۳۸

(۱۱)مستدرک الوسائل ،ج / ۸ باب عودائی منیٰ

(۱۲)سورۂ بقرہ ،آیت ۱۹۸

(۱۳)سورہ آل عمران ،آیت ۶۴

(۱۴)سورۂ آل عمران ،آیت ۱۰۳

حج اور اس کے انفرادی اور اجتماعی فائدے

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

جذبۂ اطاعت و بندگی اپنی تکمیل کے بعد عشق و محبت کی منزل میں داخل ہوجاتا ہے۔ فریضۂ حج اسی کمالِ جذبۂ اطاعت اور خدا سے عشق ومحبت کا ایک ایمان افروز حقیقی مظاہرہ ہے۔

خدا کے لئے جان و مال کی قربانی، آرام و راحت سے کنارہ کشی، خاندان اور وطن سے بے تعلقی، یہ سب باتیں تعلق مع اللہ کا عملی ثبوت ہوتی ہیں اور فریضۂ حج ادا کرنے والا اس آیت کا صحیح مصداق نظر آتا ہے'' والّذین آمنوا اشدَّ حبّاً للّٰہ ''۱؎

'' اور وہ لوگ جن کے دل نورایمان سے معمور ہیں سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔''

اسی لئے پروردگار عالم نے اس شخص سے اظہارِ بیزاری کیا جوقدرت اور حالات کی سازگاری کے باوجود حج نہیں کرتا۔ کیوں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حج نہ کرنے والے کا دل مال ودولت، خاندان و وطن اور دنیا کی محبت سے تو لبریز ہے لیکن خدا کی محبت سے خالی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ الْعَالَمِينَ''۲؎

لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ لوگ جو خانہ کعبہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتے ہیں وہ اس کا حج کریں اور جس نے (استطاعت کے باوجود) حج نہ کیا تو اللہ) کو اس کی پرواہ نہیں وہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

آیت سے معلوم ہوا کہ قدرت واستطاعت کے باوجود حج نہ کرنا عملِ کفر کے مترادف ہے اور اس کے مرتکب سے باری تعالیٰ نے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ لوگ جو استطاعت کے باوجود مذکورہ فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں غور کریں کہ خدا کی بیزاری سے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ظاہر ہوسکتے ہیں اور ایمان پر خاتمہ کے امکانات کس حد تک باقی رہتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من ملک زاد او راحلۃ تبلّغہ الیٰ بیت اللّٰہ ولم یحجّ فلاَ علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا'' ۳؎

'' وہ شخص جو زادِ راہ رکھتا ہو اور اسے ایسی سواری میسر ہو جو اس کو خانہ کعبہ تک پہنچا دے

پھر بھی حج نہ کرے تو اس کے لئے کوئی بعید نہیں ہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔''

مطلب یہ ہے کہ اس کا ایمان پر خاتمہ یقینی نہیں ہے بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ مرتے وقت وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''من لم یمنعه من الحجّ حاجّة ظاهرة اور سلطان جابر اور مرض خابس فمات ولم یحج فلیمت ان شآء یهودیا و ان شآء نصرانیا'' ۴

''وہ شخص جسے کوئی شدید ضرورت یا ظالم بادشاہ یا معذور کن بیماری حج سے باز نہ رکھے اور اس کے باوجود حج نہ کرے تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر (یعنی اسلام سے بہر حال دور ہو گیا)''

قرآن کریم اور احادیث سے حج کی اہمیت اس حد تک ظاہر ہونے کے باوجود کیا وہ لوگ صحیح معنی میں اہل ایمان کہے جانے کے مستحق ہیں جو ہر قسم کے وسائل رکھتے ہوئے مذکورہ فرض ادا نہیں کرتے۔

آدابِ حج:

فریضہ حج کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ پورے خلوص کے ساتھ اسے ادا کیا جائے۔ دل میں جذبۂ ریا ونمود نہ پیدا ہونے پائے کیوں کہ خلوص نیت ہی پر تمام عبادتوں کی قبولیت کا مدار ہے۔ چوں کہ یہ ایک اجتماعی عبادت ہے اور جب مختلف عادات و اطوار والے یکجا ہوتے ہیں تو آپس میں لڑائی جھگڑے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس بات کی تاکید کر دی گئی کہ حج کے موقع پر ہر قسم کے جھگڑوں سے پوری احتیاط کی جائے اور آپس میں بدزبانی یا گالی گلوچ کی نوبت نہ آنے پائے۔ ''فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج'' ۵ ''حج میں شہوانی افعال، فسق و فجور، لڑائی جھگڑے کی (قطعاً) گنجائش نہیں'' یعنی یہ باتیں حج کے زمانے میں خصوصیت کے ساتھ ممنوع ہیں بلکہ اس موقع پر تو اپنے تمام اوقات خدا کی یاد میں صرف کرنا چاہئے۔ لبّیک اللّٰهم لبّیک کی صداؤں میں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ انسان گھڑی بھر کے لئے بھی خدا کی یاد سے غافل ہو۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ'' ۶ ''اور (حج کے موقع پر) خدا کو یاد کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں تعلیم دی ہے (خدا کی ان ہدایات کے بعد ہی تم صحیح طریقے سے حج

کرنے کے لائق ہوئے) ورنہ اس سے پہلے تو تم گمراہ تھے۔"

ایام جاہلیت میں لوگ حج کی ادائیگی کے بعد اپنے اجتماع کو لہوولعب کا رنگ دیتے تھے اور ہرقبیلہ اپنے آباء واجداد کی خوبیاں بیان کرکے دوسرے قبیلوں پر اپنی برتری کا سکہ جمانا چاہتا تھا۔ شریعت نے ان تمام خرافات کا سدباب کردیا اور اس بات کی تعلیم دی کہ ارکانِ حج کی ادائیگی سے مکمل فراغت کے بعد بھی خدا کی یاد میں فرق نہ آنے پائے۔" فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَائَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "[۷] "پھر جب تم حج کے مناسک ادا کرچکو تو اب جس طرح تم اپنے آباء واجداد کا ذکر کیا کرتے تھے اس کے بجائے اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اللہ کے ذکر میں اس سے بڑھ کر حصہ لو۔"

حج سے فراغت کے بعد اہل عرب محض نام ونمود کے لئے بڑی بڑی دعوتیں کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس مسرفانہ فعل سے بھی منع کردیا اور اعتدال کی تعلیم دی " وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَاتُسْرِفُوا إِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ "[۸] "کھاؤ پیو (ضرور) لیکن فضول خرچی نہ کرو، یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو (بالکل) پسند نہیں کرتا۔"

حج کے بعض فائدے

فریضۂ حج سے انسان کو خدا کے لئے مشقت برداشت کرنے کی عملی تربیت نصیب ہوتی ہے اور تن پروری وتن آسانی سے کنارہ کشی کا مؤثر سبق ملتا ہے۔

سفر حج کے سفر آخرت اور وہاں کی مشقتوں کا ایک خاکہ نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا ہے اور احرام کا کفن، عرفات ومنیٰ میں قیام، لبّیک اللّٰہم لبّیک کی صدائیں میدان محشر کی یاددلاتی ہیں۔ مذکورہ فریضہ نہ صرف یہ کہ شخصی اور انفرادی زندگی پر اپنے گہرے نقوش چھوڑتا ہے بلکہ اس سے بیشمار اجتماعی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اقطارِ عالم کے مسلمان صرف خدا کی عبادت کے لئے مرکز توحید میں جمع ہوتے ہیں اور اس طرح ان میں باہمی اتحاد ویکجہتی کی ایک پاکیزہ لہر دوڑ جاتی ہے۔ خدا اور رسولؐ کی محبت کی برکت سے رنگ ونسل، زبان اور وطن کے تمام امتیازات اور تعصّبات ختم ہوجاتے ہیں۔

حج کے عالمی اجتماع کو جمعہ وعیدین اور نماز کے لئے روزانہ کے محدود اجتماعات کی تکمیل سے

تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ محدود اجتماعات سے صرف محدود پیمانہ پر اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ ہوسکتا ہے، لیکن حج کے موقع پر عالمی اتحاد ویکجہتی اور مساوات کے مناظر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

قرآن کریم میں جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا حکم دیا گیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے ''لیشهدوا منافع لهم'' (یعنی آپ حج کا حکم دیں) تاکہ لوگ خود آکر مشاہدہ کرلیں کہ حج میں ان کے لئے کس قدر (روحانی اور مادی) فائدے ہیں۔

حوالے:

۱۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۶۵

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

۳۔ترمذی، مشکوٰۃ، کتاب المناسک

۴۔دارمی، مشکوٰۃ کتاب المناسک

۵۔ سورۂ بقرہ ، آیت ۱۹۶

۶۔سورۂ بقرہ ، آیت ۱۹۸

۷۔سورۂ بقرہ ، آیت ۲۰۰

۸۔سورۂ اعراف، آیت ۳۱

سفرِ حج کی برکتیں اور اسکے اہم ترین اسباق

مولانا سید حمید الحسن زیدی

انسان کو پیدا کرنے والے خدا نے اسے تمام نعمتوں سے نوازااور جب تک وہ عقل وشعور کی اس منزل تک نہیں پہنچ گیا کہ اپنا بھلا برا خود سمجھ سکے اس وقت تک اس سے کوئی مطالبہ نہیں کیا، پھر جب وہ عقل وشعور اور جسمانی توانائیوں کے اعتبار سے خود کفیل ہو گیا تو پھر اپنے مطالبات شروع کیئے۔ اسکے مطالبات کی دو صورتیں ہیں کچھ مطالبات عقائد سے متعلق ہیں جنہیں صرف ماننا ضروری ہے اور کچھ مطالبات کا تعلق عمل سے ہے، جس کے لئے ماننے کے ساتھ ساتھ کچھ کرنا پڑتا ہے۔

خداوند عالم کی طرف سے اجر وثواب ظاہر ہے، عقائد پر بھی ہے اور اعمال پر بھی، بلکہ اعمال پر ثواب عقائد کے صحیح ہونے کے بعد ہی ممکن ہے، لہٰذا اگر کوئی اسلامی عقائد کا منکر ہو تو چاہے جتنا عمل کرے اسکے عمل کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اسی طرح اگر صحیح اسلامی عقائد تک پہنچ جائے اور یہ سوچنے لگے کہ اب اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے تب بھی اسکے عقائد اسکو خاطر خواہ فائدہ نہ پہونچا پائیں گے، اسلامی عقائد کو پانچ اہم موضوعات میں خلاصہ کیا جاتا ہے، جنہیں اصول دین کہا جاتا ہے اور اعمال وعبادات کو فروع دین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، عقائد کے بعد اسلام میں اعمال وعبادات کی بڑی اہمیت ہے، انکا مقصد عبد ومعبود کے درمیان رابطہ کا اظہار ہے، انسان کیلئے خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر گزاری اسی رابطہ کے اظہار کے لئے ہے، شکر گزاری کا تعلق ایمان وعقیدہ سے بھی ہے اور عمل کے انجام دینے سے بھی، خدا کی دی ہوئی تمام نعمتوں کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھ کر اپنے مالک کا عطیہ سمجھنا عقیدہ کی شکر گزاری ہے اوراسکے اظہار کے لئے خدا کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق اعمال وعبادات انجام دینا عملی شکر گزاری ہے۔ یہ تمام عبادتیں جہاں اپنے مالک کے تئیں اور اس سے راز و نیاز کا ذریعہ ہیں وہیں اسکے کچھ دیگر اہم فائدے اور حکمتیں بھی ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور اسی طرح کی دیگر عبادتیں قرب الٰہی اور روح کی بالیدگی کے ساتھ ساتھ سیاسی معاشی اور بہت سے انفرادی اور اجتماعی فوائد ومصالح کی حامل ہیں، خاص طور پر فریضۂ حج، جسے اسلام میں ایک خاص قابل امتیاز مقام ومرتبہ حاصل ہے۔

گلدستۂ عبادات:

حج کو صرف عبادت ہی نہیں بلکہ گلدستہ عبادت کہا جاتا ہے اس لئے کہ حج بذات خود عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ رنگارنگ عبادتوں کا مجموعہ ہے، حج میں جسمانی عبادت بھی پائی جاتی ہے اور مالی عبادت بھی ،اس میں نماز بھی ہے اور قربانی بھی طواف وسعی بھی ہے اور عرفات ومنیٰ میں قیام بھی، قیام لیل کے ذریعہ قربتِ الٰہی بھی ہے اور شیطان کو کنکریاں مارکر باطل سے دوری بھی۔اس بابرکت عبادت میں کچھ اعمال کو انجام دینا ہے تو کچھ کاموں سے بچنا ہے،غرض کہ کسی نہ کسی صورت میں تمام عبادتیں اس عبادت میں جمع ہیں ۔

اجتماعی عبادت:

اس عبادت کا ایک اہم امتیاز یہ ہے کہ اسے عام طور پر بغیرصعوبت سفر برداشت کئے انجام نہیں دیا جا سکتا،جبکہ باقی عبادات کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں ہے،اس سفر کا مقصد بھی شائد اس اہم ترین عبادت کو ایک بڑی اجتماعی عبادت میں تبدیل کرنا ہے، اسلام میں کسی بھی انفرادی عبادت کے مقابلے میں اجتماعی عبادت کی اہمیت بہت زیادہ ہے ،اس سلسلے میں فرادہ نماز کے مقابلے میں نمازجماعت سے متعلق روایت کی تفصیل کو ملاحظہ کیا جا سکتاہے، جہاں مذکور ہے کہ اگرنمازی ۱۰ سے زیادہ ہو جائیں تو ثواب اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ملائکہ اسکا حساب لگانے سے عاجز ہو جاتے ہیں،اسکا اجروثواب صرف خزانہ الٰہی میں محفوظ رہتا ہے،جو انسان کی سعادت وخوش بختی کاسب سے اہم ذریعہ ہے،شائد اسی لئے حج جیسی اہم عبادت کو دنیا کے سب سے بڑے اجتماع کی صورت میں قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس اجتماعی عبادت میں شریک ہونے کے لئے عام طور پر دور دراز کا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔

بابرکت سفر:

یہ سفر ایک انتہائی بابرکت سفر ہے خدا کی مہمانی کا سفر، خانۂ خدا کی زیارت کاسفر،خانۂ خدا کے گرد پروانے کی صورت طواف کرنے کا سفر،صفا ومروہ کے بیچ سعی کا سفر،میدان عرفات میں گڑگڑا کر اپنے مالک کی رحمت کو جوش دلانے کا سفر،منیٰ، مزدلفہ کی عبادت گاہوں میں ایثار وقربانی کی مثال

قائم کرنے کا سفر،غرض کہ حج بیت اللہ کا سفر،یہ سفر جو ہر اعتبار سے انتہائی مقدس بابرکت اور پاکیزہ سفر ہے جہاں مسافر کی نگاہوں کے سامنے صرف خدا ہوتا ہے اس کے ذہن ودماغ میں صرف قربت الٰہی کا تصور ہوتا ہے سفر کے خطرات سے پریشان ہونے کے بجائے انسان ان خطرات کو خدا سے قریب ہونے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔اس کے دل میں اس گھر کی زیارت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے جس کی طرف رخ کرنا شان بندگی ہے،جس گھر کو خدا نے اپنا کر اس کے مبارک ہونے کا اعلان کیا ہے۔ ''إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا'' پہلا گھر جو انسان کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں مبارک گھر ہے جو عالمین کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ بیت اللہ اگر ایک طرف توحید پروردگار کی علامت ہے تو دوسری طرف جناب ہاجرہ کے ایثار وقربانی کی یادگار بھی۔خلیل خدا کی شریک حیات اس پاکیزہ بی بی نے اگر اپنے معبود پر بھروسہ کر کے اس پاک مگر بے آب وگیاہ سرزمین کو اپنا مسکن نہ بنایا ہوتا تو شاید اس بیت الٰہی کی اس طرح تعمیر کے اسباب فراہم نہ ہو پاتے لیکن اگر جناب ہاجرہ نے خدا پر توکل کی مثال قائم کرتے ہوئے اس بیت الٰہی کی سرزمین کو اپنا ملجا وماویٰ بنایا تو خدا نے انہیں اپنے اس گھر کی برکتوں سے محروم نہیں رکھا۔خشک اور بے آب وگیاہ صحرا میں برکتوں کا ایسا چشمہ جاری فرمایا جس سے ہزاروں سال سے فیضیاب ہوا جا رہا ہے لیکن اس میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی۔ بیت الٰہی کی عظیم برکتوں کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے ۔ اس کے علاوہ چاہ زمزم کی پاسبانی کے لئے نسل خلیل سے پورا ایک ایسا سلسلہ قائم کر دیا جس کا فیض بھی چاہ زمزم کی طرح ہمیشہ جاری وساری ہے ۔

خدا وند عالم نے اس مبارک گھر کی زیارت کا حکم دے کر اس کی برکتوں سے بہرہ مند ہونے کے لئے ایثار وقربانی کے مرقع اس سلسلۂ عظمت کے چشمۂ فیض سے فیضیاب ہونے کا شرف بھی بخشا ہے چنانچہ فریضۂ حج بجا لانے والے جہاں خانۂ خدا کی برکتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں وہیں ان بابرکت مقامات کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتے ہیں جو اس مبارک سلسلہ کے افراد کی فیض رسانی کا مرکز ہیں۔خداوندعالم نے اس بابرکت گھر کی زیارت کا شرف بخشنے کے لئے حکم عام دیا کہ جس کے اندر سکت ہو وہ اس گھر کی زیارت اور اس کی برکتوں سے بہرہ مند ہونے ضرور آئے۔ اس کے علاوہ اس حکم پر عمل پیرا نہ ہونے کے سلسلہ میں روایات میں بڑی شدید دھمکیاں بھی دی گئیں ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص استطاعت کے باوجود حج نہ کرے تو وہ یہودی یا عیسائی مرتا ہے، مسلمان

نہیں مرتا جبکہ اسلام پر دنیا سے جانا وہ عظیم شرف ہے جس کے لئے انبیاءِ الٰہی نے بھی دعا فرمائی ہے۔ گویا اس فریضہ کی بجا آوری استطاعت کی صورت میں لازم ہے اور صاحبان توفیق اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور اس مبارک سفر کی برکتوں سے بہرہ مند بھی ہوتے ہیں البتہ انہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ فریضۂ حج ایک خالص عبادت ہے اور عبادت کے لئے خلوص نیت کی ضرورت ہوتی ہے ، دکھاوے کا جذبہ عبادت کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتا ہے لہٰذا سفر کی تمہید ، درمیان سفر اور سفر کے بعد ہر اس عمل سے پرہیز ضروری ہے جس میں دکھاوے کی بو آتی ہو مثلاً سفر پر جاتے وقت نعرہ بازی ، اگر کئی مرتبہ جانے کا موقع ملا ہے تو اس کا بار بار اظہار ، بے وجہ مسائل سے باخبر ہونے کا اس طرح اظہار گویا حج اسپیشلسٹ ہیں، مسائل شریعت میں متخصص ہونا اچھا ہے لیکن خداوند عالم کی نظر میں بندوں کیلئے بے وجہ اظہار مناسب نہیں ہے ۔ انسان کو چاہیئے کہ خدا کے لئے حاجی ہو بندوں کے لئے نہیں، ورنہ جب نماز پڑھنے کے بعد اپنے نام کے ساتھ نمازی کا لقب جوڑنا مناسب نہیں تو فریضۂ حج کے بعد خود اپنے کو الحاج کے لقب سے مزین فرمالینا کس طرح مناسب ہوسکتا ہے؟ جس سے عمل کے برباد ہو جانے کا خطرہ ہے اور خطرات کی طرف متوجہ رہنا اور متوجہ کرنا سب کا فریضہ ہے۔ لہٰذا اگر عمل کی بربادی کے خطرات سے بچ کر اس فریضہ کو اس کی شان وشوکت کے ساتھ انجام دیا جا سکا تو یقیناً بارگاہ الٰہی میں قابل قبول ہوگا اور جو چیز خدا کی بارگاہ میں قبول ہو جائے اس کی برکتوں کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

امام سجادؑ فرماتے ہیں: '' تقویٰ کے ساتھ کوئی عمل کم نہیں ہوتا اور وہ کیسے کم ہوسکتا ہے جو خدا کی بارگاہ میں قبول ہو جائے''۔گویا اس عبادت کے لئے بھی دوسری عبادتوں کی طرح تقویٰ بنیادی شرط ہے جس کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔'' خدا صرف متقین کے عمل کو قبول کرتا ہے۔''اگر انسان تقویٰ الٰہی کے ساتھ اس نیت سے کہ جو گناہ اب تک کئے ہیں انہیں ہمیشہ کے لئے ترک کر دے گا اور آئندہ بھی گناہوں کا ارتکاب نہیں کرے گا اس عظیم فریضہ الٰہی کو بجا لائے تو اس با برکت سفر کی برکتوں سے فیضیابی یقینی ہے۔ اس مبارک سفر سے جو برکتیں حاصل ہوتی ہیں ان کا اندازہ وہ حضرات بخوبی لگا سکتے ہیں جن کو یہ سعادت نصیب ہو چکی ہے۔

حکمتوں پر توجہ

حج کی سعادت اور خوش بختی کو یقینی بنانے کے لئے دیگر تمام عبادات کی طرح اس اہم اور

اجتماعی عبادت کے فلسفہ اوراس میں پائی جانے والی حکمتوں پر توجہ ضروری ہے،جس میں انسانی کمال کے بہت سے اسرار و رموز پوشیدہ ہیں اور انسان اس اہم عبادت کی بجا آوری کے ذریعہ ان اسرار و رموز سے واقفیت کے بعد علم ومعرفت کی ایک عظیم منزل تک پہنچ جاتا ہے گویااس اہم فریضہ میں انسانی زندگی کے لئے اس کے علم و معرفت میں اضافہ کے لئے انتہائی اہم اسباق ہیں جنہیں مندرجہ ذیل باتوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔

توحید

حج توحید پروردگار کا مظہر ہے۔اس کے ہر عمل میں توحید کی نشانیاں نظر آتی ہیں:

احرام: وہ حالت ہے جب انسان تمام دنیاوی تعلقات سے آزاد ہوجاتا ہے اور خدا کی یاد میں مشغول ہوکراپنے مومن ومتقی ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

طواف : وہ ہے جب انسان ایک بے پایاں دائرہ میں خدائی مظہر اور الٰہی حاکمیت کے محور پر اپنا سارا وجود حرکت میں لاکر پروانہ کے مانند اس شمع کے گرد چکر لگاتا ہے۔

رمی: وہ عمل ہے کہ حاجی اپنے منظّم اور منصوبہ بند اقدامات کے تحت دشمن خدا ابلیس کو نشانہ بنا کر اسے کنکری مارتا ہے۔

قربانی: ایک ایسا عمل ہے کہ انسان ہویٰ و ہوس اورنفسانی خواہشات اور دوسری تمام چیزوں کو ایک حیوانی پیکر میں مجسم کر کے قربان گاہ الٰہی میں ذبح کرد یتا ہے۔

توحید خدا کو صرف لکڑی اور پتھر وغیرہ کے بے جان بتوں کی نفی میں محدود نہیں کرنا چاہئے بلکہ طاغوتی طاقتیں بھی ایک طرح کا بت ہیں اور روئے زمین پر توحید کے پھیلاؤ کے طولانی دور میں اس کی سب سے سخت دشمن رہی ہیں۔ایسے بتوں سے برائت و بیزاری بھی حج میں موجود ہے۔

یاد پروردگار

یاد پروردگار حج کا اصلی اور بنیادی رکن ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں جہاں حج کے مسائل بیان کئے گئے ہیں ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید نے دوران حج یاد خدا پر کتنا زور دیا ہے۔

لہٰذا مکہ مکرمہ جانے والے ہر حاجی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں کے بازاروں اور دکانوں کی چمک دمک، طرح طرح کے مادی وسائل و امکانات اسے یاد خدا سے غافل کردیں اور وہ ان

چند مبارک دنوں میں یاد الٰہی سے غافل رہ جائے۔

حج کے اس سبق کو پوری زندگی میں جاری وساری رہنا چاہئے اور زبانی یاد و ذکر کے ساتھ ساتھ زندگی کے عملی میدان میں بھی اس کی تجلی ہونی چاہئے اور زندگی کے مختلف مراحل میں یاد خدا کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ انسان واجبات کی انجام دہی میں کاہلی اور تساہلی سے کام نہ لے اور محرمات خدا کی طرف قدم نہ بڑھائے اور حج، حالت احرام میں حرام کی گئی چیزوں اور گناہوں سے بچنے اور دور رہنے کی بہترین مشق ہے۔

اتحاد بین المسلمین

حج اتحاد بین المسلمین کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے اسی لئے استکباری طاقتوں اور ان کے رحم وکرم پر پلنے اور باقی رہنے والے بعض اسلامی ممالک کے حکام کی پوری کوشش یہی ہوتی ہے کہ حج کے اردگرد دیواریں کھینچ دی جائیں۔

حج کے عظیم اور عالمی اجتماع میں انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو زبان، نسل، اسلامی فرقوں اور رنگ برنگے تعصّبات میں بانٹ دیا جائے تا کہ مسلمانوں کے درمیان عظیم اتحاد نظر نہ آسکے۔

باہمی تعلقات اور آپسی روابط

حج امت اسلامیہ کے باہمی تعلقات اور آپسی روابط کا بہترین آئینہ دار ہے۔ یہاں پر مسلمانوں کو ایک دوسرے کی مشکلات سے آگاہ ہونا چاہئے، ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونا چاہئے اور ان کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ لیکن اس دوران عالمی استکبار کی پوری کوشش یہی ہوتی ہے کہ یہاں کوئی سیاسی بات نہ ہونے پائے۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ نہ ہوسکیں بلکہ وہاں محراب ومنبر سے صرف وہی باتیں نشر کی جائیں جو بڑی اور استکباری طاقتوں اور ان کے بٹھائے ہوئے حکام کے فائدہ میں ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امت اسلامیہ ایک دوسرے سے بے خبر رہ جاتی ہے، تجربوں کا تبادلہ نہیں ہوپاتا اور ان کی ترقیوں کی خبریں دوسروں تک نہیں پہنچ پاتیں اور اس طرح حجاج کرام حج کے اس اہم سبق سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اخوت اسلامی:

اسلامی معاشرہ برابری و برادری سے آراستہ اور بے جا امتیازات، اجارہ داری، نسلی برتری اور حسب و

نسب کی بنیاد پر قائم ہر قسم کی برتری سے پاک و پاکیزہ ہوتا ہے۔ اس معاشرہ میں برتری اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ پروردگار ہوتا ہے۔ارشاد پروردگار ہے:" انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم"''تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے بڑا بافضیلت انسان وہی ہے جو سب سے بڑا متقی و پرہیز گار ہے۔'' اور یہی وہ اسلامی تعلیم ہے جو حج میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے جیسا کہ خود رسول اکرمؐ نے مکہ مکرمہ میں حج کے دوران ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: ''عرب کو عجم پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔(انّہ لا فضل لعربی علیٰ اعجمی) بلکہ ساری قوموں کو آپس میں محبت و برابری و برادری کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہئے۔'

اگر حج کرنے والا ان حکمتوں اور ان اسباق کو پیش نظر رکھکر اس اہم فریضہ الٰہی کو انجام دے سکے یا فریضۂ حج انجام دیتے وقت ان باتوں کی طرف متوجہ رہے تو حقیقت میں وہ عظیم سعادت حاصل کر لیگا جو خاصان خدا کا خاصہ ہے اور جس کے بعد سرکار سید الشہدا ؑ کے اس عظیم فقرے کو دل کی گہرائیوں سے لمس کیا جا سکتا ہے،جس میں آپ فرماتے ہیں:بار الٰہا! جسے تو مل گیا اس نے کیا کھویا اور جس نے تجھے کھو دیا اس نے کیا پایا، خداوند عالم اس عظیم عبادت کے ذریعہ ہر شخص کو اپنے آقا سرکار سید الشہدا ؑ کے صدقہ میں اس منزل تک پہنچا دے کہ جہاں انسان یہ محسوس کرے کہ اب اسے اسکا خدا مل گیا ہے،لہٰذا اب دنیا کی ہر نعمت اس کے قدموں میں ہے۔

حج کی حکمتوں اور اسکے تقاضوں سے متعلق ایک اہم اور مفصل روایت:

امام العارفین،سید الساجدین حضرت علی بن الحسین زین العابدینؑ نے اپنے دور کے ایک مشہور عارف شبلی سے بیان فرمایا۔شبلی حج کرکے واپس آئے تو حضرت سید سجادؑ کی زیارت کو تشریف لے گئے۔

امامؑ نے پوچھا:شبلی !حج کر آئے؟

شبلی:ہاں !فرزند رسولؐ

امامؑ:میقات میں پہنچے،سلا ہوا لباس اتارا اور غسل کیا؟

شبلی:ہاں!ہاں

امامؑ:جب تم میقات میں وارد ہوئے اور سلا ہوا لباس اُتارا تو کیا تم نے یہ ارادہ کیا کہ خدا کی

نافرمانی ومعصیت کا لباس اُتار کر اطاعت خدا کا لباس زیب تن کر رہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب سلا ہوا لباس اُتار رہے تھے تو کیا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ ریاکاری، منافقت اور وسوسوں سے آزاد ہو رہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم غسل کر رہے تھے تو کیا تم نے یہ ارادہ کیا تم اپنی لغزشوں اور گناہوں سے غسل کر رہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: پھر تو نہ تم میقات گئے نہ ہی سلا ہوا لباس اُتارا اور نہ ہی تم نے غسل کیا؟

امامؑ: خیر یہ بتاؤ کہ غسل کر کے لباس احرام پہنا اور حج کی نیت کی؟

شبلی: ہاں

امامؑ: جب تم نے غسل کیا، احرام پہنا اور حج کی نیت کی تو کیا تم نے یہ ارادہ کیا کہ خداوندعالم کی خوشنودی اور صرف گناہوں سے توبہ کے لئے خود کو تم نے پاک و پاکیزہ کیا ہے؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم لباس احرام پہن رہے تھے تو کیا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ ہر وہ چیز جس کو خداوندعالم نے تم پر حرام کیا ہے اس کو اپنے اوپر حرام کر رہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم نے حج کی نیت کی تو کیا تم نے یہ ارادہ کیا کہ ہر وہ گرہ جو غیراللہ کے لئے تھی اسے تم نے کھول دیا ہے؟

شبلی: نہیں

امامؑ: پھر تو نہ تم نے غسل کیا، نہ احرام پہنا اور نہ ہی حج کی نیت کی؟

امامؑ: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تم میقات میں پہنچے اور تم نے دو رکعت نماز پڑھی اور تلبیہ کہا؟

شبلی: ہاں

امامؑ: جب تم میقات میں پہنچے تو کیا تم نے یہ ارادہ کیا کہ خدا کی زیارت کو آئے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم نے دورکعت نماز پڑھی تو کیا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ نماز جو کہ بہترین عمل اور بندوں کی سب سے بڑی نیکی ہے اس کو بجالانے کے ساتھ تم خدا وندعالم سے قریب ہورہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم تلبیہ کہہ رہے تھے تو کیا تم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اب زبان سے صرف وہی بات کہوگے جس میں خدا وندعالم کی اطاعت وفرماں برداری ہو اور خداوندعالم کی نافرمانی پر زبان بند رہے گی؟

شبلی: نہیں

امامؑ: تو پھر تو تم نہ میقات تک پہنچے نہ نماز پڑھی اور نہ ہی تلبیہ کہا

امامؑ: حرم میں تم داخل ہوئے خانہ کعبہ کو دیکھا اور نماز پڑھی؟

شبلی: ہاں

امامؑ: جب تم حرم میں داخل ہوئے تو کیا تمہارا یہ قصد تھا کہ ہر مسلمان کی غیبت کو اپنے اوپر حرام کر رہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم مکہ میں وارد ہوئے تو کیا تمہارے دل میں یہ نیت تھی کہ خدا وندعالم کی زیارت کو آئے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: پھر تو نہ تم حرم میں داخل ہوئے اور نہ کعبہ کی زیارت کی اور نہ ہی نماز پڑھی؟

امامؑ: اچھا یہ بتاؤ خانہ کعبہ کا طواف کیا ارکان کو ہاتھ سے تم نے مس کیا اور صفاومروہ کے درمیان سعی کی؟

شبلی: ہاں

امامؑ: جب تم سعی کررہے تھے تو کیا تمہارا قصد تھا کہ خدا کی پناہ میں بھاگ رہے ہو اور خداوندعالم الغیوب کی ذات بابرکت بھی تمہارے اس ارادہ سے باخبر ہے؟

شبلی: نہیں

امامؑ: نہ تم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور نہ ارکان کو مس کیا اور نہ ہی سعی کی

امامؑ: تم نے حجر اسود کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اس سے مصافحہ کیا مقامِ ابراہیمؑ پر رُکے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی؟

شبلی: ہاں

یہ سنتے ہی حضرت نے فریاد کی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روح مقدس قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی اور آپؑ نے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا: جس نے حجر اسود سے مصافحہ کیا گویا اس نے خداوند عالم سے مصافحہ کیا۔

خبردار! ایسا نہ ہو کہ اس مصافحہ کے عمل کے بے پناہ اجر کو احکام خدا کی مخالفت، سرکشی اور ارتکاب گناہ سے ضائع کر دو۔

امامؑ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ تم جب مقام ابراہیمؑ پر ٹھہرے تو کیا تم نے یہ ارادہ کیا کہ خدا کے ہر فرمان پر عمل کرنے کے لئے وہاں پر ٹھہرے ہو اور ہر قسم کی نافرمانی سے کنارہ کش ہو چکے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم نے مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کی تو کیا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ تم نے حضرت ابراہیمؑ کی پیروی میں وہاں نماز پڑھی اور اپنی اس نماز کے ذریعہ شیطان کی ناک زمین میں رگڑ رہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: تو پھر تم نے نہ ہی حجر اسود سے مصافحہ کیا نہ ہی مقام ابراہیمؑ پر ٹھہرے اور نہ ہی وہاں پر دو رکعت نماز ادا کی۔

امامؑ: یہ بتاؤ کہ چاہ زمزم پر گئے اور آب زمزم پیا؟

شبلی: ہاں

امامؑ: کیا تم نے یہ نیت کی کہ خدا کے مطیع و فرمانبردار بن گئے ہو اور نافرمانی سے چشم پوشی کر لی ہے؟

شبلی: نہیں

امامؑ: تو پھر نہ تم زمزم تک پہنچے اور نہ ہی تم نے آب زمزم پیا؟

امامؑ: یہ بتاؤ کہ صفا و مروہ کے درمیان تم نے سعی کی؟

شبلی: ہاں

امامؑ: کیا اس وقت تمہارے دل میں یہ خیال آیا کہ تم امید و بیم کے درمیان چل رہے ہو؟

شبلی: نہیں

امامؑ: نہ تو تم صفا تک پہنچے نہ ہی مروہ تک اور نہ ہی تم نے سعی کی۔

امامؑ: منیٰ گئے؟

شبلی: ہاں

امامؑ: کیا تم نے اس وقت یہ ارادہ کیا کہ تمہارے ہاتھ، زبان اور دل سے لوگ محفوظ رہیں گے؟

شبلی: نہیں

امامؑ: تو تم منیٰ نہیں گئے؟

امامؑ: تم نے عرفات میں وقوف کیا، جبل رحمت پر چڑھے، نمرہ کے بیابان کو پہچانا، خداوندعالم سے دعا کی؟

شبلی: ہاں

امامؑ: وقوف عرفات میں تمہیں اس بات کی معرفت حاصل ہوئی کہ خداوند عالم تمام علوم ومعارف سے آگاہ اور ایسا معلوم ہوا کہ تمہارا نامہ اعمال خداوندعالم کے سامنے ہے اور وہ دلوں کے رازوں کو جانتا ہے؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم جبل رحمت سے اتر رہے تھے تو کیا تمہارے دل میں یہ خیال آیا کہ خداوندعالم ہر مومن ومومنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ہر مسلمان مرد وعورت کی مدد ونصرت کرے؟

شبلی: نہیں

امامؑ: نمرہ کے پاس تم نے یہ نیت کی کسی کو حکم نہ دوگے مگر یہ کہ حکم خدا پر خود عمل کروگے اور کسی کو کسی کام سے اس وقت تک منع نہ کروگے جب تک کہ خود نہ اس سے باز آجاؤ؟

شبلی: نہیں

امامؑ: جب تم ان نشانیوں اور نمرات کے پاس کھڑے تھے تو کیا تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ تمام نشانیاں تمہاری اطاعت اور بندگی پر گواہ ہیں؟

شبلی: نہیں

امامؑ: تم نے نہ تو عرفات میں وقوف کیا نہ جبل رحمت پر گئے اور نہ ہی نمرہ کی معرفت حاصل کی اور نہ تو نمرات میں خداوندعالم کی بارگاہ میں دعا ہی کی؟

امامؑ :اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم میدان عرفات سے مزدلفہ کی جانب جارہے تھے تو گذرنے سے پہلے وہاں پرتم نے دورکعت نماز پڑھی اور پھر مزدلفہ پہنچ کرتم نے کنکریاں چنی اورمشعرالحرام پہنچے؟

شبلی :ہاں

امامؑ :جب تم نے دورکعت نماز پڑھی تو کیا تمہاری یہ نیت تھی کہ تمہاری یہ نماز عید کاوہ شکرانہ ہے جو ہرمشکل آسان کر دیتی ہے؟

شبلی :نہیں

امامؑ :جب تم عرفات سے مزدلفہ کی طرف جارہے تھے تو سیدھے گئے ہوگے اور کیا تم نے سوچا کہ اب دین حق سے دائیں بائیں منحرف نہ ہوگے اور نہ ہی دل وزبان یا اپنے اعضاوجوارح کے ذریعہ دین حق میں کجی کے مرتکب ہوگے؟

شبلی :نہیں

امامؑ :جب تم مزدلفہ میں کنکریاں چن رہے تھے تو کیا تم نے یہ نیت کی تھی کہ خدا کی ہرنافرمانی اور جہالت سے دور ہورہے ہو اور ہر نیک عمل اورعلم ودانش کو استواری سے انجام دیتے رہوگے؟

شبلی :نہیں

امامؑ :جب تم مشعرالحرام میں پہنچے تو کیا تم نے یہ قصد کیا ہر متقی وپرہیز گار کی طرح دل کو خدا کی عظمت سے آگاہ کردیا ہے؟

شبلی :نہیں

امامؑ : پھرتو تم عرفات سے مزدلفہ کی طرف نہیں گئے نہ ہی دورکعت نماز پڑھی نہ مزدلفہ پہنچے نہ ہی کنکریاں چنی نہ مشعرالحرام تک پہنچے؟

امامؑ :خیر یہ بتاؤ منیٰ پہنچے شیطان کو پتھر مارا،قربانی کی،سرمنڈایا،مسجدخیف میں نمازادا کی اور مکہ واپس آکر آخری طواف وداع انجام دیا؟

شبلی :ہاں

امامؑ :جب تم منیٰ پہنچے اور شیطان کو پتھر مارا تو تمہارے دل میں یہ خیال آیا کہ تمہارامقصد پورا ہوگیا اور خداوندعالم نے تمہاری حاجت پوری کردی؟

شبلی :نہیں

امامؑ :جب تم پتھر مار رہے تھے تو تم نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے دشمن ابلیس کو پتھر مار رہے ہو اور تم نے بے پناہ عظیم حج کو مکمل کرنے میں شیطان کی کھل کر مخالفت کی ہے؟

شبلی :نہیں

امامؑ :جب تم سرمنڈا رہے تھے تو کیا تم نے یہ نیت کی کہ تمام برائیوں کی آلودگی سے پاک و پاکیزہ ہو رہے ہو اور اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوگئے گویا ابھی پیدا ہوئے ہو؟

شبلی :نہیں

امامؑ : جب تم نے مسجد خیف میں نماز پڑھی تو کیا اس وقت تم نے یہ نیت کی تھی کہ اپنے گناہوں کے بارے میں خدا وندعالم عظمت کے علاوہ کسی سے خوف زدہ نہیں ہو اور صرف اسی کی رحمت کے امیدوار ہو؟

شبلی :نہیں

امامؑ :جب تم قربانی کررہے تھے تو تمہیں یہ خیال آیا کہ حضرت ابراہیم خلیلؑ کی اس سنت کی پیروی کررہے ہو جہاں پر نبی خدا نے اپنے جگر کے ٹکڑے کے گلے پر چھری پھیر دی تھی اور اس کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل کی تھی اور جب تم جانور کا گلا کاٹ رہے تھے تو تمہیں یہ خیال آیا کہ حقیقت میں اپنی خواہشات اور لالچ وطمع کا گلا کاٹ رہے ہو؟

شبلی :نہیں

امامؑ :جب تم مکہ واپس آکر طواف وداع بجالائے تو تمہارا کیا یہ ارادہ تھا کہ تم رحمت خدا وندی کے سائے میں روانہ ہوئے تھے اور اس کی اطاعت میں واپس آگئے ہو لہٰذا اب صرف احکام اور واجبات کو انجام دے کر اس سے ہمیشہ قریب رہو گے؟

شبلی :نہیں

حضرت امام زین العابدینؑ نے ان سے فرمایا:تم نہ تو منیٰ پہنچے، نہ شیطان کو پتھر مارا نہ سرمنڈایا،نہ ہی تم نے اعمال ومناسک انجام دیئے ،نہ مسجد خیف میں نماز پڑھی، نہ تم طواف وداع بجالائے ، نہ تمہیں خدا کی قربت حاصل ہوئی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ دوبارہ حج کرو اس لئے کہ تمہارا تو حج ہی نہیں ہوا۔

یہ سنتے ہی شبلی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور پھر امام زین العابدینؑ کی تعلیمات

کے مطابق احکام ومناسک کے مفاہیم کو یاد کیا اور اگلے سال اسی کے مطابق حج بجالائے۔ا

خداوندعالم تمام مومنین کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب کرے اور تمام حاجیوں کو توفیق دے کہ وہ اسی انداز سے فریضہ حج بجالائیں جس طرح خدا، رسولؐ ائمہٴ معصومینؑ خصوصاً امام العارفین سید الساجدین حضرت زین العابدینؑ نے تعلیم دی ہے۔

حوالہ:

ا۔مستدرک الوسائل، ج ر ۲، ص ر ۱۸۶ ر ۱۸۷ وفلسفہ واسرار حج، ص ر ۸۷

حج، تہذیب وتربیت

مولانا حسن عباس فطرت

بلاشبہ ایک مضبوط ومستحکم معاشرہ کی تشکیل وسلامتی کے لئے مذہب کی خاص ضرورت ہے جہاں زندگی کے شب وروز کا حساب وکتاب ہوتا ہے، انسان کی ہر حرکت وسکون کو نظام الاوقات کی غیر مرئی زنجیر میں باندھ دیا جاتا ہے۔ اسے نہ فضول وقت گذاری گوارا ہے نہ نامعقول افعال واعمال میں اوقات کا ضیاع وبربادی۔ اس کا موضوع انفرادی واجتماعی حیات کی تزئین وسجاوٹ ہے جس کے دومحور ہیں عبادات ومعاملات اسی کے سہارے تزکیہ نفس وبندگی خالص اور خدمت خلق کی پن چکی چلتی رہتی ہے ان سب میں اہم نماز ہے جو انسان کے ظاہر وباطن کو سنوار کراسے اردگرد، اطراف واکناف کے لوگوں میں محبوب بناتی ہے۔ ارشاد ہوتاہے کہ اقم الصّلوٰۃ لذکرِی نماز قائم کرو تاکہ مجھے نہ بھولو(یعنی ہر وقت وہمہ جا مجھے، حاضر وناظر جانو) روزہ کے لئے فرمان نبوی ہے صوموا تصحوا صحت جسمانی وروحانی کی کلید روزہ ہے۔ زکوٰۃ ، پاکی دولت ومال اور اعتقاد برذات الٰہی'' ابتغاء مرضات اللّٰہ و تبثیتاً لانفسکم'' خوب کماؤ تاکہ دوسروں کو بھی دےسکو کسی کے محتاج نہ رہو۔ ان تمام عبادت کا مجموعہ وسیع منظر نامے میں حج میں سمودیا گیا ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ کی تمام خوبیاں وتاثیرات حج میں جمع ہیں۔ اس کے بعد بذات خود حج ایک عظیم عبادت ہے جس کے اسرار ورموز کو بیان کرنے والے بیان کرتے رہے ہیں مگر ہنوز یہ داستان نامکمل ہے۔ صدر اسلام سے اب تک متعدد واہل علم ودانش صاحبان عرفان ومعنویت اپنی فکر وسوچ کے مطابق اس کے بارے میں اظہار خیال ونظر کرتے رہے۔ امام غزالی نے حج کے ہر رکن کو ایک عاشق سرگشتہ کے والہانہ جذبات ووفورشوق کے اظہار سے تعبیر کیا ہے۔ شہید ثانیؒ نے اسے انتہائے خشوع وخضوع (فروتنی) کا عملی نمونہ کہا ہے۔ سید قطب وشریعتی نے اسے ایوان ایمان میں جمال وجلال الٰہی کی جلوہ ریزیوں کا آئینہ بتایا ہے تو حضرت امام خمینیؒ نے وحدت کلمہ وبرأت مشرکین کے عنصر کو قومی ترین کہا ہے۔ وغیرذالک۔

خیال رہے کہ اسلامی تہذیب میں عقیدہ وعمل دونوں کی صحت کا ملہ ضروری ہے۔ سچ کہا

جائے تو حج عالم انسانیت کی سب سے قدیم اور اعلیٰ ترین تہذیب ہے کیونکہ اس کی تاریخ حضرت آدم کے زمین پر آنے کے ساتھ ہی ہوئی ہزاروں برس تک متعدد انبیاء واولیاء واوصیاء نے اس کی سجاوٹ وتزئین کی ہے اور اس کا نقطۂ عروج ظہور خاتم الانبیاء سے ہوا۔ آنحضرتؐ نے ہجرت کے تیسرے سال ہی حج کے وجوب کا اعلان کیا مگر جب تک حالات معتدل و پرسکون نہیں ہوئے مکہ معظّمہ کا رخ نہیں کیا اور جب ۹ھ ہجری میں مسلمانوں کی جمعیت کثیر کے ساتھ مکہ میں وارد ہوئے مگر دشمنوں نے مزاحمت کی تو ایسی نرم شرائط پر صلح کرلیا کہ بعض مسلمان تلملا اٹھے مگر آپ صبر وسکون کے ساتھ سب کو لے کر مدینہ لوٹ آئے اور بتایا کہ حج سلامتی ویگانگت کا سبق ہے۔ تشدد و جبر یہاں ممنوع ہے پھر دوسرے سال پورے شان وشکوہ کے ساتھ آکر حجۃ الوداع بجالائے۔سب کے سب ایک ساتھ مناسک واعمال حج بجالائے پھر آپ نے جبل رحمت کی بلندی سے پوری امت کو خطاب کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصول بیان کئے جو آج بھی درخشندہ تاریخ بن کر دنیا میں موجود ہے۔ اسی خطبہ میں مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق بیان کیا گیا۔ حقوق اللہ وحقوق الناس کو باتشریح بتایا گیا درحقیقت اسلام کا منشور جاری کیا گیا۔

بزرگوں کا احترام اور کمسنوں کے ساتھ رحم بھی حج کی تعلیم ہے۔ حاجی سے مقام ابراہیمؑ وحجر اسمٰعیلؑ وبیت ہاجرہ کا طواف کرانا۔ صفاومروہ میں سعی، حجر اسود کا بوسہ بہت سے رموز واسرار کی طرف اشارہ ہوتاہے۔ چار ہزار برس کی تاریخ اور اس عہد کا جغرافیہ ایک حاجی کی نگاہوں میں پھر جاتاہے۔ تعمیر کعبہ کا قصہ سامنے آجاتاہے ایک باپ اور بیٹے کا بے مثال کارنامہ دلوں میں ایمان کو زندہ کرتاہے جو آگے بڑھ کر قربانی اسمعیلؑ اور جرأت ابراہیمیؑ کو یاددلادیتاہے یہاں سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ بزرگ کے خواب کو عمل میں لانے کا فریضہ جوانوں کا ہے اور نتیجہ پر راضی برضا رہنا دونوں کے لئے لازم ہے۔

اقبال نے نماز کے بارے میں کہا ہے

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز سماجی اونچ نیچ سے صرف نظر کرکے سب ہی نمازیوں کو ایک جیسا رکھنا چاہتی ہے مگر یہاں بھی پہلی صف میں اتقیاواصفیاء کو جگہ دی جاتی ہے۔ سب کے لباس، وضع جدا جدا ہوتے ہیں۔ نماز میں ایک محلّہ، قریہ وشہر وایک زبان والے ہوتے ہیں مگر حج ہی ایک ایسی

عبادت ہے جس میں سب کو ایک رنگ ایک لباس ، ایک کلمہ لبیک دیکر اسلام کی حقیقی مساوات وعالمگیری ظاہر کی جاتی ہے یہاں شاہ گدا، امیر فقیر، سید وشیخ، کبیر وصغیر سب ایک ہی رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس کفن پوش جیسے ہوتے ہیں پھر آخرت کے بازار کو تصور میں رکھ کر کانپ کانپ کر لبّیک اللّٰھمّ لبّیک کا ورد کرتے ہیں۔ دنیا جہاں کے گورے کالے، طویل وقصیر نویں ذی الحجہ کی صبح سے عصر تک میدان عرفات میں وقوف کرکے حشر ونشر کا سماں پاتے ہیں، پورا دن مالک حقیقی کے حضور میں ایستادہ ہوکر اس سے کلام وسرگوشی میں گذارتے ہیں دنیا ومافیہا کو بھول کر فَنَا فِی اللّٰہ ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ خانۂ خدا کی زیارت کے بعد خدا سے ملاقات کے لئے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ حد نظر تک عرفات کے وسیع وعریض لق ودق صحرا میں لاکھوں کفن پوش انسانوں کو حیران وسرگرداں ومتوجہ الی اللہ دیکھ کر صور اسرافیل کے بعد قبروں سے مردوں کا کفن جھاڑ کر نکلنے کا دیدنی منظر اوریاد آخرت حج کا سب سے بڑا تحفہ ہے اور تربیت نفس کا سب سے موثر منظر۔ اسی طرح منیٰ ، مشعر الحرام رمی جمرات کے اعمال میں بے شمار تہذیبی وتربیتی عنصر موجود ہیں۔ منیٰ میں دی جانے والی قربانی کہتی ہے کہ رضائے الٰہی میں مال کے ساتھ جان کی قربانی دینے کے بعد شکر کرنا چاہئے اگر سر اسی کے آگے جھکتا ہے تو دل بھی اسی کے سامنے جھکانا چاہئے۔ تقصیر (حلق راس) بھی کم کھٹن نہیں ہے مگر مرضی مولا کی خاطر اسے بھی قبول کرنا چاہئے اسی کے ساتھ نفس امارہ کی بیخ کنی بھی ایک حاجی کا فریضہ ہے۔ رمی جمرات میں شیطان کو کنکریاں مارنا بظاہر بے فائدہ لگتا ہے مگر حکم حاکم کی تعمیل میں گن گن کرانتی ہی کنکریاں ماری جائے گی جتنی بتائی گئی ہیں صرف ظاہری جمرہ کو کنکریاں مارنا ہی کافی نہیں بلکہ شیطان ظاہر ہوکہ پوشیدہ ، چھوٹا ہوکہ بڑا ، اندرونی ہوکہ بیرونی جان کا لاگو ہو یا ایمان کا، ہر ایک پر حملہ کرکے اسے پسپا کرنا حج کی وراثت وتہذیب ہے۔ طواف حرم، اپنے معشوق حقیقی پر قربان ہوجانے اور اسی کو اپنے ہر فعل وعمل کا محور بنائے رکھنا سکھاتا ہے اور مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلہ وانعام بیشمار دئے جانے کی صفت کا مظہر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر حج بیت اللہ دنیا میں مل جل کر رہنے ، دوستی ومحبت قربانی وایثار ، مواسات وہمدردی، امر بالمعروف ، نہی عن المنکر صلہ رحم، عفو درگذر، سعادت، علم وتعلم ، خدمت خلق، یتیم پروری ادائیگی حقوق والدین واولاد، غم گساری ،غربا پروری، ہمسایہ واقربا سے نیکی وبہترین سلوک، صدق وصفا، مکروہات سے اجتناب، غصہ کی جگہ صبر وضبط ، انتقام کے بدلے حسن سلوک ومدارا، قول

وعمل میں یکسانی عقیدہ پر استحکام کامل،عمل میں مستعدی، سپاہیانہ زندگی کی تعلیم دیتاہے تو ساتھ ہی قبر سے لے کر حشر ونشر، حساب ، کتاب اور قیامت میں پیش آنے والے امور کے لئے تیاروآشنا کرتاہے۔ حج ہرمسلمان کے لئے اخلاقیات ، اجتماعیت ،عرفان وعشق الٰہی ، روحانی معراج کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ایک مسلم معاشرے کوجس قدر صاف وشفاف، بے عیب سادہ و ذکی، منظّم۔صاحب تسلیم ورضا نفس کش ایثارگر باہمت واستقلال، آزاد وپرسوز، مجاہدبت شکن ماسوا اللہ سے گریزاں، یکساں، یک رنگ دیکھنا چاہتا ہے وہ اسے میقات پر پہونچ کر احرام باندھنے سے لیکر طواف حج وطواف وداع تک ہرمنزل پر قائم رہنا چاہئے تاکہ وہ آگے چل کرخطوط پر اپنے کارواں کا سفر جاری رکھے۔

حج کے تعلق سے یہ امر بھی مہم ہے کہ حاجی نجدوحجاز کی تاریخ وجغرافیہ سے آگہی حاصل کرکے مکہ ومدینہ کے تاریخی آثار کی جانکاری حاصل کرلے۔ زمانہ رسولؐ کے حج کے حالات کاعلم حاصل کرکے عہد عثمانی وعہد سعودی میں جوتغیرات ہوئے اسے بھی جانے۔حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمٰعیلؑ کی قربانیوں، حضرت ہاجرہ کی عظمت کو پہچانے۔ دشمنان خدا نے عہد بہ عہد کعبہ وحجراسود کے ساتھ کیا کیا نازیبا سلوک کئے۔ ابرہہ کے لشکر پر ابابیل کے جھنڈ نے جوتباہی مچائی اسے بھی یاد کرکے اپنی معرفت ،خشیت الٰہی وایمان کوجلا بخشے۔ حج کے ہررکن پر دھیان دے۔ جاہلانہ طور پرمناسک کی ادائیگی مقصود خدا ورسولؐ نہیں حج صرف اسلام کی تہذیب ہے یہ نہ عیسائیوں میں ملے گی نہ یہودیوں میں اسی لئے اللہ نے پکار پکارکر کہا۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیتَ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیلاً وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْن۔

لوگوں پر خانۂ خدا کا حج واجب ہے بشرطیکہ ان میں اہلیت وقدرت ہومگرجوکوئی اس کا انکار کرےتو اللہ عالمین سے بے نیازوبے پروا ہے(یعنی اس میں فائدہ لوگوں کا ہے خدا کو کچھ لینا دینانہیں)

سرکار رحمت پیغمبراؐکرم نے فرمایا کہ جس کے پاس حج کی ادائیگی کاسامان وسبیل ہواس کے باوجود وہ حج نہ کرےتو اسے اختیار ہے کہ وہ یہودی مرے یاعیسائی وہ مسلم نہ ہوگا کیونکہ تہذیب اسلام توحج ہی ہے۔

حج اور تزکیۂ نفس

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی پاکیزگی، ان کے نفس کے تزکیہ اور ان کے دلوں کی تطہیر کے لیے قرآن پاک نازل کیا، رسولؐ بھیجے اور ایسے احکام سے نوازا جو جسمانی اور ذہنی پاکیزگی کے ساتھ دلوں کو منور کرتے ہیں۔ خاص طور پر اللہ رب العزۃ نے عبادت کا ایسا نظام عطا کیا ہے جو انسانوں کو ہمہ جہت پاکیزگی کا شعور اور سلیقہ بخشتا ہے۔ انسان کی کامیابی کا راز نفس کے تزکیہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكّٰى. وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى[۱] (وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی)

اسلامی عبادات کی روح نفس کا تزکیہ ہے۔ ارکان اور مناسک کے اندر تزکیہ کی قوت رکھی گئی ہے، نماز اور روزہ بھی تزکیہ نفس کا ذریعہ ہیں اور زکوٰۃ و جہاد بھی تزکیہ کا ذریعہ ہیں اور حج وعمرہ بھی تزکیہ نفس کا ذریعہ ہیں۔ یہ عبادتیں اللہ کی خوشنودی بھی عطا کرتی ہیں اور انسانی قلوب کو اللہ سے وابستہ بھی کردیتی ہیں۔

عام انسانوں کی تربیت وتزکیہ کے لیے اللہ نے نماز اور روزہ کو لازم قرار دیا، کیونکہ یہ بدنی عبادت ہے۔ اس میں مال و زر کے خرچ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، مگر مالدار لوگوں پر اللہ نے دو مزید عبادتیں فرض کی ہیں، یعنی زکوٰۃ اور حج۔ تاکہ مال و دولت کی وجہ سے ان کے نفس پر جو جالے لگ جاتے ہیں ان کو صاف کیا جائے اور ان کے قلوب کا تزکیہ کیا جائے۔ یوں تو ہر انسان تزکیہ نفس کا محتاج ہے خواہ امیر ہو یا غریب مگر وہ شخص زیادہ تزکیہ کا محتاج ہے جس کے کعبۂ دل میں مال و دولت نے جگہ بنالی ہو، جسے مال و دولت کی وجہ سے عزت اور شہرت حاصل ہو۔

ان عبادات میں حج ایسی عبادت ہے جس میں روح نماز بھی ہے اور جوہر انفاق بھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حج ان مالدار مسلمانوں پر فرض کیا ہے جو خانہ کعبہ تک جانے آنے اور وہاں قیام و قربانی کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً"[۲] یعنی لوگوں پر اللہ کے لیے خانہ کعبہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک جانے کی

حیثیت واستطاعت رکھتے ہوں۔ کامیاب حاجی وہی ہے جو حج کونفس کے تزکیہ کا ذریعہ بنائے اور ناکام حاجی وہ ہے جو حج تو کرلے مگر اپنےنفس کی غلامی میں مبتلا رہے۔ چنانچہ عازمین حج کے لیے پہلی ہدایت یہ ہے کہ سفر حج سے پہلے وہ لوگوں کےحقوق ادا کردیں۔ اخلاص نیت کے ساتھ گناہوں سے توبہ کریں، روزمرہ کے لباس اتار دیں اور احرام پہن لیں۔ یعنی ہر طرح کے گناہوں سے پاک ہوکر اپنے آپ کو اللہ کے حضور پیش کریں۔ حج کے ارکان اور مناسک اس طرح ادا کریں جس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہے اور ان کے قلب کی حالت ویسی ہو جیسا مطالبہ شریعت نے کیا ہے۔ وہ اپنی عادت اور اپنی مرضی بھول جائیں اور اللہ کا حکم اور اس کے تقاضے یاد رکھیں۔

حج کا پہلا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل اور دماغ سے کفر و شرک اور الحاد کے تمام وسوسے ختم کردے اور ایک خدائے ذوالجلال کی یاد کو اپنا رہنما اور منزل بنالے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کو آباد کرتے وقت اللہ نے کفر وشرک سے محفوظ رہنے کی تاکید کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئاً وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ [۳]

(اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ میں ٹھکانہ دیا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو قیام، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ صرف اس حکم کی من وعن تعمیل کی، اپنے دل کو بھی پاک رکھا اور خدا کے گھر کو بھی، بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی روح توحید سے سرشار رکھنے کی خدائے پاک سے التجا کی۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـذَا الْبَلَدَ آمِناً وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الأَصْنَامَ ط رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ [۴]

(اور یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے دعا مانگی کہ اے میرے رب اس شہر مکہ کو پرامن بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے بچادے، میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے، تو جو کوئی بھی میرا اتباع کرے وہ میری جماعت سے ہے اور جو میری نافرمانی کے تو اس کے لیے تو غفور و رحیم ہے۔)

تمام عازمین حج وعمرہ پر لازم ہے کہ قافلہ ابراہیمیؑ میں شامل ہونے سے پہلے اپنے دل کو

شرک و کفر اور اس کے اثرات سے پاک و صاف کریں۔ حج کی یہ پہلی تعلیم ہے اور عشق کی پہلی منزل ہے۔ جس دل میں اللہ کی یاد بسائی جائے اس دل سے غیر اللہ کی یاد مٹائی جائے۔ اس طرح حج کا تلبیہ معنی خیز اور حاجی کا سفر رستاخیز بن جاتاہے۔ جب وہ کہے "الّلھم لبّیک لاشریک لک لبّیک انّ الحمد والنّعمۃ لک والملک" (اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک ساری تعریف او رنعمت وحکومت تیرے لیے ہے، میں حاضر ہوں)،تو اس تلبیہ کی گواہی اس کا دل دماغ اور پورا وجود دے اور وہ مستانہ وار پکارے۔

دلوں کی تاریکیوں کو مٹاکر ہمارے سینوں میں نور بھردے
یقیں سے کھوکھلے ہیں نعرے، ہماری تکبیروں میں روح بھردے

حج کا دوسرا تقاضہ اللہ کا خوف ، اللہ کی خشیت ، اللہ کی محبت اور اللہ کی طرف انابت ہے۔ سیاہ غلاف میں ڈھکا ہوا کعبہ اور اس کے اندر چھپی ہوئی عشق الٰہی کی چنگاری عازمین حج کے دلوں کو سلگاتی ہے، حاجی عشق کی اس دھیمی آنچ میں اپنے وجود کو دہکاتا ہے ، یہ آتش نفسی لمحہ بہ لمحہ فروزاں ہوتی ہے۔ گناہوں کے زنگ کو جلاتی ہے اور نیکیوں کے رنگ کو جلا بخشتی ہے۔ خدا کا گھر حاجیوں کو مسلسل یہ پیغام دیتا ہے۔

آتش نفسی اور بڑھا کہ ہیں وہ خام
دل جن کے نہیں سوختۂ شعلۂ ادراک

حج ایک ایسی عبادت ہے، جو دل فگاری اور اشک باری کے عالم میں ادا ہوتی ہے، دل شکستگی اور جاں سوزی کی کیفیت سے حاجی کو بار بار گذرنا پڑتا ہے، اسی کیفیت کو دیکھنے کے لیے اللہ رب العزۃ اپنے بندوں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔

وَأَذِّن فِيْ النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالاً وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ ۵

(اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار ہوکر آئیں۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس گھر کا تعارف دو حوالوں سے کرایا ہے فیہ آیات بیّنٰت مّقام ابراھیم۔ ۶ ایک تو یہ کہ اس گھر میں توحید کی واضح نشانیاں ہیں اور دوسرے یہ کہ یہاں مقام ابراہیمؑ ہے۔ توحید کی جلوہ گری کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کا حوالہ دراصل حاجی کو نمونہ اور ماڈل کے بطور دیا

گیا ہے، تاکہ حاجی عشق و محبت اور خوف و خشیت کی وہی کیفیت اپنے اندر پیدا کرے جو حضرت ابراہیمؑ میں تھی۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں اپنی آل و اولاد کو اللہ کی یاد کے لیے لاکر چھوڑ دیا تھا اور بے قراری اور آہ و زاری کے ساتھ اللہ کو پکارا تھا، اس کی کسک حاجی اپنے دل میں محسوس کرے اور اس کا دل ٹوٹ پھوٹ کر خانۂ خدا میں بکھر جائے۔

اے کاش محبت میں ایسا بھی مقام آئے
دل ٹوٹ کے کعبہ کی راہوں میں بکھر جائے

حاجی جہاں سجدے کرتا ہے وہاں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے سر جھکے ہیں۔ جہاں حاجی طواف کرتا ہے وہاں حضرت خلیلؑ اللہ اور ذبیح اللہ کے قدم نے نقش چھوڑا ہے، جہاں وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے وہاں اللہ کے برگزیدہ نبیوں نے اپنے خدا کو پکارا ہے اور خاص طور پر اس آخری نبی محمدؐ عربی نے رنج محن اٹھایا ہے۔ جن کی بعثت کی دعا خود حضرت ابراہیمؑ نے مانگی تھی۔ حاجی کو جب یہ شعور ہوجائے کہ وہ ان مقامات سے گذر رہا ہے جہاں پاک نفوس انبیاء علیہم السلام کے قدم پڑے ہیں تو اس کے سفر حج میں سرشاری کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ان روحانی اور برگزیدہ ہستیوں کا ہمسفر بنالیتا ہے جن کی منزل خدا کی معرفت اور اس کی رضا ہے۔

حج کا تیسرا تقاضہ عاجزی اور فروتنی ہے، کبر و غرور سے اجتناب اور خود نمائی سے پرہیز کرنا ہے۔ یہ عاجزی نماز سے بھی حاصل ہوتی ہے مگر حج سے بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہے۔ نماز کی صحت کے لیے جسم کے ساتھ لباس کی پاکیزگی کی شرط رکھی گئی ہے، مگر حج کے لیے شریعت نے لباس کی پاکیزگی کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کی تبدیلی کو ضروری قرار دیا ہے، اسی لیے حاجی اپنے پسندیدہ لباس اتار دیتا ہے اور احرام کے نام پر دو کھلی ہوئی چادریں استعمال کرتا ہے تاکہ کوئی اپنے لباس پہ نہ ناز کرے اور نہ اس کے ذریعہ پہچانا جائے۔ پھر تکمیل حج کے بعد اس کے سر کا بال بھی کٹا دیا جاتا ہے تاکہ حاجی کے دل سے خود فریفتگی کا جنون نکل جائے۔ وہ دوسرے انسان کو خود سے کم تر نہ سمجھے بلکہ بہتر سمجھے۔ دوسروں کی نیکیوں اور اپنے عیبوں پر اس کی نظر ہو۔ اور وہ ایک عام بلکہ عاجز انسان بن کر خدا کے گھر سے واپس آئے۔ رسول کریم ﷺ نے تین چیزوں کو مہلک فرمایا ہے: (۱) خواہشات نفس کی پیروی (۲) بخل کی اطاعت (۳) آدمی کا خود اپنے اوپر فریفتہ ہونا اور یہ چیز ان تینوں میں سب سے زیادہ سخت ہے۔ حج انسان کے امتیاز وغرور کے سارے جراثیم نکال دیتا ہے اور اسے روحانی صحت عطا کرتا ہے۔

حج کا چوتھا تقاضہ صبر اور شکیبائی ہے۔ حج اجتماعی عبادت ہے، اس میں حاجیوں کا ہجوم ہوتا ہے، کثرت ازدہام کی وجہ سے ایک دوسرے کو نادانستہ تکلیف ہوجاتی ہے، خاص طور پر طواف اور سعی میں تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ حاجیوں پر لازم ہے کہ وہ دانستہ دوسروں کو تکلیف نہ پہونچائیں اور اگر خود وہ کسی تکلیف سے گذریں تو صبر اور درگذر سے کام لیں۔ کسی طرح کے بدلہ اور انتقام کے خیال سے دل کو پاک کرلیں، وہ یہ سمجھیں کہ یہ بھی حج کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ''إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ'' ۷ (صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر سے نوازا جائے گا)۔ خوش نصیب حاجی جن کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے وہ ہیں جو اذیتوں پر صبر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ. الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِيْ الصَّلوٰةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ'' ۸ (اور عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنادو، وہ لوگ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جائیں اور جب ان پر مصیبت آئے تو وہ صبر کریں، اور نماز قائم کرنے والے اور ہمارے رزق سے خرچ کرنے والے ہیں۔

حج کا پانچواں تقاضہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کی عزت و احترام ہے، اللہ ایک نور ہے، اس کی کوئی سمت نہیں، اس کا کوئی مکان نہیں، مگر اس نے اپنی علامتوں اور اپنے شعائر کو حوالہ بنایا ہے، ان کے ذریعہ بندہ خدا تک پہونچ سکتا ہے، ان علامتوں کی تعظیم اور اکرام دل کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ'' ۹ اور جو کوئی اللہ کے شعائر کا احترام کرے تو وہ دل کے تقوی کی بات ہے۔

حجر اسود ایک کالا پتھر ہے، نہ نفع کا مالک ہے، نہ نقصان کی قدرت رکھتا ہے، مگر اس کو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام جیسے جلیل القدر نبیوں سے نسبت حاصل ہے جس کی بنا پر تو اس کو بوسہ دینا طواف کعبہ کا نقطۂ آغاز بن گیا۔ صفا اور مروہ دو چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں، جیسے دنیا کے اور پہاڑ اور پہاڑیاں۔ ان کے درمیان وادی ہے، جیسے دنیا کی اور وادیاں، مگر ان دونوں پہاڑوں کو نسبت حضرت ہاجرہ (س) کی سعی اور حضرت اسماعیلؑ کی زندگی سے ہے، تو صفا اور مروہ کی سعی کو حج کا حصہ بنادیا گیا۔ خانہ کعبہ خود اینٹ و پتھر کی چھوٹی سی عمارت ہے مگر وہ اللہ کی عبادت کا پہلا گھر ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے، اس لیے اسے کعبۃ اللہ کا مقام ملا اور قبلہ عالم بنادیا گیا۔ اس کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے، وہاں ٹھہرنا بھی عبادت ہے اور اس کے غلاف کو چھونا بھی سعادت ہے۔

جب انسان کو کسی سے محبت ہوجاتی ہے تو اس کے گھر اور در و دیوار سے بھی محبت ہوتی ہے، انسان اس کے گرد گھومتا ہے، اسے چومتا ہے اور دل بے قرار کو تسلی دیتا ہے۔ شعائر اللہ کا احترام انسان کو یہ سلیقہ عطا کرتا ہے کہ وہ جہاں بھی رہے، اللہ کے نام کی عزت کرے، اس کی علامتوں کی عزت کرے، اس کے حوالہ کی عزت کرے، اس کی نسبتوں کی عزت کرے۔ اللہ کی علامتوں کی عزت کرنا بندوں کو اللہ رب العزۃ کے قریب کردیتا ہے، جب انسان اللہ کے حوالوں کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے تو اسے اللہ اپنے گھر میں جگہ دیتا ہے۔

حج کا چھٹا تقاضہ نگاہ کی حفاظت اور خواہشات پر قابو کرنا ہے، عازمین حج وعمرہ میں مرد و عورت سبھی ہوتے ہیں، مناسک حج سب لوگ ساتھ ادا کرتے ہیں اورطواف میں تو مرد و زن کا اختلاط ناگزیر سا ہوگیا ہے۔ حاجی کو چاہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے یا شعائر اللہ پر مرتکز کرے۔ نامحرم عورتوں پر اس کی نظر پڑے تو دوبارہ اسے دیکھنے کی کوشش نہ کرے، اگر اس کے دل میں وسوسے آئیں تو استغفار اور توبہ کرے اور اپنے حج وعمرہ کے پاکیزہ عمل کو کھوٹا ہونے سے بچائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّهُ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُوْلِي الأَلْبَابِ۔ ۱۰

(حج کے مہینے معلوم ہیں، جس شخص پران مہینوں کا حج فرض ہو وہ حج کے دوران شہوانی فعل، برے کام اور جھگڑا نہ کرے اور جو نیک کام تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے، اورتوشہ سفر ساتھ لے جاؤ اور سب سے اچھا توشہ سفر پرہیزگاری ہے۔)

مشہور تابعی مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کررہا تھا، ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ اپنے رب کو مخاطب کرکے کہہ رہی ہے، تیری رحمت کی آس لگائے میں بہت دور سے آئی ہوں، تو اپنی رحمت سے مجھے نواز دے تاکہ میں تیرے سوا اوروں سے بے نیاز ہوجاؤں۔ یا معروفا بالمعروف! ہمارے ساتھ ایوب السختیانی (مشہور بزرگ) تھے، ہم نے اس خاتون کوسلام کیا اور ان کا گھر پوچھا، ایوب نے اس سے کہا، اللہ تم پر رحم کرے، کوئی بھلائی کی بات کہو، وہ کہنے لگی میں کیا کہوں، میں تو اپنے دل اور اپنی خواہش کا شکوہ اللہ سے کرتی ہوں جس نے مجھے اپنے رب کی عبادت سے غافل کررکھا ہے۔ میں اپنا صحیفہ عمل لپیٹنے کی جلدی میں ہوں۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے کبھی

اجنبی عورت سے بات نہیں کی تھی (یہ پہلا موقع ہے) میں نے اس سے کہا کہ تم کسی ایسے آدمی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتی جو عبادت گذاری میں تمہاری مدد کرے۔ کہنے لگی کہ اگر مالک بن دینار اور ایوب سختیانی ہوتے تو میں سوچتی۔ میں نے کہا کہ میں مالک بن دینار ہوں اور یہ ایوب سختیانی ہیں، یہ سن کر اس نے کہا اُف! میں نے سمجھا تھا کہ آپ لوگ عورتوں سے بات کرنے کے بجائے اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی نماز میں محو ہوگئی۔ ہم لوگوں نے اس خاتون کا نام معلوم کیا تو وہ ملیکہ بنت المنکدر تھی۔[۱۱]

حاصل واقعہ ہے کہ خانہ خدا میں بندگان خدا کو صرف اور صرف خدا کی عبادت اور ذکر وفکر میں مشغول رہنا چاہیے اور اسی میں انہماک پیدا کرنا چاہیے۔

حج کا ساتواں تقاضہ یہ ہے کہ حاجی دوسروں کے مال و متاع پر ہاتھ صاف نہ کرے، اگر کسی کی کوئی چیز پڑی ہے تو اسے نہ اٹھائے اور اگر اٹھائے تو اسے اس دفتر میں جمع کر دے جو حاجیوں کی گم شدہ چیزوں کو جمع کرنے اور اصل مالک تک پہونچانے کا اہتمام کرتا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں خصوصیت کے ساتھ تاکید فرمائی تھی کہ: ''الا ان دماء کم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا''[۱۲]

(آگاہ رہو کہ تم لوگوں کی جان اور مال اور عزت ایک دوسرے کے لیے اسی طرح محترم ہیں جس طرح سے آج کا دن اس مہینہ اور اس شہر میں محترم ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے استغنا، کفاف اور قناعت کو مردمومن کا جوہر بنایا ہے۔ حج میں یہ جوہر اور صیقل ہوتا ہے۔ حاجی جب دوسرے کے مال پر غلط نظر ڈالتا ہے تو قناعت کا جوہر فنا ہوجاتا ہے۔ اس کا دل خدا کے احکام کے بجائے نفس کی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے اور حج کے برکات اور اثرات سے محروم ہوجاتا ہے۔

حج کا آٹھواں تقاضا یہ ہے کہ انسان کے اندر اللہ کے آگے خود سپردگی اور مکمل تسلیم و رضا کی کیفیت پیدا ہوجائے۔ اللہ کے ہر حکم کو بجالانے کا جذبہ پیدا ہو، ہر پکار پر لبیک کہنے کا ولولہ ہو، ہر مطالبہ کو پورا کرنے کا داعیہ ہو، اور اپنی بہتر سے بہتر شے کو خدا کی راہ میں قربان کردینے کا حوصلہ ہو۔ حاجی قربانی کرتا ہے، وہ ایک علامت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے پیش کردیا تھا، منہ کے بل لٹادیا تھا اور امتحان پورا کردیا تھا، تو اللہ نے ان کے ہاتھ روک لیے۔ ان کو صداقت کا سرٹیفکٹ دیا اور جانور کی قربانی کو فدیہ بنادیا۔ قربانی کی اصل روح اللہ

کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر دینا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ۔ ۱۳

یعنی ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا طریقہ رکھا ہے تاکہ اللہ نے مویشی کے ذریعہ جو رزق دیا ہے اس پر اللہ کا نام لیں، تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اسی کی کامل اطاعت کرو اور عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری دو۔ جانور کو ذبح کرکے انسان یہ نہ سمجھے کہ اس نے قربانی کا حق ادا کر دیا، بلکہ اللہ کے حکم پر تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہوجائے تو سمجھے کہ اس کی قربانی قبول ہوگئی، ورنہ یہ سمجھے کہ جانور نے تو اللہ کے حکم پر گردن کٹادی مگر انسان کے اندر چھپے ہوئے جانور کی قربانی نہ ہوسکی۔

حج کا نواں تقاضا یہ ہے کہ انسان کو صرف خدا سے لو لگانی چاہیے اور صرف اسی سے مانگنا چاہیے۔ دین و دنیا کی تمام ضرورتیں اسی کے سامنے رکھنی چاہیے۔ اسی پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہیے اور اسی کی رحمت سے آس لگانی چاہیے۔ بہت سے لوگ خانہ کعبہ میں جاتے ہیں مگر انسانوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اللہ کے گھر میں غیر اللہ سے مانگنا بے غیرتی کی بات ہے۔ اضطرار اور مجبوری میں تو ایسا کیا جاسکتا ہے، مگر معمولاً ایسا کرنا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔ ۱۴

(اور تمہارے رب نے کہا کہ صرف مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے)

اللہ سے مانگنا عبادت اور بندگی ہے، غیر اللہ سے مانگنا رسوائی اور شرمندگی ہے ۔ بقول لسان العصر اکبر الہ آبادی۔

خدا سے مانگ اگر مانگنا ہے اے اکبر
یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی

حج کا دسواں تقاضا یہ ہے کہ حاجی نے دوران حج جس کثرت سے اللہ کی عبادت کی ہے، اپنے دل کو اللہ کی یاد سے جس طرح آباد کیا ہے، اسے سہانے خواب کی طرح بھلا نہ دے، بلکہ اسے ایک روحانی سبق سمجھے اور ہمیشہ اسے دوہراتا رہے، روز وشب کے مشغلہ میں الجھ کر نہ رہ جائے بلکہ

اللہ کے ذکر سے زندگی اور تابندگی حاصل کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُواْ اللّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْراً ۔ ۱۵

(پھر جب تم مناسک حج پورے کرچکو تو اللہ کو یاد کرو جیسے تم اپنے آباء و اجداد کو یاد کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو)

جو حاجی حج کرکے آئے اور ذکر الٰہی سے غافل ہوجائے، وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی عمدہ غذا کھائے اور اس سے کوئی قوت اور توانائی نہ حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حج مبرور کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

حوالے:

۱۔سورۂ اعلیٰ، آیت ۱۴-۱۵

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

۳۔سورۂ حج، آیت ۲۶

۴۔سورۂ ابراہیم، آیت ۳۵، ۳۶

۵۔سورۂ حج، آیت ۲۷

۶۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

۷۔سورۂ زمر، آیت ۱۰

۸۔سورۂ حج، آیت ۳۴، ۳۵

۹۔سورۂ حج، آیت ۳۲

۱۰۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۷

۱۱۔صفۃ الصفوہ، ۲/ ۱۱۳

۱۲۔بخاری، کتاب العلم

۱۳۔سورۂ حج، آیت ۳۴

۱۴۔سورۂ المومن، آیت ۶۰

۱۵۔سورۂ بقرہ، آیت ۲۰۰

حج کے تربیتی وروحانی عناصر وجہات قرآن وسنت کی روشنی میں

مولانا سید عابد حسین حسینی

حج ان باعظمت شعائر الٰہیہ اور پرشکوہ انسانی تجمع میں سے ہے جس میں پوری کائنات مکہ کے وادی امن، محور پر جمع ہو جاتی ہے؛ واذقال ابراھیم ربّ اجعل ھذا بلداً آمنا...(اور ابراہیمؑ نے کہا: اے میرے پروردگار! اس شہر کو جای امن قرار دے) حج ،معبود کی خالص بندگی کا مظہر اور محبوب کی والہانہ جستجو کا نام ہے جس میں حاجی جب حج کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے اس وقت سے لیکر میقات ،احرام اور طواف ،سعی صفاومروہ عرفات اور مشعر تک ہر جگہ خدا کی جستجو میں رہتا ہے، حج در اصل ایک مرد مسلمان کی خود سازی کا نام ہے جو اپنے پروردگار کو حد سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اس کے تئیں ذمہ دار اور پرخلوص محبت کے سایۂ میں اس کی دی ہوئی نعمت حیات اوراس کے ذریعے پیدا کیے گئے انسانوں کو عزیز رکھتا ہے ۔ حج ، میدان قیامت اور ہنگام حشر کی یاد دلاتا ہے رسول اکرمؐ نے حج کو ایک مختصر فقرہ میں یوں فرمایا ہے: الحج وھی الشّریعه ''[۱] حج ،عظیم الشان دین اسلام کی چھوٹی سی علامت ہے ،یہی عین شریعت ہے، گویا خدا نے چاہا کہ اسلام کو اس کی تمام جہتوں کے ساتھ ایک ورکشاپ میں دکھائے تا کہ اس میں شریک ہونے والے اس ورکشاپ میں ایک دفعہ میں سارے اسلامی تقاضوں کو محسوس کرلیں ۔ کیونکہ حج، توحید، قیامت ، نبوت، امامت ،اخلاق، روحانیت، بدنی ومالی عبادت ، مدد وقربانی ،ارتباط، اتحاد پر محیط اور سیاسی، سماجی اجتماعی اور ہر قسم کے شرک وکفر کے خلاف توحید کی محاذ آرائی پر مشتمل ہے۔

امام صادقؑ کی رو سے موسم حج ایسا بہترین موقع ہے جب رسالت مآبؐ کی اصل ثقافتی اقدار کو عالم اسلام کے سامنے پیش کیا جانا چاہیۓ تا کہ لوگ خلیل خدا سے حبیب الٰہی تک کے جملہ تہذیبی آثار سے مزید بہتر ڈھنگ سے آشنا ہو سکیں۔ چنانچہ امام صادقؑ نے فرمایا:

”ولتعرف آثار رسول اللّٰه ﷺ و تعرف اخباره“ اس کے علاوہ امام رضاؑ فرماتے ہیں

"... مع ما فيه التفقه و نقل اخبار الائمة عليهم السلام" ۲

زیرنظر مقالہ جو قرآن وسنت کو عنصر اصلی قرار دیتے ہوئے تالیف کیا گیا ہے اس میں حج کے روحانی، عرفانی، ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ حج نامی اس عظیم انسانی کانفرنس سے متعلق مزید آشنائی پیدا کی جاسکے اور کامل معرفت وبصیرت کے ساتھ اس کے حضور میں حاضری دی جاسکے اور اس سنہرے موقع کو محض چند پر تکلف آداب ورسوم کی بجا آوری پر منحصر ہونے سے بچایا جاسکے۔

ا۔ قرب خداوندی کا روحانی پہلو

قرآن میں انسان کی خلقت کا مقصد، عبادت بیان کیا گیا ہے وما خلقت الجنّ و الانس الاّ لیعبدون ۳ عام طور پر جملہ عبادات اور فرائض الٰہیہ کہ جو درجات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متفاوت ہیں ان کا مقصد انسان کو اس کے سیر وسلوک کی راہ میں روحانی اور نفسیاتی اعتبار سے قوی کرنا ہوتا ہے تا کہ وہ جسمانی دنیا کے علاوہ روحانی دنیا میں بھی کمال حاصل کریں اور قرب الٰہی سے سرفراز ہوسکیں جیسا کہ میرزا جواد تبریزی مرحوم اس سلسلے میں فرماتے ہیں "حج اور تمام عبادات کے پرتکلف ہونے کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے وہ انسان کے اندر معنویت کے پہلو کو تقویت پہونچا تا ہے تاہم تمام دینی فرائض اثر گزاری کے لحاظ سے انسانی روح وجسم پر متفاوت انداز میں اثر انداز ہوتے ہیں، بعض اعمال، تطہیر کا کام انجام دیتے ہیں اور انسان کے اندر سے تاریکیوں اور ظلمات کو دور کرتے ہیں اور بعض افعال باعث افزائش نورانیت ہوتے ہیں اور انسان کی روح کی تزئین کا باعث قرار پاتے ہیں حج اس قسم کے دینی فرائض میں سے ہے جو جملہ روحی اور قلبی امراض جیسے بخل، غرور اور سستی کو، جو نورانیت قلبی میں مانع ہوتے ہیں دور کردیتا ہے۔" ۴

مفسر قرآن، علاّمہ طباطبائی اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"جب ہم قرآن کریم میں بیان شدہ جناب ابراہیمؑ کے واقعہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ عبودیت وبندگی کی سیر کا ایک مکمل واقعہ ہے یا بالفاظ دیگر یہ ایک سیر وسلوک معنوی ہے کہ جو بندہ اپنے وطن سے قرب الٰہی تک طے کرتا ہے اور دنیا کی تمام دلکشیاں، لذتیں، آرزوئیں، مقام ومناصب نیز جملہ شیطانی وسواس کو بیٹھے پیچھے چھوڑ کر بارگاہ خداوندی سے نزدیک ہوجا تا ہے۔ یہ جملہ

آداب ورسوم حج، گرچہ ظاہراً ایک دوسرے سے متفاوت نظر آتے ہیں لیکن غوروخوض کے بعد ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ یہ سب حب واخلاص سے متعلق مراسم ہیں، علاوہ ازیں رذائل سے اپنے آپ کو دور کرنے اور مدارج عالی سے اپنے آپ کو نزدیک کرتا ہے تاہم اس سلسلے میں جتنا غوروفکر کیا جائے نت نئے نکات وحقائق دریافت ہوتے رہتے ہیں۔ ۵

شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ نے بندوں کے لئے ان سعادتوں کی فراہمی کی غرض سے حضرت ابراہیمؑ کو مامور کیا کہ وہ اس کے گھر کو ان تمام چیزوں سے پاک منزہ کردیں کہ جو بندوں کے سلوک معنوی میں مانع ثابت ہوں ۶۔ اور اس کی مقدس بارگاہ سے مشرف ہونے والے لوگ صرف خانۂ خدا کی زیارت کریں اور اس کا طواف کریں اور تاریکیوں سے نجات حاصل کریں اور صحیح معنیٰ میں اس کے مہمان کہلائیں اور اس کے دیدار کے لئے خود کو آمادہ کرسکیں۔

۲۔حج کا ثقافتی پہلو!

حج کے دوران تہذیب مساوات اور برابری، اخوت وبھائی چارہ، عدم انتشار واختلاف ونفاق کو عملی طور سے سکھایا جاتا ہے ہے یعنی حاجی کو بتایا جاتا ہے کہ رنگ ونسل، زبان وقومیت مقام ومنزلت کے تفاوت کے باوجود سب اللہ کی بارگاہ میں برابر ہیں، حجۃ الوداع میں دیا گیا پیغمبرؐ کا خطبہ اس حقیقت پر گواہ ہے جس میں آپ نے فرمایا: اسلام میں سب ایک دوسرے کے برابر ہیں عرب کو عجم پر، عجم کو عرب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ۷

سب سے اہم ثقافتی پیغام کو جو دوران حج، حاجی کو میسر آتا ہے اسے خلاصتہً، خالص ابراہیمیؑ، محمدیؐ توحید کہا جاسکتا ہے۔ ایسی آیات کہ جن سے حج کے تہذیبی رجحانات کا سراغ ملتا ہے حسب ذیل ہیں: جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماًللنّاس.... اللہ نے کعبہ کے محترم گھر کو لوگوں کے لئے باعث امن قرار دیا ۸ واذّن فی النّاس بالحجّ...اذّن فی النّاس بالحج یأتوک رجالًا وعلیٰ کلّ ضامرٍ یّاتین من کل فجٍّ عمیق لیشھدوا منافع لھم. اے ابراہیمؑ! لوگوں میں حج کے لئے اعلان عام کردو تاکہ ہر پیادہ اور سوار لاغر سواریوں پر دور دراز سے بیت اللہ کے لئے نکل پڑے اور اس کی منافع وبرکات سے مستفید ہو۔ ۹

امام صادقؑ نے حج کے فلسفہ سے متعلق ہشام بن حکم کے جواب میں فرمایا: اللہ نے حج

کے ذریعے مشرق ومغرب سے اپنے بندوں کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں اور افہام وتفہیم کریں ساتھ ہی پیغمبرؐ کی سنت، اقوال وروایات زندہ رہیں اور طاق فراموش کے سپرد نہ ہونے پائیں''

دلچسپ بات یہ ہے کہ امامؑ نے اس کے آخر میں اس کی منطق بھی بیان فرمادی اور کہا: اگر ہر قوم وملت صرف اپنے ملک اور اپنے مسائل کو بیان کرے گی اور صرف اسی کے بارے میں سوچے گی تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور ان کے ملک ویران ہوجائیں گے اور وہ دنیا بھر کی اطلاعات سے محروم رہیں گے، حج جیسے عالمی کانفرنس کا فلسفہ بھی یہی ہے ۱۰ ۔

چنانچہ حج کا ایک بنیادی مقصد لوگوں کی سیرت نبی اور ان کی احادیث سے آشنائی وواقفیت اور اس کو زندہ رکھنا اور نہ بھلانا ہے در اصل حج، توحید اور فرزندان توحید کا آدم سے لیکر ابراہیمؑ تک اور جناب ابراہیمؑ سے لیکر حضرت خاتم الانبیاؑء تک کی زندگی پر سرسری توجہ کا نام ہے اور یہ ایک ایسا سائن بورڈ ہے جس پر تمام توحید پرستی کے جیالوں سے لیکر پیغمبرؐ اکرم تک کے کردار نقش ہیں جنہیں دیکھ کر حاجی پیغام حاصل کرتا ہے۔

حج ایک ایسی تربیتی کارگاہ ہے جو ہر سال منعقد ہوتی ہے جس کے اساتذہ انبیاء اور ائمہ معصومینؑ اور دین اسلام کے فرض شناس علماء ہیں جو تمام دنیا کے گوشہ وکنار سے جمع ہوئے تشنگان معارف اسلامی کو اسلامی تعلیمات سے سیراب کرتے ہیں ۔ جیسا کہ انبیاؑء، پیغمبرؐ اکرم اور معصومینؑ کا شیوہ رہا ہے کہ انہوں نے اس عظیم حج کے اجتماع کو ہمیشہ موقع بہ موقع مختلف مقامات پر درست استفادہ کرتے ہوئے دین کو پھیلایا چنانچہ پیغمبرؐ خدا کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ آپ نے مکہ میں ۱۳ سالہ قیام کے دوران حج کے زمانے میں اطراف مکہ سے آنے والے افراد سے رابطہ بنائے رکھا اور دین کی تبلیغ کی جس کے بعض نمونے تاریخ میں درج ہیں ۱۱ ۔

ایک اور قابل توجہ بات جو حج کے ثقافتی عناصر کے حوالے سے ہے وہ تبلیغ ہے ، حاجی اور خانۂ خدا کا زائر علاوہ ازیں کہ وہ خود بنفس نفیس الٰہی نشانیوں کا مشاہدہ کرتا ہے ۱۲ اسے چاہئے کہ سفر حج سے کچھ ایسے معنوی توشہ بھی اپنے ہمراہ لیکر جائے اور اپنے شہر اور بستی میں اسے نشر کرے جیسا کہ رسولؐ اکرم نے حجۃ الوداع میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں ان لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں ہے ان تک ان مسائل

ومعلومات کو پہونچائیں‘‘ اسی طرح حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ حج کے اسرار اور اس کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں حج کے ارکان میں تفقہ، دین سے آشنائی اور تہذیب اہل بیتؑ رسولؐ کا فروغ وارتقا پوشیدہ ہے، ’’مع مافیہ من التّفقہ و نقل اخبار الائمہ (علیھم السلام) الی کل صقع و ناحیہ‘‘ ۱۳؎

۳۔حج کا سیاسی پہلو

حضرت امام خمینیؒ نے فرمایا: حج کا سیاسی پہلو اس کے عبادی پہلو سے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے تاہم اس کا سیاسی رخ سیاست کے ساتھ ساتھ عبادت بھی ہے‘‘ ۱۴؎ حج کی ان دو بنیادی خصلتوں کو کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا، یہی نہیں بلکہ یہ دونوں حج کا گوشت و پوست ہیں۔ ایسا حج جو ان دونوں خصوصیات پر مشتمل ہو وہ ہر سال دنیائے اسلام کے تمام مسلمانوں کے لئے بہت بڑی تبدیلی کا باعث ہوسکتا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ گولڈسٹون (برطانیہ) کو یہ فکر ہوئی کہ کہیں مسلمانوں کا حج عبادت وسیاست کا مجموعہ نہ ہوجائے چنانچہ اس نے کہا: حج کی طاقت کو مسلمانوں کے ہاتھ سے لے لینا چاہئے‘‘ اسی لئے حج ابراہیمیؑ کے مفسّر امام خمینیؒ نے اس سلسلے میں فرمایا: حج کے تمام پہلوؤں میں سب سے زیادہ کم توجہی کا شکار اس کا سیاسی پہلو ہے جس کے پیچھے خیانت کاروں کا ہاتھ ہے۔۱۵؎

حج کے سیاسی پہلو کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے کوشش کی ہے کہ آیات وروایات سے اس کے نظر انداز کیے گئے پہلو پر روشنی ڈالیں تا کہ دشمنوں کے سازشی تانے بانے بننے والوں کے چہرے بے نقاب کیے جائیں اور اس سلسلے میں تفاسیر شیخ محمد شلتوت اور امام خمینیؒ سے استفادہ کیا جائے۔

اللہ نے منافع حج سے متعلق فرمایا: واذّن فی النّاس بالحجّ یأتوک رجالاً وعلیٰ کل ضامرٍ یّاتین من کلّ فجٍّ عمیق، لیشھدوا منافع لھم ویذکرون اسم اللّٰہ فی ایّام معلومات..۱۶؎ سردست ہمارا مافی الضمیر آیہ لیشھدوا منافع لھم سے متعلق ہے جیسا کہ شیخ شلتوت، جامعہ ازہر کے سابق وائس چانسلر نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے:

حج کے وہ فوائد کہ جو بنیادی اور اولین قرار دئے جاسکتے ہیں انتہائی وسعتوں کے حامل ہیں جسے خلاصہ کے طور پر بیان کرنا سخت ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام انفرادی اور اجتماعی فوائد پر محیط

ہے۔ حج کی خصوصیات اور موقعیت کے پیش نظر اس کے اغراض ومقاصد جو اسی معاشرہ سے متعلق ہے، تمام اہل دانش وبینش اور علماء و ذمہ داران نیز ماہرین اقتصاد ومعلم دین وشریعت کو چاہئے اس طرف خصوصی توجہ دیں۔[۱۷]

حضرت امام خمینیؒ آیۂ "لیشھدوا منافع لھم" کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

اس سے بڑا اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے کہ سامراجی طاقتوں سے مظلوم ممالک کونجات حاصل ہو اور ان کے عظیم مخازن انہیں کے لئے باقی رہیں، دوران حج عالم اسلام کی سال بھر کے مسائل کا جائزہ لیاجائے اور اس کے حل کی کوشش کی اجائے اور اتحاد کا نہ ہونا عالم اسلام کی ایک بنیادی مشکلات میں سے ہے[۱۸]

آخر کار، حج میں شیطان کی اعلانیہ سنگساری، اس سے مقابلہ کرنے کوحوصلہ بخشتی ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جوکسی بھی انفرادی یا اجتماعی زندگی سے پوشیدہ نہیں ہے چونکہ انسان کے اندر ایک شیطان چھپارہتاہے اور اسی طرح ہم معاشرہ میں بھی بڑے بڑے شیطانوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں: طواف کعبہ اس بات کی نشاندہی کرتاہے کہ ہم غیر خدا کے اردگرد ہرگز نہ دکھائی دیں، رمی جمرات، تمام شیاطین انس وجن سے برأت کی علامت ہے، اس عمل سے ہم اپنے خدا سے یہ عہد کرتے ہیں کہ اسلامی اقتدار ومملکت سے شیاطین انس وجن کو دور بھگادیں گے۔

۴۔ حج کا اقتصادی پہلو

حج کے دوران امام جعفرصادقؑ سے پوچھا گیا کہ کیاحج کے ایام میں تجارتی منفعت حج کی معنویت کو متاثر نہیں کرتی ،جیسا کہ معاویہ ابن عمار نے امام صادقؑ سے پوچھا: ایک آدمی تجارت کے نقطہ نظر سے مکہ جاتاہے یا اپنے اونٹ کوکرائے پر دیتاہے اس کا حج ناقص ہے یا درست ؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا حج درست ہے[۱۹] امام صادقؑ نے اقتصادی برکات کو حج کے منجملہ برکات میں شمار کیا ہے۔[۲۰]

قربانی سے متعلق آیات قرآنی ، حج کے اقتصادی پہلو پرمحکم دلیل کی حیثیت رکھتی ہیں اس لئے کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اقتصادی خوشحالی کی اہم ترین علامتوں میں سے ہے:

"فکلوا منھا واطعموا القانع والمعترّ..."[۲۱]

"فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر" ۲۲؎

علاوہ ازیں پیغمبرؐ کا ارشاد ہے: خداوند عالم نے اس قربانی کومساکین کا پیٹ بھرنے کے لئے قرار دیا ہے ۲۳؎

امیر المومنین حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں: وفرض علیکم حج بیته الحرام... یحرزون الارباح فی متجر عبادته" ۲۴؎ رسول اللہؐ نے بھی اس کو اسلامی معاشرہ سے فاقہ کشی سے بچانے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور فرمایا: الحج نفی الفقر ۲۵؎

مذکورہ بالا اقتباسات کی رو سے اسلامی ممالک کے ماہرین اقتصاد، حج کی ظرفیتوں اور رموز سے استفادہ کرتے ہوئے باہمی تعاون اور ہم فکری کے ذریعے اسلامی ممالک کے لئے ایک مضبوط اقتصادی لائحہ عمل تیار کر سکتے ہیں اور جہان اسلام کی ضرورتوں کے پیش نظر اقتصادی مشارکت کی فضا ہموار کرتے ہوئے ترقی وپیشرفت کا باعث بن سکتے ہیں، ان مقاصد کی حصولیابی کے لئے ایک راستہ یہ بھی ہے کہ حرمین شریفین کے جوار میں عالم اسلام کی ایک اقتصادی نمائش گاہ کا اہتمام کیا جائے کہ جو اسلام ممالک کے لئے تجارتی تبادلہ کے نقطہ نظر سے پیش رفت کا باعث ہو جیسا کہ جب رسولؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اس سے پہلے مسجد کے پاس ہی ایک ایسے بازار کی بنیاد ڈالی اور اس کے بارے میں تاکید کی کہ مسلمان یہاں خرید وفروخت کریں اور ضروری چیزوں کو بنا کر اس بازار میں لوگوں کے ہاتھوں تک پہونچائیں۔۲۶؎ المختصر یہ کہ اگر ہم یہ چاہیں کہ حج عظیم الشان اسلامی فریضہ کی شکل میں اپنے بام عروج کو چھوئے تو ہمیں امام خمینیؒ کے افکار سے استفادہ کرنا پڑے گا، امام راحل فرماتے ہیں:

خانۂ خدا کا طواف اس بات کی یقین دہانی کراتا ہے کہ ہم غیر خدا کا چکر نہیں لگائیں گے اور رمی جمرات، جملہ شیاطین انس وجن سے اظہار برائت ہے۔ہم آپ رمی جمرات کے ذریعے اپنے خدا سے عہد کرتے ہیں کہ جملہ شیاطین کو اسلامی ممالک سے بھگا دیں گے ۲۷؎

امام خمینیؒ نے حج ابراہیمیؑ اور غیر ابراہیمی کے فرق سے متعلق فرمایا: جو کچھ اب تک کج فہم اور خود غرضی ذہنوں کی طرف سے فلسفۂ حج کے تعلق سے کہا گیا ہے کہ حج محض ایک مل جل کر ادا کی جانے والی عبادت اور ایک زیارتی سفر ہے در حالیکہ حج یہ بتاتا ہے کہ کیسے زندگی گزاری جائے اور کیسے مقاومت کی جائے اور کیسے دنیا کے الحادی اور سرمایہ دارانہ نظام کا مقابلہ کیا جائے اور کیسے حج کے

ذریعے ظالموں سے مظلوموں کا حق واپس دلانے کے سلسلے میں سبق حاصل کیا جائے اور کیسے مسلمانوں کو نفسیاتی اور جسمانی دباؤ اور پریشانیوں سے نجات دلائی جائے، حج سے یہ سیکھا جانا چاہئے کہ مسلمان کیسے دنیا بھر میں خود کو نمایاں قوت کے طور پر پہچنوائیں اس کے برعکس ان کج فہموں نے حج کو صرف ایک مکہ اور مدینہ کا تفریحی سفر قرار دیا۲۸ امام خمینیؒ نے حج ابراہیمیؑ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

''حج مالک کے کعبہ سے نزدیک اور متصل ہونے کا نام ہے، حج محض آداب ورسوم حج، اعمال والفاظ کی ادائیگی کا نام نہیں ہے، حج معارف الٰہیہ کی انجمن کا نام ہے جس میں اسلامی سیاست کے زاویوں کو تلاش کیا جانا چاہئے حج، معاشرہ کو جملہ رذائل مادی ومعنوی سے پاک کرنے کی بنیاد کا نام ہے۔''

حج، انسانی حیات کے تمام عشق آفرین لمحات کے جلووں اور اس کی تکرار نیز دنیا میں ایک مکمل معاشرہ کی تشکیل کا نام ہے۔۲۹

حوالے:

۱۔وسائل الشیعہ، ج۱، ص ۲۶

۲۔وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص۱۳ و۱۴

۳۔سورۂ ذاریات، آیت ۵۶

۴۔المراقبات، ص۱۹۷

۵۔المیزان، ج۱، ص۲۹۸

۶۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۵

۷۔تحف العقول، ص ۳۰

۸۔سورۂ حج، آیت ۲۷

۹۔سورۂ حج، آیت ۲۸

۱۰۔وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص ۱۴

۱۱۔سیرہ ابن ہشام، ج۱، ص۴۲۲

۱۲۔سورۂ حج، آیت ۲۹ و آل عمران، آیت ۹۷

۱۳۔نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۸۳

۱۴۔حج درکلام وپیام امام خمینیؒ،ص ۶۱
۱۵۔حج درکلام و پیام امام خمینیؒ،ص ۶۱
۱۶۔سورۂ حج آیت ۲۸۔۲۷
۱۷۔آیت اللہ جعفر سبحانی، آیین وہابیت
۱۸۔حج درکلام وپیام امام خمینیؒ،ص ۶۱
۱۹۔فروع کافی ، ج ۴،ص ۲۷۵
۲۰۔وسائل الشیعہ، ج ۱۱،ص ۱۳
۲۱۔سورۂ حج، آیت ۳۶
۲۲۔سورۂ حج، آیت ۲۸
۲۳۔بحار الانوار، ج ۹۶،ص ۲۹۶
۲۴۔نہج البلاغہ (صبحی صالح) ص ۴۵
۲۵۔بحار الانوار، ج ۴۷،ص ۶۲
۲۶۔محمد خاتم پیامبران
۲۷۔صحیفہ نور، ج ۹،ص ۲۲۴
۲۸۔صحیفہ نور، ج ۲۰،ص ۲۲۷
۲۹۔صحیفہ نور، ج ۲۰،ص ۲۲۷

حج کے تہذیبی وتربیتی آثار

مولانا سید محمد رضا رضوی

انسان اگر کوئی کام کسی معیاری نمونہ عمل کو نگاہ میں رکھتے ہوئے انجام دیتا ہے تو اس میں زیادہ پختگی ہوتی ہے اوراس کے ثمر آور ہونے کا امکان بھی زیادہ ہوتا ہے اور اس کے اثرات ابدی نہ سہی مگر تا دیر ضرور باقی رہتے ہیں ۔ اور اس کے نتائج پر بھی عمیق نگاہ رکھی جائے تو پھر نورٌ علی نور کی منزل نصیب ہوجاتی ہے ۔ انسان عاقل وغیر عاقل کے درمیان منجملہ فرق میں سے ایک فرق یہ بھی ہے کہ عاقل اپنے عمل کو کسی نمونہ کے پیرایہ میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اور ہدف ومقصد پر بھی اس کی نگاہ ہوتی ہے ۔

اسوہ ونمونۂ عمل کس کو بنایا جائے اس کی بازگشت خود اس عمل کی طرف ہے دنیاوی امور میں نمونہ اس کو بنایا جاتا ہے جو اس کام میں ماہر ہوتا ہے پس وہ امور جن کا تعلق دین ودنیا دونوں سے ہو تو پھر اسوہ ونمونہ اسکو بنایا جانا چاہیئے جو ہر لحاظ سے کامل ہو اور جس کا اقتدار دین ودنیا پر برابر کا ہو وہ دنیا کی نزاکتوں اور پیچ وخم سے اتنا ہی واقف وآشنا ہو جتنا دین کی تمام باریکیوں پر کامل نظر رکھتا ہو ۔

اب ظاہر ہے اگر حج سے متعلق ہمیں کسی آئیڈیل کی تلاش ہو تو صاحب شریعت رسول مقبول ﷺ سے بہتر عالم مخلوقات میں کونسی مثال مل سکتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ عبادات میں حج کو جو امتیازی حیثیت حاصل ہے وہ دوسری عبادتوں کو حاصل نہیں ہے۔حج دین ودنیا کا مجموعہ ہے حج میں جہاں طواف ہے سعی ہے وہیں برأة کا اعلان بھی ہے تاکہ دشمن کے سامنے مسلمانوں کی طاقت کا ایک طرف مظاہرہ ہو تو دوسری طرف مظلوموں کی سسکتی آوازوں سے اظہار ہمدردی اور حمایت کا اعلان ہو اور ان پر جو مظالم ہو رہے ہیں اسکو آشکار کیا جائے اور ظلم کو روکنے کی تدابیر پر غور کیا جائے ، رسول اکرم ﷺ کے حج کے طریقہ پر نگاہ کی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ حج کے لئے خاصا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

کیا یہ غور کا مقام نہیں ہے کہ پروردگار نے حج کے لئے کچھ خاص ایام کو معین کیا نہ ان ایام

سے قبل حج ادا ہوسکتا ہے اور نہ ان ایام کے بعد حتی اگر کوئی معذور ومضطر ہو گیا تو اسکو حج کی قضا بھی ادا کرنی ہے تو انھیں ایام میں ممکن ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس طرح روزہ کی قضا رمضان کے علاوہ ہو سکتی ہے حج کی قضا بھی کسی اور مہینہ میں کر لی جائے۔

خود قرآن کریم اس حقیقت کو روشن کرر ہا ہے۔ لیشھدوا منافع لھم ۔[۱]

اور لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کرو کہ لوگ تمہاری طرف پیدل اور لاغر سواریوں پر دور دراز علاقوں سے سوار ہوکر آئیں گے تا کہ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں ۔اور چند معین دنوں میں ان چوپایوں پر جو خدا نے بطور رزق عطا کئے ہیں خدا کا نام لیں اور پھر تم اسمیں سے کھاؤ اور بھوکے محتاج افراد کو کھلاؤ۔

جب مرضی معبود یہ ہے کہ کچھ مخصوص دنوں میں ہی لوگ جمع ہوکر اس عبادت کو انجام دیں تو اگر اجتماع تو ہو مگر نفسی نفسی کا عالم ہو سب اپنے میں مگن ہوں اور لاکھوں افراد بغیر ایک دوسرے سے رابطہ کے حج بجالائیں تو عبادت تو ہو جائیگی مگر روح عبادت کا فقدان ہوگا اور نتیجہ میں اس عظیم اجتماع میں پروردگار نے جو فائدہ رکھا ہے وہ حاصل نہ ہوسکے گا۔

اگر آج حج نے عالمی حیثیت اور سیاسی افادیت کو گم کر دیا اور حج کو صرف چند صحرائی قسم کے اعمال کا مجموعہ بنا دیا کہ ہرانسان دنیا کے دوسرے انسان سے الگ اور اسکے مسائل سے بیگانہ ، نہ باہمی انس ومحبت ، نہ باہمی حالات کے حل کی کوشش ، نہ ایک دوسرے کے درد میں شریک ،نہ ایک دوسرے کے مسائل سے دلچسپی تو پھر یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اگر اجتماع کو اتنا ہی بے معنیٰ اور بیفائدہ بنانا تھا تو اسکے ناممکن ہونے کا اعلان کر دیا جاتا اور مسلمانوں کو مطمئن کر کے ان کے گھروں میں بٹھا دیا جاتا۔ اتنی بڑی خلقت خدا کو چند میدانوں میں دوپہر یا رات میں بٹھانے یا چند پتھروں کو پتھر مارنے اور چند جانوروں کا ذبیحہ کرنے کے لئے بلانا نہ اسلام کا مزاج ہے اور نہ اسلام خدانخواستہ اس طرح کی بےمقصد عبادت کا حامی ہے۔

اسلام نے ساری دنیا میں مساجد کے ہونے کے باوجود مسلمانوں کو مسجد الحرام تک بلایا اور دنیا میں جگہ جگہ کے میدانوں کے ہوتے ہوئے بھی امت اسلامیہ کو میدان عرفات میں جمع کیا اور اربوں روپیہ کا سرمایہ خرچ کرایا تو کیا اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ سات چکر لگاؤ اور بس یہ کام تو انفرادی طور پر اور سال کے تمام مہینوں میں ہوسکتا تھا اور اسمیں کوئی زحمت نہ تھی تو پھر سب کو ایک

وقت میں جمع کرنے کی اور اس کے لئے مخصوص لباس وہیئت کی کیا ضرورت تھی؟ یقیناً اسکے پیچھے کوئی عظیم سیاسی اور اجتماعی فلسفہ ہے جسے قصداً یا جہلاً نظر انداز کیا جارہا ہے۔

مناسک حج پر اگر نگاہ کی جائے تو ہر عمل تہذیب وتزکیۂ نفس وتربیت کا نمونہ ہے ،حج کا سب سے پہلا عمل احرام ہے کہ ہر ایک جب میقات پر حاضر ہوتا ہے تو دنیا سے بے نیازی کا ثبوت اس طرح پیش کرتا ہے کہ لباس فاخر،زینت، دنیا سے وابستگی وغیرہ کو ترک کردیتا ہے اور پھر سب کے لئے احرام باندھنے کی جگہ میقات کے اعتبار سے سب کے لئے ایک ؛نہ یہ کہ کوئی اپنے گھر سے احرام باندھ کر آئے ،کوئی محل سے سج کر آئے اور کوئی مسجد سے احرام باندھے ۔

قربانی میں قربانی کے جانوروں کی قسمیں تو ہیں مگر اونٹ کی قربانی کرنے والا بڑا حاجی ہو یہ ضروری نہیں ہے ۔ بال سب کو مونڈنا ہے ۔سعی سب کے لئے ہے ، میدان عرفہ میں سب کو قیام کرنا ہے۔منیٰ میں ہر حاجی کو شب گذارنی ہے ۔ مزدلفہ ومشعر سے گذرنا سب کے لئے ضروری ہے ،کنکری سب کو چننا ہے اور شیطانوں کو کنکری سب کو مارنا ہے اور کنکری مار کر شیطنت کا خمار اگر سر میں ہے تو اسکو اتارنا ہے ۔

محرمات احرام سے کوئی استثنیٰ نہیں رکھا گیا ہے ۔کہ ایک تو سجنے وسنورنے کے لئے آئینہ دیکھ سکتا ہو اور دوسرے پر پابندی ہو ایک اسی پسینہ میں شرابور رہے ایک مشک وعنبر میں نہا کر آئے اور ایک کو سورج کی تمازت برداشت نہ ہو تو وہ سایہ میں چلا جائے اور ایک سایہ میں نہ جاسکے ،ایک اپنی دیرینہ عادت کی بنیاد پر شکار کر کے ہی تازہ گوشت بھون کر اپنی خواہش کی غذا تیار کر کے چٹخارے لے اور دوسرا ایسا نہ کرسکتا ہو ۔ ایک تو اپنے لاہ ولشکر واسلحہ کے ساتھ آئے اور ایک معمولی اسلحہ بھی نہ رکھ سکتا ہو ، ایک اپنے طمطراق اور دولت کے نشہ میں مدہوش جسکو جو چاہے کہے، لڑے جھگڑے ،جنگ وجدال کرے اور ایک پر پابندی ہو ۔ المختصر یہ کہ ہر موقع پر ہر ایک کو ایک جیسا عمل کرنا ہے ۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک کے طواف کے لئے الگ دن معین کر دیا گیا ہو کہ فلاں آرہے ہیں مسجد الحرام خالی کردو تم لوگ بعد میں آ کر طواف کرنا ،مضطر وغیر مضطر کے درمیان مناسک میں کوئی فرق نہیں ہے ایک کو ٹھنڈک لگے تو احرام کے بجائے سوٹر ،جیکٹ پہن لے یہ سب حج میں ممکن نہیں ہے ۔

حج کے یہی وہ امتیازات ہیں کہ جن کی بنا پر ان مناسک کو انجام دینے والا حاجی یا الحاج کہلاتا ہے۔ کچھ دنوں قبل ایک اردو رسالہ میں ایک مضمون پڑھنے کو ملا جس میں مضمون نگار نے یہ

سوال قائم کیا تھا کہ آخر عبادتیں تو سبھی ہیں مگر حج سے جو مشرف ہو جائے اسی کو حاجی کیوں کہا جاتا ہے چنانچہ ایک مکالمہ تحریر کیا ہے کہ میری ایک شخص سے دوران سفر ملاقات ہوگئی میں نے ان کا تعارف جاننا چاہا تو ان صاحب نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کیا مجھے حاجی فلاں ابن فلاں کہتے ہیں۔ اپنا تعارف پیش کرنے کے بعد انھوں نے میرے بارے میں جاننا چاہا تو میں نے انھیں کی طرح اس طرح تعارف کرایا کہ مجھے نمازی فلاں ابن فلاں کہتے ہیں میری گفتگو کے ختم ہونے سے قبل ہی وہ حیرت واستعجاب کے عالم میں کہنے لگے یہ نمازی آپکے نام کا جزو ہے تو میں نے بھی ان سے سوال کر لیا کہ کیا حاجی آپ کے نام کا حصہ ہے کہنے لگے نہیں بھائی میں حج سے مشرف ہوا ہوں اس لئے میرے نام کے ساتھ حاجی جڑ گیا ہے میں نے سوال کر لیا کہ آپ کتنی مرتبہ مکۂ مکرمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں کہنے لگے اسی سال یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ میں نے کہا آپ ایک مرتبہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپکی جھولی میں یہ سعادت آگئی تو آپ حاجی کہلائے اور میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے والا نمازی نہیں کہلاسکتا۔گر چہ یہ مکالمہ تھا مگر حقیقت امر یہ ہے کہ اس سے خود حج کی عظمت وجلالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حج کا ہر عمل خود درس زندگی وبندگی ہے۔

فروع دین میں دو عبادتیں ایسی ہیں کہ جن کو انجام دینے والے کو اس عبادت سے نسبت دی جاتی ہے اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ دونوں ہی عبادتیں نہایت دشوار اور منفرد ہیں۔ نماز کی ادائیگی میں مال کا خرچ نہیں ہے روزہ وہ عبادت ہے جسکا گواہ خود اسکا معبود ہے خمس وزکوٰۃ میں مال کا خرچ ہے اسی طرح بقیہ عبادتیں لیکن حج اور جہاد وہ عبادت ہیں جن میں وقت وسرمایہ حتی جان بھی راہ خدا میں نچھاور کی جاتی ہے اسی لئے ان دونوں عبادتوں کے انجام دینے والے کو حاجی یا الحاج ومجاہد کہا جاتا ہے وگرنہ نماز پڑھنے والے کو نمازی روزہ رکھنے والے کو روزہ دار راہ خدا میں انفاق کرنے والے کو سخی اسکے نام کے ساتھ جوڑا نہیں جاتا اور مشاہدات وتجربات اس امر کا واضح ثبوت ہیں۔

حج کے اخلاقی وتربیتی پہلوؤں پر اگر نظر ڈالی جائے تو قدم قدم پر حج میں کردار سازی کے نمونے ومثالیں نظر آتی ہیں۔حج صرف عمل کا نام ہے سوائے نیت وتلبیہ کے حج میں کوئی ذکر واجب قرار نہیں دیا گیا ہے، جو بھی اعمال ہیں یا تو اس کا کرنا واجب ہے یا محرمات کا ترک کرنا ضروری ہے۔

حج کے تربیتی واخلاقی پہلو مناسک حج میں

واہ رے اس رب بے نیاز کا مطالبہ کہ ہر ایک کو ایک جیسا دیکھنا چاہتا ہے زندگی میں ایک موقع پر اور ایک مرتبہ ہی سہی ایک جیسے نظر آؤ ،نہ کوئی بندہ رہے اور نہ کوئی بندہ نواز کا حقیقی چہرہ تو بس اس عظیم الشان عبادت میں ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

نماز کی صفوں میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے ہوتے تو ایک ہی صف میں ہیں مگر کتنی اونچ نیچ ایک ہی صف کے نمازیوں میں دیکھنے میں آئے ہیں ۔ ایک زرق برق لباس میں ہوتا ہے تو کوئی پھٹے پرانے مگر صاف ستھرے کپڑوں میں اور پھر کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مفلس کو پہلے صف میں کھڑے ہونے کی اجازت بھی معاشرہ نہیں دیتا جبکہ پروردگار نے پہلی صف کے لئے معیار علم وتقویٰ وپرہیزگاری تو بنایا ہے لباس وامیری وغریبی ومفلسی کو نہیں بنایا ہے مگر بہر حال قیمتی لباس پہننے پر پابندی نہیں ہے ہاں حریر کو مرد کے لئے حرام ضرور قرار دیا ہے مگر آیا حج میں بھی ایسا ہی ہے کہ کوئی شیروانی پہن کر آ سکتا ہے کوئی پینٹ میں ملبوس ہو کوئی اپنے علاقہ کا خاص لباس زیب تن کئے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں ہے، حج کرنا ہے تو سب کو اجلے احرام کے ۲ کپڑوں ہی میں آنا پڑے گا۔ اور اسکے بھی شرائط البتہ حج صاحبان ثروت کے لئے ہے لیکن اس کی بھی وجہ یہ ہے کہ جن کے پاس مال ودولت دنیا زیادہ ہوتی ہے ان کے یہاں لغزش ، انحراف، کجروی،غرور،تکبر،خودپسندی وغیرہ کے امکانات بھی زیادہ ہیں۔ حج کے سارے مناسک ان تمام انحرافات سے نجات پانے کا بہترین وسیلہ ہے۔

پروردگار نے حج کے ذریعہ سارے ہی لوگوں کو ایک لباس، ایک حالت ،ایک ظاہری صورت میں لاکر کھڑا کر دیا ہے جہاں لباس ایک ہے، آواز ایک ہے ،حرکت ایک ہے۔ اب ظاہر کو دل کے نہاں خانہ میں اتارنا خود کی ذمہ داری ہے اور اسکے لئے اس مالک کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہئے کہ تو نے ہمارے ظاہر کو تو ایک کر دیا ہے اس عبادت کے صدقہ میں ہمیں وہ توفیق دے دے کہ ہمارا باطن بھی ایک ہو جائے اور ہم میں بڑائی کا تصور باقی نہ رہ جائے ہم سبکو ایک نظر سے دیکھیں ہمارا رہن سہن ایک جیسا ہو جائے اور ہم اپنے طاقت کے ذریعہ کسی کمزور کے کام آسکیں ۔

قرآنی آیات وروایات معصومینؑ کی روشنی میں حج کے بے شمار تربیتی پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔قرآن کریم انبیاء الٰہی کی بعثت کے مقصد کو تزکیہ اور اصلاح نفوس قرار دیتا

ہے۔قرآن کریم میں یُزَکِّیهِمْ کے ذریعہ ہدف کا اعلان ہو رہا ہے ۔ رسولؐ گرامی اسلام لاتمم مکارم الاخلاقک و اپنے بعثت کا مقصد بتا رہے ہیں مقصد بعثت تزکیہ اور اخلاق ہے حج کے مناسک تزکیہ اور اخلاق کی مشق کے لئے بہترین موقع فراہم کرتے ہیں مثال کے طور پر محرم کے لئے بہت سی چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں اور شخص محرم احرام کی حالت میں نہایت دقت کے ساتھ عملی مشق کا ثبوت دیتا ہے اور محرم ہونے کی حالت میں شیطانی وسوسہ اور نفسانی خواہشات سے مقابلہ کرتا ہے اور یہ عملی مشق آئندہ کے لئے کارساز ہوتی ہے ۔

امام جعفر صادقؑ نے حجاج کرام سے طہارت قلب کا مطالبہ کیا ہے

اِذَا اَرَدْتَ الْحَجَّ فَجَرِّدْ قَلْبَکَ لِلَّهَ تَعَالیٰ مِنْ کُلِّ شَاغِلٍ وَحِجَابُ ...الخ ۲؎

جب تم نے حج کا ارادہ کر لیا ہے تو خدا کے لئے اپنے دل کو خالی کردو اور سارے موانع کو برطرف کر دو ۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا :۔ مَا یُعْبَا بِمَنْ یَؤُمُّ هٰذَا الْبَیْتَ اِذَا لَمْ یَکُنْ فِیْهِ ثَلاثُ خَصَال وَرَعٌ یَحْجِزُهُ عَنْ مَعَاصِی اللّٰه تعالیٰ وَحِلْمٌ یَمْلِکُ بِهٖ غَضَبَهُ وَحُسْنُ الصَّحَابَة لِمَنْ صَحِبَهُ ۔ ۳؎

یعنی اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرے اور اس میں مندرجہ ذیل صفات کا فقدان ہو اسکے حج کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، پرہیزگاری کہ جو معصیت پروردگار سے روکے رکھے ،حلم کہ جو غصہ کو مہار کئے رہے اور حسن سلوک وخوش رفتاری کی رعایت اپنے ساتھیوں کے ساتھ، اس نورانی کلام میں حج کی قدر و قیمت کو ورع وحلم وحسن سلوک میں رکھا گیا ہے۔

تربیت کا اس سے بہتر پہلو اور کیا ہوسکتا ہے جس میں اجتماعی زندگی کا سلیقہ سکھایا جا رہا ہو کہ دیکھو اپنے غصہ پر قابو رکھنا اور ایسا نہ ہو کہ اپنے ساتھیوں پر غضبناک ہو جاؤ اور دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اسلام اسی اجتماعی زندگی کو تو معاشرہ میں پیادہ کرنا چاہتا ہے کہ دیکھو صرف اپنی فکر میں نہ رہو اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ اپنے ہمسایہ کا خیال رکھو ،کسی پر ظلم ہو رہا ہے تو مظلوم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہو ۔

امام رضاؑ نے فرمایا:۔ اِنَّمَا اُمِرُوْ بِالْاِحْرَامِ لِیَخْشَعُوْا قَبْلَ دُخُوْلِهِمْ حَرَمَ اللّٰهُ وَاَمْنَهُ وَلِئَلَّا یَلْهُوْا وَیَشْتَغِلُوْا بِشَیْءٍ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا وَلَذَّاتِهَا وَیَکُوْنُوْا جَادِّیْنَ فِیْمَا هُمْ فِیْهِ قَاصِدِیْنَ نَحْوَهُ مُقْبَلِیْنَ عَلَیْهِ بِکُلِّیَّتِهِمْ مَعَ مَا فِیْهِ مِنَ التَّعْظِیْمِ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلِبَیْتِهٖ ۔ ۴؎

احرام ہی کے وقت لوگوں کو حکم کر دیا گیا ہے کہ حرم الٰہی میں داخل ہونے سے قبل کہ جو تمہارے لئے امن وامان کا مرکز ہے اپنے دل میں خشیت الٰہی پیدا کرلو اور دنیا کے زرق وبرق سے دل نہ لگاؤ اور جس مقصد کے لئے تم نکل پڑے ہو اس میں قاطعیت رکھو اور اپنے تمام وجود کے ساتھ اسکی طرف پوری توجہ کرو اس لئے کہ احرام کے اندر خدا او ربیت خدا کی تعظیم مضمر ہے۔

ان روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ سفر حج انسان کی تربیت کے لئے بہترین موقع ہے حج کی تعلیمات جامع ،متنوع ،عمیق ،حسین، جاذب ہیں۔ چنانچہ مقام عظماء ولایت ومرجعیت آیت اللہ خامنہ ای مد ظلہ العالی فرماتے ہیں: ۔ حج زمان ومکان کے اعتبار سے انسان سازی ،تزکیۂ نفس کے لئے ایک استثنائی موقع ہے۔ ۵

حج کے مناسک طرز بندگی و درس بندگی کی مثال

احرام :۔ انسان جب لباس احرام زیب تن کرتا ہے تو اس سے پہلے مستحب ہے کہ غسل بجالائے چنانچہ غسل کے لئے لباس کو اتارتا ہے اور پھر غسل کرتا ہے، اسکا معنوی پہلو یہ ہے کہ گویا لباس معصیت کو اتارکر گذشتہ گناہوں کو آبِ توبہ سے دھل لیتا ہے اور اپنے معبود کے حضور یہ عہد و پیمان کرتا ہے کہ میں اب معصیت کا مرتکب نہیں ہوؤں گا ۔

رسول گرامی اسلام ﷺ نے فرمایا :۔ حُجُّوا فَاِنَّ الْحَجَّ يَغْسِلُ الذُّنُوبَ كَمَا يَغْسِلُ الْمَاءُ الدَّرَنَ ۔٦

حج کرو اس لئے کہ حج اسطرح گناہوں کو دھل دیتا ہے جس طرح پانی گندگیوں کو دھل دیتا ہے۔

تلبیہ :۔

زبان بہت سے گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ زبان سے بہت سے گناہ انجام پاتے ہیں جیسے کہ غیبت ،تہمت ،جھوٹ، بہتان ۔تلبیہ اس بات کا اعلان ہے کہ اے میرے مالک ! اب زبان صرف تیری اطاعت کے لئے کھلے گی اور جس میں تیری معصیت ہوگی اس کے لئے وا نہ ہوگی۔ گویا انسان لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتا ہے تو اپنی زبان پر پہرہ بٹھا دیتا ہے کہ اب آخر عمر تک یہ زبان تیری معصیت نہیں کریگی ۔

ارشاد پیغمبر اکرم ﷺ ہے :۔ مَنْ اَضْحىٰ يَوْمًا مُلَبِّيًا حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ غَرَبَتْ

بِذُنُوْبِہٖ فَعَادَ کَمَا وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ۔ ۷

جو شخص ایک روز غروب آفتاب تک لبیک کہتا ہے تو اسکے گناہ محو کردیے جاتے ہیں اور وہ اس دن کے مانند واپس ہوگا جیسا معصوم وجود اسکی ماں نے اسکو دنیا میں عطا کیا تھا۔

دوسری حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:۔ مَا مِنْ حَاجٍّ یُضْحِیْ مُلَبِّیًا حَتّٰی تَزُوْلَ الشَّمْسُ اِلَّا غَابَتْ ذُنُوْبُہٗ مَعَھَا ؛۔ ۸

کوئی بھی حاجی چاشت سے زوال تک لبیک نہیں کہتا مگر یہ کہ زوال آفتاب کے ساتھ اسکے گناہ بھی غائب ہوجاتے ہیں (معاف ہوجاتے ہیں)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اَلْحَاجُّ لَایَزَالُ عَلَیْہِ نُوْرُ الْحَجِّ مَالَمْ یَلِمْ بِذَنْبٍ ۔۹

یعنی حاجی کے ساتھ حج کی نورانیت باقی رہتی ہے جبتک کہ وہ کسی گناہ سے اپنے کو آلودہ نہ کرے۔

طواف۔

طواف کے جہاں بے شمار معنوی فوائد ہیں وہیں درس زندگی کے نکات بھی طواف میں مضمر ہیں طواف یہ یاد دلاتا ہے کہ انسان کو متحرک رہنا چاہیئے۔حرکت میں برکت ہے یعنی وہ پروردگار جو مسجد میں عبادت کے لئے حکم دیتا ہے وہی خدا اپنے گھر کے اردگرد چکر لگانے کی دعوت دیتا ہے اور یہ بتا دینا چاہتا ہے کہ زہد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے کو مسجد میں مقید کر لے بلکہ عبادت چکر لگانے میں بھی ہے جس طرح تم خانۂ خدا کا چکر لگا کر ثواب اخروی کے مستحق ہوجاتے ہو اسی طرح اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے بازار اور دوسری ضروری جگہوں پر جانا آنا بھی عبادت ہے۔ جہاں طواف روح عبدیت کی تقویت کی ضمانت ہے وہیں ضرورت کے تحت گھر سے باہر آنا بھی زندگی کی شرافت ہے نہ کہ گھر کی چہار دیواری میں مقید ہوجانا شرافت، کرامت وکمال کی علامت نہیں ہے۔

طواف احادیث کی روشنی میں ؛۔

ارشاد نبی اکرم ﷺ ہے : مَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا یُحْصِیْہِ کُتِبَتْ لَہٗ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ حَسَنَۃٌ وَمُحِیَتْ عَنْہُ سَیِّئَۃٌ وَرُفِعَتْ لَہٗ بِہٖ دَرَجَۃٌ وَکَانَ لَہٗ عِدْلُ رَقَبَۃٍ۔ ۱۰ یعنی جو شخص گن کر سات مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف کرے اس کے لئے ہر قدم پر ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے ایک گناہ مٹادیا جاتا ہے، ایک درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور اسکے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا:۔ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤمِنٍ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ اُسْبُوْعًا وَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَحْسَنَ طَوَافَهٗ وَصَلَاتَهٗ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ۔۱۱

کوئی بندۂ مومن ایسا نہیں ہے جو اس گھر کا سات مرتبہ طواف کرے اور دو رکعت نماز طواف بجالائے اور طواف ونماز اچھی طرح انجام دے مگر یہ کہ خدا اسے بخش دے گا ۔

سعی بین صفا ومروۃ :۔

مناسک حج میں سے ایک سعی ہے کہ جسکے ذریعہ سے انسان پروردگار تک رسائی کی کوشش کر سکتا ہے ۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ صدق دل کے ساتھ صفا ومروہ کے درمیان سعی درحقیقت محبوب تک رسائی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، لہٰذا جب انسان صفا ومروہ کے درمیان سعی کر رہا ہوتو دل اس بات کی طرف متوجہ رہے کہ دنیا سے ناطہ توڑ کر معبود سے ناطہ جوڑنے کے لئے ہماری یہ رفت وآمد ہے ۔ ۱۲

سعی کی فضیلت :۔

امام صادقؑ نے فرمایا: ۔ جُعِلَ السَّعْیُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مَذَلَّةً لِلْجَبَّارِيْنَ ؛۔ ۱۳

یعنی صفا ومروہ کے درمیان سعی کو جباروں کی ذلت ورسوائی کے لئے قرار دیا گیا ہے ۔

سعی کا اخروی فائدہ

رسول خدا نے فرمایا:۔ اَلْحَاجُّ اِذَا سَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ ؛۔ ۱۴

حاجی جب صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اپنے گناہوں سے باہر نکل آتا ہے ۔

قربانی :

قربانی نبیؐ خدا کے اس خواب کی تعبیر کا نتیجہ ہے جب ایک باپ اپنے نوجوان فرزند کے گلے پر چھری پھیر رہا تھا اور قدرت آواز دے رہی تھی بس ابراہیمؑ ! بس تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا اور ہم حسن عمل والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ۔ ابراہیمؑ حکم خدا کی تعمیل پر خوش تھے اور اسماعیلؑ منزل قربانی میں قدم رکھنے پر مسرور تھے۔ قدرت کو ان مخلص بندوں کا عمل اس قدر پسند آیا کہ اس نے اسے ارکان حج میں شامل کرکے رہتی دنیا تک دائمی اور ابدی بنادیا اور اب کسی مسلمان کا حج اس وقت تک قابل قبول نہیں ہے جبتک راہ خدا میں ایک قربانی نہ پیش کرے۔ یہ تو ایک خواب کی تعبیر تھی کہ جسمیں دنبہ فدیہ بن گیا۔ اس قربانی کو یاد کرو کہ جس نے بقائے دین کی خاطر پورا کنبہ راہ خدا میں قربان کر دیا ہوتو پھر اسکا ذکر کیونکر ناپید ہوسکتا ہے۔ سارے غم بھلائے جا سکتے ہیں مگر غم شبیرؑ

کو کسی بھی صورت نہیں بھلایا جا سکتا ہے۔

اب اگر انسان پروردگار کی خوشنودی کی خاطر اور اپنے رب سے ملاقات کا جذبہ لیکر اپنے نفس کو قربان کر رہا ہو تو پھر اسکی اس قربانی کا اجر پروردگار نے جنت کے محل ،لہلاتے باغ ، دودھ کی بہتی نہریں ،حوریں ،معیت صادقین قرار دیا ہے۔

قربانی کی فضیلت :۔

رسول گرامی اسلام ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا جَعَلَ هَذٰا الاَضُحَى لِتَتَّسِعَ مَسَاكِيُنَكُمُ مِنَ اللَّحُمِ فَاَطُعِمُوُهُمُ :۔ ۱۵

قربانی اس لیے واجب قرار دی گئی ہے تا کہ فقراء ومساکین گوشت سے سیر ہوں، لہٰذا انھیں کھلاؤ۔

رسول گرامی اسلام ﷺ سے سوال ہوا حج کی نیکی وبرکت کیا ہے تو رسول اسلام ﷺ نے فرمایا: لبیک کی گونج اور قربانی کا خون ۔۱۶

روایات میں ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے حضرت زہراؑ سے فرمایا:۔ اپنے ذبیحہ کی قربانی کے وقت میدان میں حاضر رہو اس لئے کہ اس کے پہلے قطرۂ خون کو اللہ تمہارے گناہوں اور تمہاری خطاؤں کا کفارہ قرار دیتا ہے۔ یہ گفتگو کچھ مسلمانوں نے سن لی تو رسول خدا ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ حکم صرف آپ کے اہلبیتؑ کے لئے ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری عترت میں سے کسی کو جہنم کا مزہ نہ چکھائے ، یہ بات تمام لوگوں کے لئے ہے۔

رمی جمرات :۔

حج کے عمل میں ایک عمل رمی جمرات ہے ،جسکی تکرار تین دن مسلسل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ حج کا وہ منفرد عمل ہے جسکی اس قدر تکرار ہوتی ہے، ورنہ ہر عمل ایک مرتبہ انجام پاتا ہے اور بس ! یہ تکرار بتاتی ہے کہ ساری برائیوں کی بنیاد یہی شیطان ہے۔ یہ شیطان اگر دل سے نکل جائے تو پھر دنیا اور آخرت کی سرخروئی مقدر بن جائے گی اور حج کا عظیم مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حج کا اصل مقصد ہی یہی ہے کہ صفای باطنی حاصل ہوجائے۔

اس عمل کے بہت سے اسرار ورموز ہیں جن میں اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ انسان کو اسلحہ کی

کیفیت پر نگاہ نہیں کرنی چاہئے ، اور جس طرح ممکن ہو مقابلہ کرنا چاہئے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک چھوٹی سی کنکری بھی شیاطین کی ہلاکت و نابودی کا سبب بن جائے ۔

مظلوم فلسطینیوں نے اس نکتہ پر نگاہ رکھتے ہوئے برسہا برس سے دشمن کے مقابلہ کے لئے بڑے بڑے پیشرفتہ اسلحوں کا مقابلہ انھیں پتھروں اور کنکریوں سے کیا ہے اور انھیں کنکریوں کا سہارا لیکر اسرائیل کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ اگر یہ حوصلہ نہ ہوتا اوراس نکتہ پر نگاہ نہ ہوتی تو چہ بسا یہ نہتے فلسطینی مقابلہ نہ کرسکتے اور کب کے پسپا ہو چکے ہوتے۔ مگر حالات یہ بتاتے ہیں کہ فلسطینی کم حیران و پریشان ہیں۔ اسرائیلی سخت سراسیمگی اور ہراس کا شکار اور ہر روز اپنی حفاظت کے لئے نئی تکنیک کی ایجاد کی فکر میں لگے ہوئے ہیں ۔

یہ اسرائیلی بوکھلاہٹ وسراسیمگی نہیں تو اور کیا ہے کہ نئے طرز کے اسلحوں کی فراوانی کے باوجود فلسطینیوں سے مقابلہ نہیں کر پا رہے ہیں اور روزمرہ کی ضروری اشیاء مثلاً خوراک ، دواؤں وغیرہ پر مہلک اور وحشیانہ پابندیوں کے ذریعہ فلسطینیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رہے ہیں مگر پھر بھی فلسطینیوں کی مقاومت نے انکے سارے منصوبوں پر پانی پھیر رکھا ہے ۔

حج کا یہ آخری عمل انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اگر دوران حج شیاطین سے برأت کا جذبہ نہ پیدا ہو سکا تو سارے حج کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ مسلمانوں کو میدان منیٰ میں ظہر کے وقت تک انتظار کرنا چاہئے اور بھرے مجمع میں شیاطین کو پتھر مارکرشیاطین زمانہ سے جذبۂ بیزاری کے ساتھ اپنے وطن واپس جانا چاہئے کیونکہ اس سے بہتر کوئی تحفۂ حج نہیں ہے۔ سارے اعمال ومناسک مکہ مکرمہ میں کام آتے ہیں اور برأت شیاطین کا جذبہ پوری دنیا میں کہیں بھی کام آ سکتا ہے ۔ ۱۷

رمی کا ثواب :۔

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ رَمْیُ الْجِمَارِ ذُخْرٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ ۱۸

یعنی رمی جمرات ذخیرۂ آخرت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے روایت ہے کہ :۔ اِذَا رَمَیْتَ الْجِمَارَ کَانَ لَکَ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ ۱۹

رمی جمرات؛ روز قیامت تمہارے لئے نور ہوگا۔

امام صادقؑ نے رمی جمرہ کے سلسلے میں فرمایا :۔ لَهُ بِکُلِّ حَصَاةٍ یَرْمِیْ بِهَا تَحُطُّ عَنْهُ کَبِیْرَةٌ مُوْبِقَةٌ ۔ ۲۰

ہر سنگریزے کی مار پر ہلاکت خیز گناہ کبیرہ حاجی کے لئے مٹ جاتا ہے۔

طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے بقیہ مناسک حج کے تربیتی پہلو کو ترک کیا جارہا ہے۔

رب کریم! سے دعا ہے کہ تمام امت اسلامیہ عالم کو اس اسوۂ حسنہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق کرامت فرمائے اور جو لوگ حج کے مشتاق ہیں انھیں حج سے مشرف فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ

حوالے:

۱۔ سورۂ حج، آیت ۲۷۔۲۸
۲۔ میزان الحکمۃ، ج ۱، ص ۷۵۳، باب/ ۷۰۳
۳۔ منتخب میزان الحکمۃ، ص ۱۳۲، باب/ ۴۴۹
۴۔ منتخب میزان الحکمۃ، ص ۱۳۲، باب ۴۵۰
۵۔ سخنرانی با کارکنان حج، سال ۱۳۸۳ شمسی
۶۔ حکمت نامہ پیامبر اکرم اعظم، ج ۱۱، ص ۳۶۲
۷۔ حکمت نامہ پیامبر اعظم، ج ۱۱، ص ۳۷۶
۸۔ اصول کافی، ج ۴، ص ۲۵۳، حدیث ۱۱
۹۔ حکمت نامہ پیامبر اکرم ج ۱۱، ص ۳۸۰، حدیث نمبر ۸۸۹۷
۱۰۔ دعائم الاسلام، ج ۱، ص ۳۱۲
۱۱۔ صحیفۂ نور، ج ۲۰، ص ۱۸
۱۲۔ کافی، ج ۴، ص ۴۳۴، حدیث ۵
۱۳۔ تہذیب، ج ۵، ص ۱۹، حدیث ۵۶، نقل از حکمت نامہ پیامبر اعظم، ج ۱۱، ص ۳۹۲، حدیث ۸۹۲۰
۱۴۔ حکمت نامہ پیامبر اعظم ﷺ، ج ۱۱، ص ۴۱۲، حدیث ۸۹۵۴
۱۵۔ حکمت نامہ پیامبر اعظم ﷺ، ج ۱۱، ص ۴۱۲، حدیث ۸۹۵۵
۱۶۔ حکمت نامہ پیامبر اعظم ﷺ، ج ۱۱، ص ۴۱۲، حدیث ۸۹۵۷
۱۷۔ اصول وفروع، ص ۲۷۴

۱۸۔حکمت نامہ پیامبر اعظمﷺ، ج ۱۱،ص ۴۱۰ح ۸۹۴۹

۱۹۔حکمت نامہ پیامبر اعظمﷺ، ج ۱۱،ص ۴۰ ،ح ۸۹۵۰

۲۱۔ اصول کافی ، ج ۴،ص ۴۸۱،حدیث ۷

حج، عبادت اور پیغام اتحاد و بیداری

پروفیسر شاہ محمد وسیم، علی گڑھ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں آباد کاری کے ذکر کے ساتھ منزل دعا میں اپنے رب سے کہا تھا: رَبَّنَا إِنِّی أَسْکَنتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیمُوا الصَّلوٰةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنْ النَّاسِ تَهْوِی إِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُونَ ؁ (اے ہمارے پالنے والے! میں نے تیرے معزز گھر (کعبہ) کے پاس ایک بے کھیتی کے (ویران) بیابان (مکہ) میں اپنی اولاد کو (لاکر) بسایا ہے، تاکہ اے ہمارے پالنے والے یہ لوگ یہاں برابر نماز پڑھا کریں، تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے (تاکہ وہ یہاں آکر آباد ہوں) اور انہیں طرح طرح کے پھلوں سے روزی عطا کر، تاکہ یہ لوگ (تیرا) شکر کریں۔)

اور رب العالمین نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو قبولیت عطا فرمائی۔ اعلان ہوا کہ:

إِنَّ أَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِی بِبَکَّةَ مُبَارَکًا وَهُدًی لِّلْعَالَمِینَ۔ فِیهِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِیمَ وَمَنْ دَخَلَهُ کَانَ آمِنًا ط وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَیْهِ سَبِیلًا وَمَنْ کَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِینَ ؂ (جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ تو یقیناً یہی (کعبہ) ہے، جو مکہ میں ہے بڑی (خیر و برکت والا) اور سارے جہاں کے لوگوں کا رہنما۔ اس میں (حرمت کی) بہت سی واضح اور روشن نشانیاں ہیں۔ (منجملہ اس کے) مقام ابراہیمؑ ہے، (جہاں آپ کے قدموں کا پتھر پر نشان ہے) اور جو اس گھر میں داخل ہوا، امن میں آگیا اور لوگوں پر واجب ہے کہ صرف خدا کے لئے خانۂ کعبہ کا حج کریں، جنہیں وہاں تک پہونچنے کی استطاعت (قدرت) ہو، اور جس نے باوجود قدرت حج سے انکار کیا تو یاد رکھو کہ خدا سارے جہاں سے بے پرواہ ہے)۔

مندرجہ بالا آیات کعبہ کی حرمت، مکہ کی خیر و برکت اور اس کی آفاقیت، نیز اس کے جاء امن ہونے اور صاحبان استطاعت کے حج سے منھ موڑنے کی مذمت کی ترجمان ہیں۔

حج وہ عبادت ہے جس کے مختلف پہلو ہیں اور یہ سب کے سب حیات انسانی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ دراصل حج ہر گوشۂ زندگی میں ہمیں بدرجہ اتم اسباق بہم پہونچاتا ہے، جس کا مرکزی پہلو

''پوری توجہ کے ساتھ ہر وقت خدا پر یقین کامل کے ساتھ اس کی عبادت کرنے اور اس کے احکام کو ماننے سے عبارت ہے اس سے خالق ومخلوق میں ایک مستحکم رشتہ قرار پاتا ہے۔''۳؎

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، النّاس، کاثنان المشطا یعنی لوگ مثل کنگھی کے دانوں کے ہیں اور آیت قرآن إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَۃ یعنی مومنین آپس میں بھائی ہیں پس قرآن اور حدیث نے ہمیں سبق دیا ہے کہ اسلام باہمی اتحاد اور آپس میں میل جول پر زور دیتا ہے۔ آیت اللہ امام خمینیؒ نے کہا کہ ''فلسفۂ حج کا ایک پہلو مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد اور آپسی میل جول کو مضبوط بنانا ہے۔''۴؎

خدا نے خانۂ کعبہ کی جگہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے ظاہر کردی، اور اسلامی حج ۵؎ کے اعلان کا حکم ہوا:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَاتُشْرِكْ بِی شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِی لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۔ وَأَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۔ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِی أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۔ ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۶؎ (اور اے رسولؐ! وہ وقت یادکرو) جب ہم نے ابراہیمؑ کے واسطے خانۂ کعبہ کی جگہ ظاہر کردی (اور ان سے کہا کہ) میرا کسی چیز کو شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو طواف اور قیام ، اور رکوع)سجود کرنے والوں کے واسطے صاف ستھرا رکھنا اور لوگوں کو حج کی خبر کردو کہ لوگ تمہارے پاس (جوق در جوق) پیادہ اور ہر طرح کی دبلی (سواریوں) پر جو راہ دور دراز طے کرکے آئیں گے (چڑھ چڑھ کے) آپہونچیں ، تاکہ اپنے دنیا وآخرت کے فائدوں پر فائز ہوں، اور خدا نے جو جانور چار پائے انہیں عطا فرمائے ان پر (ذبح کے وقت) چند معین دنوں میں خدا کا نام لیں، تو تم لوگ (قربانی کے گوشت کو) خودبھی کھاؤ اور بھوکے محتاج کوبھی کھلاؤ ، پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنی اپنی (بدن کی) کثافت دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم (عبادت) خانہ (کعبہ) کا طواف کریں، یہی حکم ہے)

حج کا بیان نہج البلاغہ میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ خدا نے ''تم پر حج واجب کیا ہے اپنے خانہ کعبہ کا، جس کومخلوق کا قبلہ قرار دیا ہے، جہاں لوگ اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ جس طرح پانی پر جانور

اور اس طرح فریفتہ ہوتے ہیں، جس طرح کبوتر اور جسے خدائے سبحانہ نے اس کی علامت قرار دیا ہے کہ بندے اس کی عظمت کے سبب سے تواضع کریں اور اس کی عزت کے مقرہوں اور اپنی مخلوق میں سے ایسے سننے والے بندوں کو چنا، جنہوں نے اس کی دعوت قبول کی ، اس کے کلمہ کی تصدیق کی، مقامات انبیاء پر ٹھہرے اور عرش خدا کے طواف کرنے والے فرشتوں کے مثل قرار پائے (کیونکہ وہ) عبادت خدا کی تجارت کے منافع جمع کرتے اوراس کے وعدۂ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔ خدائے سبحانہ نے اس (کعبہ) کو اسلام کا علم اور پناہ لینے والوں کے لئے امن کی جگہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس حج کوفرض اور اس حق کو واجب کیا ہے۔

اورتم پر وہاں کی حاضری لازم کی۔ پس فرمایا اور لوگوں پر واجب ہے کہ خدا کے لئے خانۂ کعبہ کا حج کریں ، جنہیں وہاں تک پہونچنے کی استطاعت ہو، اور جس نے انکار کیاتو جان لے کہ خدا سارے جہان سے بے نیاز و مستغنی ہے۔" ۷؎

حج دنیا والوں کی بنائی ہوئی تفرقہ کی تمام دیواروں کومنہدم کردینے کا ایک عالمگیر پیغام ہے، حاجی کسی بھی ملک کا رہنے والا ہو، کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو ، امیر ہو کہ غریب ، آقا ہو کہ غلام ، رعایا میں سے ہویا بادشاہ اور حکمراں، کالاہو کہ گورا، عرف عام میں ترقی یافتہ ملک کا شہری ہو یا کہ پسماندہ ملک کا باشندہ ، سب کے سب ایک ہی لباس میں نظر آتے ہیں، جوکلمہ توحید، لا الٰہ الاّ اللّٰہ کے سایہ میں توحیدی انسانوں کے مثالی اتحاد کا مظہر ہے۔ یہاں دنیا کی وضع کی ہوئی بٹوارہ کی تمام اقدار منہدم ہوجاتی ہیں۔ اس طرح حج وہ عبادت ہے، جو ذہنیت کے فساد کو مٹانے اورنفس کی طغیانی کو نیست ونابود کرنے کا بہترین موقع فراہم کرتاہے، یہاں ساری انسانیت ایک ہی دھاگے میں پروئی ہوئی سی نظرآتی ہے، اپنے خالق کے تابع خدا کی عبادت اور بندوں سے محبت کے جذبہ سے سرشار ہے۔

حج اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر حاجی جذبۂ عبادت واطاعت کا اعادہ کرے تمام تر خلوص نیت اور یقین کے ساتھ اور ساتھ ہی اعلان اخوت ومساوات کے ساتھ۔ آنخضرت ﷺ کے خطبہ حج آخر سے تمام انسانوں کو اور خاص کر ان کی امت کے ایک ایک فرد کوحجاج سمیت سبق لینا چاہئے کہ آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! تمہاری جان، تمہارا مال اورتمہاری آبروایک دوسرے کے لئے قیامت تک اتنی ہی مقدس اورقابل احترام ہے جتنا کہ یہ دن (یوم عرفہ) یہ مہینہ (ذی الحجہ) اور یہ شہر (مکہ معظّمہ) ۔

اے لوگو! ہر مسلمان ایک دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کا مال بغیر اس کی مرضی کے لینا جائز نہیں ہے۔ دیکھنا میں نے بات پہونچادی۔ اے اللہ !تو بھی گواہ رہنا۔ اے لوگو! میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔'' ۸

مندرجہ بالا خطبہ کے معنی اور مطالب پر غوروفکر کیجئے اور پھر صحن عالم پر نظر دوڑائیے تو نظر آئے گا انسان اور انسان کے مابین بٹوارہ، ممالک کے واسطے سے چھوٹی اور بڑی طاقتیں، پسماندہ اور ترقی یافتہ معیشتیں (Backward and Dev loped Economies)، نان شبینہ کے محتاج لوگ اور محافل رقص وسرود اور قمار وغیرہ پر لٹتی دولت۔ کمزوروں پر زور آور کی بھپکیاں۔ ایسے میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ حجاج کرام نے ہم سفر ساتھیوں سے، ایک دوسرے کے ملک سے آئے ہوئے لوگوں سے کیا ان کا حال احوال دریافت نہ کیا ہوگا؟ اگر نہیں تو یہ ایک المیہ ہے!

اس کو کیا کیا جائے کہ'' اسلامی معاشرہ کا سب سے بڑا درجہ یہ ہے کہ ابھی تک بہت سے لوگ اسلامی احکام کے حقیقی فلسفہ سے ناآشنا ہیں اور حج اپنے تمام تر اسرار وعظمت کے باوجود ابھی تک ایک خشک عبادت اور ایک لا حاصل اور بے ثمر نقل وحرکت سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ مسلمانوں کے عظیم فرائض میں سے ایک فریضہ اس حقیقت وواقعیت کو سمجھنا ہے کہ حج کیا ہے؟ اور کیوں ہمیشہ اسے برپا کرنے کے لئے مالی اور معنوی امکانات کا ایک بڑا حصہ صرف کیا جائے؟ جو چیز اب تک نافہموں یا غرض پرستوں اور دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والوں نے فلسفۂ حج کے عنوان سے پیش کی ہے یہ ہے کہ حج ایک اجتماعی عبادت اور ایک زیارتی اور تفریحی سفر ہے۔ اس کا حج سے کیا سروکار کس طرح جینا چاہئے؟...'' ۹ جبکہ

> ''حقیقت یہ ہے کہ حج صاحب خانۂ کعبہ یعنی خدا سے بندہ کے تقرب اور اتصال کا ذریعہ ہے۔ حج صرف حرکات وسکنات، اعمال والفاظ کا مجموعہ نہیں ہے۔ صرف کلام، لفظوں اور بے جان حرکات وسکنات سے انسان خدا تک نہیں پہنچتا۔ حج معرفت الٰہی کا وہ مرکز ہے، جس کے ذریعہ اسلامی سیاست کی جامعیت کو زندگی کے گوشہ گوشہ میں دریافت کرنا چاہئے۔ حج تمام مادی ومعنوی رزالتوں سے دور ایک پاکیزہ معاشرہ کی بنیاد اور تاسیس

کی دعوت دیتا ہے۔ حج دنیا میں ایک انسان اور ایک روبہ کمال معاشرہ کی تمام میدانوں میں عشق آفرین زندگی کی تجلی اور اس کی باربار تکرار کا نام ہے۔ اعمال حج اعمال زندگی ہیں۔" ۱۰

"...امت اسلامی کا پورا معاشرہ، چاہے وہ کسی بھی نژاد اور کسی بھی قوم سے تعلق رکھتا ہو، ابراہیمی ہونا چاہیے، تاکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم انبوہ وگروہ میں شامل ہوسکے، ایک ہوجائے اور یدواحدہ کی شکل میں ظہور کرے۔ حج اسی توحیدی زندگی کی تنظیم وتمرین وتشکیل کا نام ہے۔ حج مسلمانوں کی مادی ومعنوی قوت وطاقت کی نمائش گاہ اور استعداد کی پرکھ کا آئینہ دار ہے۔" ۱۱

اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ مسائل کا دائمی حل تلاش کیا جائے اور اس عظیم اجتماع میں جہاں دنیا بھر کے ماہرین اور اپنے اپنے فن میں یکتائے روزگار افراد جمع ہوتے ہیں، ان سے تبادلہ خیال ہو اور اگر مناسب ہو تو ان کی رائے پر عمل کیا جائے۔ سچ ہے کہ "حج قران کی مانند ہے، جس سے سبھی بہرہ مند ہوتے ہیں، لیکن امت اسلامی کا درد رکھنے والے مفکرین اور دور اندیش افراد اگر حج کے دریائے معرفت میں غوطہ ور ہوں اور اس کے احکام نیز اجتماعی سیاستوں کی گہرائیوں میں اترنے سے خوفزدہ نہ ہوں تو اس دریائے رشد وہدایت، حکمت ومعرفت کے آب زلال سے تا ابد سیراب ہوتے رہیں گے ۱۲ کیونکہ "حج وہ عظیم رسم ہے، جو انسانیت کو مذہبی اور سماجی امور میں بیداری عطا کرتی ہے۔ اس رسم کی ادائیگی میں حقیقی اسلام کی طرف رجوع ہونا چاہیئے۔ بہت سی سیاسی ذمہ داریاں ہیں، جو کسی اجتماع خصوصاً اس عظیم اجتماع حج کا ایک ناگزیر حصہ ہیں۔ ان میں سے ایک ذمہ داری اسلام اور مسلمانوں کی بنیادی اور سیاسی مشکلات سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ اس آگاہی یا واقفیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ مذکورہ اجتماع میں شامل تمام مذہبی رہنما... دانشمند اور زائرین بیت اللہ اپنے اپنے مسائل پر ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کریں ! اپنے مسائل کا مل جل کر حل تلاش کریں۔ تاکہ جب یہ لوگ اپنے اپنے ممالک کو واپس ہوں تو اس کے مطابق اپنے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔" ۱۳

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے (الدنیا مزرعة

الآخرہ) اس حدیث نے ہمیں بتایا ہے کہ حیات انسانی کا ہر ہر لمحہ اور ہر گوشہ پابند دین ہے۔

"دراصل اسلام وجود و حیات انسان کا ہمہ جہت احاطہ کرتا ہے، اور اس طرح سے سیاسی، اقتصادی اور سماجی پہلوؤں کو یکسر کردیتا ہے۔ یہودیت وعیسائیت اور اصول و قوانین اور نظریات کے برعکس، جو انسان کے وضع کردہ ہیں۔ اسلام ایک ہم آہنگ عقیدہ (Coordinated Belief) ہے جو قوانین اور اصول اخلاق قوانین اور اصول اخلاق (Ethical Principles) کا مجموعہ ہے، جس کا اطلاق ہر شعبہ حیات پر ہوتا ہے،... اسلام میں خدا کی عبادت کا نظریۂ اتنا وسیع ہے کہ اس میں انسانی زندگی کی ہر شیٔ سموجاتی ہے۔" ۱۴

یہ امر اس بات کے بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ پیغمبر آخرالزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر غفاری سے کہا (کہ)

"اگر تم بغیر غذا اور پانی کے رہ سکتے ہو اور صرف خدا کے بارے میں سوچو، تو بلاتأمل اسے انجام دو..." ۱۵

اس طرح حج میں اتحاد، ثقافت، سائنس، اقتصاد اور سیاست پر گفتگو ہوسکتی ہے، جیسا کہ جامعۃ الازہر، مصر، کے شیخ شلتوت نے بھی فرمایا ہے:

"وہ اشیاء جو مکہ میں زیارت کے دوران مسلمانوں کے لئے نفع بخش ہیں، کسی مخصوص سطح میں محدود نہیں ہیں۔ یہ (بات) ہر اس چیز کی نشاندہی کرتی ہے، جو افراد اور معاشرہ کے لئے فائدہ رساں ہے مثلاً ذہن کو (آلائشوں سے) پاک کرنا اور اس طرح خدا سے قربت حاصل کرنا، ایک فائدہ ہے، ثقافتی اور سائنسی منصوبوں اور مسلمانوں میں اتحاد کے منصوبوں پر تبادلۂ خیال کرنا دوسرا (فائدہ) ہے۔ دنیا بھر میں اسلامی احکام (Islamic Precepts) کی معلومات کو اچھی طرح سمجھانا اور اسے قبول کروانا اور اسلام کی حقیقی ثقافت کو کسی بھی تباہ کن اور مضر اثرات سے محفوظ رکھنا یا اور اسے دوسری ثقافتوں میں ڈھل جانے سے بچانا بھی فوائد میں (شامل) ہے۔ اس طرح حج سے حاصل ہونے والے مختلف النوع فوائد ہیں، جو انسان کی بہتر زندگی کی ضمانت ہیں۔" ۱۶

''شیخ شلتوت رقم طراز ہیں کہ'' حج کی برتر اہمیت اور اس سے انسانی زندگی اور معاشرہ کو حاصل ہونے والے فوائد کے زیر نظر علماء، ذی فہم حضرات، سیاستداں، ثقافتی ، تعلیمی ،زری اور اقتصادی معاملات میں صاحبان اختیار لوگ، فقہاء اور نظامی مہارت رکھنے والے افراد زیارت کے لئے مکہ جائیں اسی طرح یہ واجب ہے کہ روشن خیال افراد اور اسلام میں سچا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کوجن میں جذبۂ (فلاح) انسانیت ہے،اورجن کومثال بناکر دوسرے مسلمان بھی عمل کریں، بیت اللہ کی زیارت کو جانا چاہئے، تاکہ سب کے سب لوگ متحد ہوکر اپنی وحدت ومسؤلیت (Solidarity) کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں اور خدا کے لئے اسلام کی سربلندی کے واسطے خدمت انجام دیں۔''۱۷

اس طرح شیخ شلتوت بھی دوران حج اتحاد ، ثقافت، سیاست، اقتصاد اور اس طرح تحفظ کے منصوبوں پر گفتگو پر زور دیتے ہیں۔

''دنیا کے گوشہ گوشہ سے جومسلمان خانۂ کعبہ کے طواف اور حرم پیغمبر اکرمﷺ کی زیارت کے ذوق وشوق میں جمع (ہوتے) ہیں،انہیں'' جیسا کہ آیت اللہ سیدعلی خامنہ ای نے فرمایا ہے کہ امت مسلمہ کے دردناک مسائل اور عظیم چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے اور باہمی اتحاد ویکجہتی کو مزید مضبوط ومستحکم بنانا چاہئے۔آج اسلام دشمن عناصر کا ہاتھ امت کے درمیان تفرقہ واختلاف پیدا کرنے کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ آشکار اور متحرک ہے، جبکہ آج امت اسلامیہ کو اتحاد ویکجہتی اور ہمدردی وہمدلی کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ آج اسلامی سرزمین پر خونخوار دشمن پہلے سے زیادہ المناک حادثات کوجنم دے رہے ہیں۔''۱۸

حاجیوں کومنزل دعا میں مجبوروں ، مستضعفین اور بچھڑے ہوئے کمزوروں کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ کہ وہ ایمان وعمل کے ساتھ سرخرو اور کامیاب ہوں اور ہم سب متحد ہوں ، تاکہ انسانیت کا بھلا ہو، بقول آیت اللہ امام خمینیؒ ان مسلمانوں کا علاج کیا ہے؟ ...دنیا کے مسلمانوں اور مستضعفوں کا

فرض کیا ہے؟ دوسرے فرائض میں سے ایک فرض، جو بنیادی ہے اور ان مشکلات اور مصائب کو ختم کرنے والا اور ان بدعنوانیوں کو فنا کردینے والا ہے۔

"مسلمانوں کا اتحاد ہے، بلکہ مستضعفوں اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوموں کا اتحاد، اور یہی وہ اتحاد ہے کہ جس کیلئے قرآن کریم اور اسلام شریف نے بھی بہت زور دیا ہے، جس کو ایک وسیع تبلیغ اور عام دعوت کے ذریعہ وجود میں آنا چاہیئے اور اس دعوت اور تبلیغ کا مرکز مکہ معظّمہ ہے، خصوصاً حج کا موقع ہے، وہ حج جو حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور حضرت محمدؐ حبیب اللہ سے شروع ہوا اور آخری زمانہ تک حضرت امام مہدی علیہ السلام بقیۃ اللہ ارواحنا المقدمہ الفدا ءٔ تک جاری رہے گا۔" ۱۹

آخر میں اس مضمون کو آیت اللہ ری شہری کے حجاج کرام کے نام پیغام سے اس اقتباس پر ختم کرتاہوں "فریضۂ حج درحقیقت مسلمانوں کی وحدت کی اہم اور بلند ترین علامتوں میں سے ایک ہے اور اس عظیم کانگریس کی تشکیل کا مقصد عالم اسلام کے سامنے موجود اہم وپیچیدہ مسائل اور دھمکیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے مشرکین سے برأت وبیزاری کے اعلان، نیز تقویٰ ونیکی کی بنیاد پر باہمی تعاون اور مناسب مواقع کے سلسلے میں غوروفکر کرنا ہے۔" ۲۰

بلاشبہ حج وہ عبادت ہے جس میں آخرت اور ساتھ ہی دنیا کے فوائد ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔سورۂ ابراہیم، آیت ۳۷

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۴۔۹۷

۳۔ Ayatullah jafar Subhani'Hajj: A Magnificent Rehigious Social md Political congregation,Tehran Ir hes 1984,P.3 ترجمہ از مصنف مضمون

۴۔حجاج بیت اللہ الحرام کے نام آیت اللہ امام خمینیؒ کے پیغامات کے اقتباسات، راہ اسلام، شمارہ ۸۷، صفحہ ۴۲، جون ۱۹۹۱ء، خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران، دہلی نو،

۵۔"حج ابراہیمی وہی حج محمدی ہے، جس میں توحید واتحاد کی سمت حرکت وپیش قدمی تمام مراسم وشعائر کی روح

وجان، اور سرفہرست ہے وہ حج جو برکت وہدایت کی اساس اور امت واحدہ کی حیات وقیام کا اصل وبنیادی ستون ہے، وہ حج جو برکت وہدایت کی اساس اور امت واحدہ کی حیات وقیام کا اصل وبنیادی ستون ہے، وہ حج جو فائدوں سے بھرپور اور ذکر خدا سے مملوء ہے، وہ حج جس میں مسلمان قومیں محمدؐ کی عظیم امت کے درمیان اپنے حضور ووجود کا لمس کرتی ہیں اور قوموں میں برادری وقربت کا احساس کرکے اپنی کمزوری اور شکست وناتوانی کے احساس سے نجات پاتی ہیں۔''

—آیت اللہ امام خمینیؒ،...زائرین خانہ خدا کے نام پیغام، ۱۴۱۳ھ

۶۔ سورۂ حج، آیات ۲۶۔۲۸۔

۷۔خطبہ نمبر ا،صفحہ ۶۰،احباب پبلشرز،لکھنؤ ۱۹۸۲۔

۸۔اقتباس کے لئے ملاحظہ ہو پیغام حج،صفحہ ۵۷ آل انڈیا حج کمیٹی، دہلی ۱۹۸۸ء۔

۹۔امام خمینیؒ کا تاریخی پیغام، توحید، شمارہ ۵، جلد ۵، محرم صفر (مطابق ستمبر اکتوبر ۱۹۸۸ء) سازمان تبلیغات اسلامی تہران، اسلامی جمہوریہ ایران'' صفحات ۱۴۳۔۱۴۲

۱۰۔ایضاً

۱۱۔ایضاً

۱۲۔امام خمینیؒ کا تاریخ پیغام، توحید، شمارہ ۵، جلد ۵، محرم۔صفر (بمطابق ستمبر اکتوبر ۱۹۸۸ء) سازمان تبلیغات اسلامی تہران، اسلامی جمہوریہ ایران''

۱۳۔ایضاً

۱۴۔ ترجمہ از مصنف مضمون ہذا، Ayatullah jafar subhani, Hajj.... Tehran I.R.iran,1984 p 734

۱۵۔آیت اللہ باقر الصدر، فتاویٰ الواضحیہ (Explicit Decrees) بیروت لبنان، بحوالہ حج از آیت اللہ جعفر سبحانی، (انگریزی) صفحہ ۶

۱۶۔الشریعۃ والعقیدہ، صفحہ ۱۵۱، بحوالہ حج از آیت اللہ جعفر سبحانی، صفحہ ۹

۱۷۔بحوالہ حج از آیت اللہ جعفر سبحانی، صفحہ ۱۰

۱۸۔ حجاج بیت اللہ الحرام سے خطاب، راہ اسلام شمارہ ۲۱۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء، صفحات ۲۵۔۲۶

۱۹۔ حجاج بیت اللہ الحرام کے نام امام خمینیؒ کا پیغام، راہ اسلام شمارہ ۲۱۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹، صفحات ۱۷۔۱۶

۲۰۔ بین الاقوامی حج سمینار کے نام نمائندہ ولی فقیہ اور ایرانی حجاج کرام کے سرپرست حضرت آیت اللہ ری شہری کا پیغام، راہ اسلام شمارہ ۲۱۴، صفحہ ۲۹، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء۔

”عصر حاضر میں حج و بیداری امّتِ اسلامی“

وصی احمد نعمانی

راقم الحروف اپنے اس مقالہ کے عنوان میں استعمال شدہ الفاظ میں سے ا۔”عہد حاضر“ ۲۔”حج“ ۳۔”بیداری امتِ اسلامی“ کا تجزیہ کرے گا۔ قاری حضرات کے ذہن وشعور کو اس بات کی دعوت دینا چاہوں گا کہ عنوان کے مکمّل مواد کو سمجھنے کے لئے حج ، کعبہ اور شہر مکہ ان تینوں کی سائنسی، جغرافیائی ، مذہبی و روحانی حقیقتوں اور سچائیوں کی طرف پوری توجہ مبذول کریں گے۔تو جو بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ باتیں دانشورں، مفکروں اور بیدار مغز قاریوں کی خدمت میں پہنچا سکوں گا۔

مقالہ میں جس اہم نتیجہ کے حصول کے لئے ذہن کو آمادہ کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے وہ ہے”بیداری“ اور اس بیداری کو پیدا کرنے کی تمنّا کی جا رہی ہے حج کے توسط سے۔حج جڑا ہوا ہے مکہ، کعبہ اور بارگاہ رسالت مآب کے شہر”مدینہ“ کے مرتبہ سے۔اسلئے حج کی مرکزیت میں پنہاں۔ اور مطلوبہ نتیجہ ”بیداری“ کو سمجھنے ،جاننے اور حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ”مکہ“ اور ”وجود کعبہ“ کے مذہبی ، سائنسی ، جغرافیائی، حقائق کو پہلے سمجھنے کی کوشش کریں۔عصر حاضر، سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ اس میں ”حج “ اور” کعبہ“ کا مرتبہ بھی سائنسی اعتبار سے اور جغرافیہ کی نگاہ سے بے مثال، عظیم المرتبت اور لاثانی ہے۔جدید ترین سائنسی تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ کعبہ زمینی۔ مقناطیسی اور برقی طاقتوں کے یکجا ہونے کا مرکز ہے اور پھر یہ یکجا شدہ مقناطیسی۔ برقی کرنٹ یا رو۔ مکہ میں اکٹھا ہونے کے بعد”ریڈی ایٹنگ میگنیٹک کرنٹ“ کی شکل میں خود کو تبدیل کرکے پوری زمین کے جسم میں طاقت پہنچاتی ہے یعنی مکہ کو، زمین پر تمام حصوں ،چھوٹے بڑے شہروں۔ دارالحکومتوں۔ سمندروں،صحراؤں اور پہاڑوں،سب میں اسے رہنمائی یا مرکزیت حاصل ہے کیونکہ سرزمین مکہ پوری دنیا کی سردار ہے۔

دنیا کے تمام صاحبان ایمان کے لئے حج ایک مرکزی عمل کی حیثیت رکھتا جس کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ”عصر حاضر میں حج اور بیداری امتِ اسلامی“ کو عنوان قرار دیتے ہوئے علماء ودانشور کو

اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے اور مہتمم حضرات کے ذہن میں یہ بات بہت اچھی طرح موجزن ہے کہ ''بیداری امت اسلامی'' وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اس بیداری کے لئے بہت بڑی روحانی، آفاقی اور دنیاوی وسائل کی ضرورت ہے یہ سب صرف اس حالت میں ممکن ہے جب ہمارا ذہن کعبہ، مکہ اور مدینہ کی سرزمینوں سے فیض حاصل کرنے کی سکت خود میں پیدا کرے اس لئے کہ عصر حاضر میں بیداری امت اسلامی کے لئے حج ایسا وسیلہ میسر ہے جس سے پوری امت، آفاقی قوت کو حاصل کر کے اپنی حقیقت کو پہچان کر اس نتیجہ پر پہنچ سکتی ہے کہ ہر طاقت اور ہر قوت کا اپنے مرکز پر جمع ہونا اور وہیں سے خود کو چارج کر کے انسانیت کے تمام علاقوں کے لئے بیداری کا جذبہ فراہم کرنا ہوتا ہے۔ حجاج کرام دنیا کے کونے کونے سے اپنے مرکزِ حقیقت یعنی کعبہ، مکہ اور مدینہ میں جمع ہوتے ہیں ان کے دل میں بیداری کا جذبہ ''جگا جگا سا'' ہوتا ہے اسی لئے وہ اپنی ذات کے مرکز میں پہنچتے ہیں۔ ایام حج میں عبادات۔ تسابیح۔ نماز اوراذکار کے ذریعہ اپنے ضمیر کو صیقل کرتے ہیں۔ اور اسی گھر سے جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے خود کو چارج کر کے پوری طرح دنیا کو بیدارکرتے ہیں۔ اور یہ یقین کرتے ہیں کہ اس کی پیدائش ہی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ (۱) اپنی ذات میں پوشیدہ بیداری کی برکات سے عالم انسانیت کو مالا مال کرے (۲) حج کے شرف سے مشرف ہوکر حاجی اپنی بیداری کی تعمیر سے جتنا چارج ہو کر دور دراز علاقوں، گاؤں، پگڈنڈیوں، ندیوں، صحراؤں، پہاڑوں ریگستانوں کو عبور کر کے اپنے مرکز پر اکٹھا ہوا تھا وہیں واپس اپنی نئی انرجی کے ساتھ دور دراز علاقہ میں جا پہنچے(۳) اور اس مرکز انسانیت سے جو روحانی، برقی اور آفاقی طاقت کو اپنے اندر سمیٹ چکا ہے اس کو پوری دنیا میں بانٹ کر خدائی پیغام کو زندہ جاوید کرنے میں اپنا فرض نبھائے۔ یعنی جس طرح سائنسی، جغرافیائی اور نظریاتی اعتبار سے طئے شدہ نتیجہ کے مطابق زمین کے اندر ہر لمحہ برقی، مقناطیسی طاقت جنریٹ ہوکر کعبہ میں اکٹھا ہوتی ہے اور وہاں سے پیور، صاف و شفّاف ہوکر ''ریڈی ایٹنگ مگنیٹک کرنٹ'' میں بدل کر اس برقی اور مقناطیسی ''رو'' کو زمین کے جسم کے ہر حصہ میں پہنچاتی ہے اسی طرح زمین کا مرکزی نظام، برقی طاقت اکٹھا کر کے اور پھر اسے صاف کرکے پوری دنیا میں پھیلا کر زمین کی مرکزیت کا اعلان کرتا ہے اسی طرح حجاج کرام مرکز، کعبہ اور مکہ میں اکٹھا ہو کر خدا کی روحانی طاقت سے خود کو چارج کر کے پوری دنیا میں پھیلا کر خدا کے آفاقی پیغام کو پہنچاتے ہیں اس طرح حجّاج کرام خود بیدار ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بیدار کرتے ہیں یہی عصر قدیم میں ہوتا رہا ہے۔ عصر

حاضر میں ہو رہا ہے۔اور مستقبل میں ہوتا رہیگا۔یہی پیغام حج ہے مکّہ ، حج اور کعبہ کو اسلامی ، سماجی، ثقافتی اور بین الاقوامی پیمانے کے ساتھ ہی سائنسی اور مذہبی نقطہ نظر سے بھی مرکزیت حاصل ہے۔ سائنس اور جغرافیہ کے ان پہلوؤں کو بھی محترم قاری کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ کیوں کہ کعبہ،مکہ اور حج کے فیوض و برکات کوسائنسی ،قرآنی اوراحادیث کے اعتبار سے مرکزیت حاصل ہے۔ اور یہ کسی بھی عہد میں چاہے یہ عصر حاضر ہو یا عصر قدیم محدود نہیں رہا۔ ہر دور اور ہر وقت میں حج ، مکّہ اور کعبہ کو مرکزیت حاصل رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب اتحاد ، امن و بھائی چارہ کے پیش نظر بیداریٔ امّت کا تصور کرتے ہیں تو خود بخود عصرِ قدیم اور عصرِحاضر۔گذشتہ و موجودہ تمام زمانے شامل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تینوں اہم مقامات کو۔ بیداری امّت کے لئے ہر زمانے اور ہر وقت کے لئے ایک روشن اور تابناک منارہ کا درجہ عطا کر دیا گیا ہے۔ یعنی کعبہ،مکہ اور حج تینوں کو الگ الگ زاویہ سے دیکھے جانے کے باوجود بھی تینوں کا محور اور مرکز ایک ہی ہے یعنی کعبہ:یہی کعبہ پوری زمین کا جغرافیائی اور سائنسی مرکز بھی ہے۔ مذہبی اور اسلامی اعتبار سے بھی یہ مرکز ہے۔اس لئے جس جگہ کو ہر اعتبار سے مرکزیت حاصل ہے۔اس جگہ کا ہر رشتہ۔ اتحاد، یکجہتی اور محبت سب کچھ اسی مرکز کا حصّہ ہے۔ دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے اور سمجھ میں آجاتی ہے تو پوری دنیا کی امتِ مسلمہ کی بیدا ری، اتحاد و اتفاق کا پیغام اس حج سے ملتا رہے گا۔عصرِ حاضراور قدیم کی طرح ہی۔

عصر حاضر:۔یہ وہ وقت اور زمانہ ہے جہاں سائنس وٹیکنالوجی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کیوں کہ سائنس کوئی بھی بات بہت ٹھوک بجا کرقبول کرتی ہے۔قرآن شریف میں چھ ہزار سے زیادہ آیتیں ہیں۔ان میں سے ایک ہزار سے بارہ سو آیتیں سائنسی اطلاعات دیتی ہیں۔یہ سائنس یا سائنس دانوں کی خوش بختی ہے کہ وہ ان نکات کو پا لیتے ہیں یا اسکی تہ تک پہنچ جاتے ہیں جس کا اشارہ یا ثبوت قرآن اور احادیث میں موجود ہوتا ہے۔آج کا یہ سائنسی دور انسان کی زندگی کے ہر شعبے اور ہرمرحلہ میں اپنا اثر ڈال چکا ہے۔ آنے والے دنوں میں زندگی کا کوئی شعبہ باقی نہیں بچے گا جہاں سائنس وٹیکنالوجی کی زبردست دسترس نہ ہو۔سائنس کی یہ خصوصیت ہے کہ بغیر ثبوت اوردلیل کے کوئی بات نہیں کہتی۔ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ ثابت کرنے کا نام ہی سائنس ہے۔سائنس عصر حاضر کی تمام چیزوں پرغور وخوض کرتی ہے۔نتائج اخذ کرتی ہے۔ثبوت پیش کرتی ہے اور بباںگِ دہل اپنی بات کو ثابت کرکے زمانے کے سامنے مواد مہیا کرتی ہے آج کا زمانہ تحقیق و ریسرچ کا زمانہ ہے

اور یہی ''عہد حاضر'' ہے۔

اس عصر میں بیدار ہونا لازمی ہے۔ حج بیداری کے مواد فراہم کرتا ہے وہ قوم ،جماعت یا سماج جو سائنس وٹیکنالوجی کے نتائج ،تحقیق اور ریسرچ کی دولت سے اپنے آپ کو مالا مال کرنے کے بجائے خود کو سائنسی تحقیق کے نتائج سے منحرف کرے گا وہ اپنی آنے والی نسل کے ساتھ نا انصافی کا مرتکب ہوگا۔

مسلم قوم جب تک سائنس وٹکنالوجی کو اپنے دامن میں پناہ دیتی رہی ان کا زمانے پر اقتدار و اختیار رہا۔حافظ ، قاری ، مولوی اور مفسّر قرآن لازمی طور پر سائنسداں ہوتے تھے۔ یا پھر سائنسداں لازمی طور پر حامل قرآں ہوا کرتے تھے۔آج بھی عنوان'' عصر حاضر میں حج و بیداری امّتِ اسلامی'' کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اسی سائنسی اقدار کا استعمال کرنا ہوگا اور سائنسی تحقیق و ایجاداد کو ذہن میں بسانا ہوگا۔ اس لئے عہد حاضر کو عہد قدیم سے جوڑ کر سائنس وٹیکنالوجی کی حصولیابی کو اپنے علم کا حصّہ بنایا جانا چاہیئے کہ اس کی سائنسی تحقیق شدہ باتیں اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہیں تو انہیں ضرور مان لینی چاہیئے ۔اسے بنیاد بنا کر اپنے علم و آگہی کے سفر کو جاری رکھنا چاہیئے اسی طرز زندگی کا نام عصر حاضر ہے۔ اس سے نظر چرانا کسی طرح بھی امّتِ مسلمہ کی بیداری کے لئے موزوں نہیں ہے۔

حج:۔ یہ ایک سالانہ ایسا اجتماع ہے جس کا مقصد ہی امت مسلمہ کو ہمیشہ اور ہر لمحہ بیدار کرنا ہے۔ چونکہ اللہ رب العزت نے امتِ مسلمہ کو اس کائنات کی حکمرانی کے لیے پیدا فرمایا ہے اس لئے انہیں ہمیشہ بیدار رہ کر کعبہ ، مکّہ، مدینہ اور اس کے مرکز سے دور نہایت دور رہنے والے انسانوں کو بھی بیدار کئے رہنا ہوگا اسی اہم کام کے لئے حج کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد یہ تھا کہ محلوں کی بیداری ، شہروں کی بیداری ،صوبوں اور ملکوں کی بیداری کے ساتھ بین الاقوامی پیمانے پر بھی بیداری اور یکجہتی کی ضرورت محسوس کی جائے۔ پروان چڑھائی جائے۔ بیداری ہی سے تو انسان کے فروغ اس کی کامیاب زندگی اور آخرت کے لئے کوششیں کی جاسکتی ہیں۔

حج ،عمرہ یا کسی وقت بھی کوئی انسان کعبہ اور مکّہ میں داخل ہوتا ہے۔تو ان سب کا دل ایک ہی طرح سے دھڑکتا اور بے چین ہوتا ہے۔ کعبہ کا غلاف، حرم کی دیواریں ، مکہ کی سڑکیں ، گلیاں ، عمارتیں اور پہاڑیاں سب کے سب وہاں حاضر ہونے والے لوگوں کے دلوں میں ایک ہی طرح کی بچینی اور بیداری پیدا کرتی ہیں۔کہ(۱) ہماری تخلیق کس لئے کی گئی ہے۔(۲) یہاں سب لوگ اکٹھا

ہو کر بے چین اورلرزہ براندام کیوں دکھائی دیتے ہیں۔(۳) کیوں سب کی آنکھیں ایک جیسی ڈبڈبائی اور تر ہوتی ہیں (۴) سب کی ہچکیاں بندھ کر کیا کہنا چاہتی ہیں (۵) کیوں حج وکعبہ کا شہر مکہ سب کو اپنی طرف کھینچتا ہے ان تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ''خدا نے اس جگہ کو مذہبی اعتبار سے مرکزیت عطا کی ہے۔ جسے سائنسدانوں نے بھی ثابت کیا ہے'' ''مکہ خاص کر کعبہ، پوری دنیا کا جغرافیائی اعتبار سے مرکز ہے''۔ یہ پوری دنیا کو بیدار ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

بیداری امّت اسلامی: بیداری کے مرکز مکہ میں پہنچ کر کوئی بھی انسان اکیلا اورتنہا خود اپنے لئے نہیں سوچتا بلکہ ہرفرد واحد، ہر سماج، ہر ملک اور تمام انسانیت کے لئے اپنے خاموش دل میں تیز دھڑکنیں محسوس کرتا ہے۔خود کو پوری کائنات کے لئے بیدار پاتا ہے۔اس کی یہ بیداری دنیاوی جاہ و جلال،مملکت وسلطنت اور شان وشوکت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اس کاضمیر بیدار ہوتا ہے دنیا وآخرت دونوں جگہوں کے لئے وہ صرف امّت مسلمہ کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے فلاح و بہبود، اتحاد ویکجہتی کی بات کو اپنے وجود میں محسوس کرتا ہے۔ کیوں کہ بیداری کا اصل مقصد اللہ وحدہ لاشریک کے حکم اور انکی منشا میں کھو جانا ہے اس لئے ایک دو نہیں بلکہ ہر سال دس سے بیس لاکھ متوالے اس مرکز میں اکٹھا ہو کر خود کو نئے سرے سے بیدار کرکے ایک ہی آفاقی نظام کے تحت تمام انسانوں کی کامیابی کی تمنا لے کر مست و سرشار نظر آتے ہیں۔ ایک مجنونانہ ''بنا'' سلے سفید لباس میں ایک دوسرے کو دیکھتے تکتے اور نہارتے ہیں۔ ہر ایک کا دل صرف یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ آج لاکھوں کی تعداد میں ہم سب بیدار ہیں صرف خدا کے حکم کے سامنے سربسجود ہیں اسی کے دربار سے ہم اپنی اور اپنے خاندان کی، ملک وقوم کی،سماج وسوسائٹی وانسانیت کی بیداری کے متمنی ہیں۔ اور بس!

انسان کے پیدا کئے جانے کا واحد مقصد جو خدا نے طے کیا تھا ہم اسے حاصل کر لیں۔ ہم اللہ اور اس کے محبوب کے چہیتے بن کر دنیا میں زندگی گزاریں اور لاڈلے بن کر اس دنیا سے جائیں۔ تمام انسانیت کے ''مسیحا'' کی امت کی بہبود کے لئے کام کریں۔

شہر مکہ،کعبہ اور مدینہ میں یہی جذبہ، دل و روح ، لباس۔اقوال اور افعال میں موجزن ہوتا ہے اور یہی امّت کی بیداری ہے کہ وہ خود کو پہچانے ۔اسی کی ذات کے لئے اللہ رب العزت نے پوری کائنات کوتسخیر کر دیا اور ملائکہ کو سربسجود ہونے کا حکم دیا۔ تو لازم تھا کہ اس بیداری کے پیش نظر دنیا میں ایسا مرکز بھی عطا کیا جائے جو مذہبی روحانی اعتبار کے ساتھ ساتھ جغرافیائی اور سائنسی اعتبار

سے بھی اسے مرکزیت حاصل ہو۔ کعبہ اورمکہ کو مرکزیت حاصل کرنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ و حضرت ہاجرہؓ نے دعائیں کیں تھیں۔اور انکی یہ دعائیں قبول بھی ہوئیں۔اسی کے پیشِ نظر حج کا نادر اجتماع بیداری امتِ اسلامی کے لئے ہر سال ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ کی طرف قاری کی توجہ مبذول کرانا چاہیں گے کہ کعبہ یا مکہ کو مرکزیت حاصل کرنے کے لئے قرآن اور احادیث میں کیا دلائل موجود ہیں۔پھر اسکے بعد سائنسی دلائل کے ذریعہ ہم یہ بتانا چاہیں گے کہ کس طرح سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ کعبہ یا مکہ کو دنیا کے اعتبار سے مرکز ی حیثیت حاصل ہے۔جسکی بنا پر ہر گوشہ سے مسلمانوں کو اس زمین پر حج کے موقعہ پر بلا کرانہیں بیدار کیا جاتا ہے۔اس مرکز یت کو وہاں حاضری دینے والے حجاج کرام نے محسوس کیا ہے۔اپنی زندگی میں اتارا ہے اور عملی طور پر اسے محسوس کرنے کے بعد خود کو بدلا ہے ارشاد ربی ہے۔ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۔[1]

''بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور جہان کے لوگوں کے لئے''

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ [2] وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ [3] وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔[4]

اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن۔اور بناؤ ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ اور نماز کی جگہ اور حکم کیا ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہ پاک رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے میرے رب بنا اس کو شہر امن کا اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو میوے جو کوئی ان میں سے ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔فرمایا اور جو کفر کریں اس کو نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دنوں کے لئے پھر اس کو جبراً بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور وہ بری جگہ ہے رہنے کی۔

ہر سال لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور وہاں جاکر ارکان حج پورا کرتے ہیں۔

رَبَّنَا إِنِّی أَسْکَنتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیمُوا الصَّلَاۃَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَۃً مِنْ النَّاسِ تَھْوِی إِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِنْ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُونَ ۔ ۵ ''اے رب میں نے پایا اپنی اولاد کو میدان میں جہاں کھیت نہیں ہے تیرے محترم گھر کے پاس اے رب ہمارے۔ تاکہ قائم رکھیں اپنی نماز کو۔ سو رکھ بعض لوگوں کو کہ دل مائل ہو ان کی طرف اور روزی دے ان کو میووں سے شاید وہ شکر کریں''۔

اللہ رب العزت نے شہر مکہ، اطراف حرم اور کعبہ کو دنیا کا مرکز بنایا اور حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی کہ کعبہ کو پوری دنیا کے اجتماع کی جگہ بنا دے اس شہر کو شہرامن کا مرتبہ حاصل ہو ہر طرح کے پھل اور میوے دستیاب ہوں۔ ان برکتوں کی وجہ سے بھی معجزانہ طور پر پوری دنیا اکٹھا ہوکر خود کو بیدار کرنے کا سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ غالباً اسی بڑے اجتماع کی برکت ہے کہ عصر حاضر کے تمام سوالوں کا جواب دیتے ہوئے خدا کا نام ہر لمحہ فضا میں گونجتا رہتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہر مکہ کی مرکزیت کا اعلان کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے۔

وَکَذَلِکَ أَوْحَیْنَا إِلَیْکَ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَی وَمَنْ حَوْلَھَا وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَارَیْبَ فِیہِ فَرِیقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیقٌ فِی السَّعِیرِ ۶

''اور اسی طرح اتارا ہم نے تجھ پر قرآن عربی زبان میں کہ تو ڈر سنا دے بڑے گاؤں کو (مکہ) اور اس کے آس پاس کو''۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ''بڑا گاؤں'' یعنی مکہ کو خدا نے روز اوّل سے ہی مرکز کا درجہ عطا کر دیا ہے۔ اس بڑے گاؤں ''مکہ'' میں پوری دنیا کے مسلمان جو نیم بیداری کی حالت میں آتے ہیں یہاں سے پوری طرح بیدار ہوکر امّت مسلمہ کا سرمایہ بن کر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچتے ہیں اور ''حج'' کے فلسفہ میں پوشیدہ راز کو بتا کر امّت مسلمہ کو بیدار کرتے ہیں یہی سنّت وطریقہ ہے۔ اسی طریقے پر حجۃ الوداع کے خطبہ میں سرکار دوعالم نے پیغام دیا اور وہیں سے ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب صحابہ کرام پوری بیداری کے ساتھ ساری دنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئے۔ انہیں کی پھیلائی روشنی اور مرکز مقناطیسی، برقی کرنٹ جو حکم الٰہی کا پرتو ہے آج بھی زمین وآسمان میں پھیل رہی ہے عصر قدیم۔ عصر حاضر اور عصر مستقبل، سب کچھ اسی کے نور کا پرتو ہے اور تا قیامت رہے گا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے

وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلاَتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۔ ۷

''یعنی یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی خیر و برکت والی اس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی اور اس لئے نازل کی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ تم بستیوں کے اس مرکز (مکہ) اور اس کے اطرف میں رہنے والوں کو متنبہ کر دو جو آخرت کو مانتے ہیں''

ایک حدیث میں پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

'' (اے مکہ) میں جانتا ہوں کہ اللہ کی اس زمین پر جو سب سے پیاری جگہ ہے اور اللہ کی نگاہ میں بے حد محبوب ہے، اگر تیرے پڑوسی مجھے شہر بدر نہیں کرتے تو میں کبھی تجھ سے جدا نہیں ہوتا۔''

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ

'' اے شہر مکہ تو تمام شہروں میں مجھے اس قدر پیارا ہے کہ اگر میرے قبیلہ کے لوگ مجھے شہر بدر نہ کرتے تو میں تمہارے علاوہ کسی اور جگہ نہیں رہتا۔''

یعنی سرورِ کائنات نے مکہ کو پوری دنیا میں سب سے اہم جگہ قرار دیکر اس کی مرکزیت پر مہر تصدیق ثبت کر دیا ہے۔

قرآن کریم کی مذکورہ وبالا آیات اور احادیث کی بنیاد پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شہر مکہ کو پوری دنیا میں اللہ تبارک تعالیٰ نے مرکزیت عطا کی ہے۔ انسان جب مرکز سے دور ہوتا ہے تو بے چین ہوتا ہے اور مرکز کے قریب آتا ہے تو زیادہ بے چین ہوتا ہے۔ یہی بے چینی وہاں (مکہ) حاضری دینے والے لوگوں کو اس قدر بیدار کر دیتی ہے کہ ہر انسان وہاں آنے والا مست و سرشار ہوکر پکار اٹھتا ہے۔

''اے اللہ میں حاضر ہوں ساری سلطنت تمہاری ہے تمہارے علاوہ کوئی شہنشاہ وحکمراں نہیں ہے'' یہی بیداری افراد سے مل کر پوری قوم و ملک کی بیداری بن جاتی ہے انسان حج کے موقع پر اپنے مذہبی مرکز میں یکجا ہوتا ہے اس لئے ان کے دلوں کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔

مکہ کے مرکز ہونے کے سائنسی ثبوت:۔

۱۹۷۷ء میں ایک سائنسی انکشاف نے سائنس کی دنیا میں ہلچل مچا دی اور یہ ثابت ہو گیا کہ شہر مکہ جغرافیائی سائنس کے اعتبار سے دنیا کا مرکز ہے

مصر کے ایک نامور سائنس داں جناب حسین کمال الدین نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ سائنسداں کی حیثیت سے پوری دنیا کا سفر کرتے رہتے تھے۔بوقت نماز جہاں مسجد نہیں ہوتی تھی وہاں قبلہ رخ کا تعین کرنا ان کے لئے دشوار گذار ہوتا تھا اس لئے انہوں نے سائنسداں کی حیثیت سے غور کرنا شروع کیا کہ کوئی راستہ نکالا جائے جس سے قبلہ رخ کا تعین آسان ہو سکے اس طرح غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے بے شمار مسلم طلباء کو بھی قبلہ رخ کا تعین کرنے میں آسانی ہوگی۔اسی کے پیش نظر ڈاکٹر کمال الدین نے کمپاس وکمپیوٹر اور دنیا کے نئے پرانے نقشوں کو یکجا کیا اور علم ریاضی کے مختلف اصولوں کا استعمال کرتے ہوئے پوری دنیا کی زمین والے حصے کو ریاضی کی مدد سے جغرافیائی شکل میں یکجا کر لیا۔ اس یکجا کی ہوئی زمین یا تمام برّ اعظم والے حصّے کو جوڑ کر جو موجودہ شکل ابھری اسکے پیش نظر کمپاس کے ایک سرے کو خانہ کعبہ پر لگایا اور دوسرے سرے کو مختلف برّ اعظموں کے چاروں طرف گھمانا شروع کیا انہیں یہ دیکھ کر بے حد حیرت ہوئی کہ طول البلد اور ارض البلد کے حدود کو ملا دینے کے بعد تمام برّ اعظموں کا ہر نقطہ اس کی گولائی میں کعبہ شریف سے برابر کی دوری پر نہایت منظّم انداز میں نظر آیا۔انہیں احساس ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کعبہ کو پوری دنیا کا مرکز کیوں مقرّر کیا ہے۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کے ’’مکہ‘‘ زمین کا دل ہے اور سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ’’پوری زمین جتنی برقی لہر پیدا کرتی ہے وہ سب کے سب مکہ کے زیر زمین اکٹھا ہوتی ہے۔‘‘

سائنسدان نے آگے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ کعبہ میں حاضری دینے والے تمام انسان خانہ کعبہ، مسجد حرام کے ستونوں، ان کے درو دیوار، شہر مکہ اور وہاں کی پہاڑیوں کو دیکھ کر اپنے دلوں میں توبہ وندامت کا احساس کرتے ہیں۔یعنی وہ اپنے دل میں زبردست کھنچاؤ محسوس کرتے ہیں جو ان کو بیحد مضطرب اور دیوانہ بنا دیتے ہیں یہ سب کچھ غیر دانستہ طور پر ہوتا ہے

مصری سائنسداں ڈاکٹر حسین کمال الدین نے امریکی سائنسداں کی تحقیق اور کاموں کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ امریکی سائنسداں جو جغرافیہ کا ماہر تھااور پوری دنیا کا خاکہ تیار کر رہا تھا۔ اس نے پرانی اور نئی دنیا کے خاکے کو یکجا کر کے آپس میں ملایا۔ ریاضی۔ کمپیوٹر۔ اور نقشوں کا استعمال کیا تو

جو کچھ اس نے دیکھا اسے نہایت بے چینی کے عالم میں بغیر کسی مذہبی جذبات سے مغلوب ہوئے یہ اعلان کیا کہ

"So, Makkah – by the ordainment of Allah –is the Heart of the Earth and this is from what science shows in the discovery of the scientists that it is the centre of convergence of Radiating Magnetic Currents which is supported by a wondrous phenomenon noted by the one who visits Makkah to perform the Pilgrimage or the lesser Pilgrimage with a repenting Heart. He feels he is instinctively attracted to every thing in it – its Land, Mountains and every Pillar in it so much so that he would have been able to deliquesce into its entity. Entirely coalesced with his heart. This feeling has persisted since the creation of the Earth."

پوری دنیا کے کرنٹ کے اکٹھا ہونے کا مرکز مکہ ہے پھر وہیں سے کرنٹ کی سپلائی پوری دنیا کو ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا سائنسی شہادتوں، قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خانہ کعبہ اور شہر مکہ کو پوری دنیا کا مرکز بنایا ہے۔اسی لئے دنیا کے کونے کونے سے لوگ اس آفاقی اور سائنسی مرکز پر اکٹھا ہوتے ہیں وہاں کے مقامات سے بیداری حاصل کر کے پوری دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

"جس طرح انسان کے پورے جسم کا خون اس کے جسم کے مرکز یعنی دل میں اکٹھا ہوتا ہے اور صاف و شفّاف ہوکر انسان کے پورے جسم کی باریک رگوں اور نسوں کے ذریعہ پھیل کر اسے زندہ، تازہ اور تابندہ رکھتا ہے اسی طرح اللہ کی بنائی ہوئی یہ ,زمین خود کو، زندہ اور متحرک و فعال رکھنے کے لئے ہر لمحہ اپنے مرکزی عمل کے نتیجہ میں بجلی کا کرنٹ اور مقناطیسی قوت پیدا کرتی رہتی ہے یہ تمام پیدا شدہ بجلی کی رو اور مقناطیسی طاقت مکہ کی سرزمین کے مرکز میں یکجا ہوتی ہے۔ اور صاف و شفّاف ہوکر "اپنے سینٹر آف کنورجنس آف ریڈی ایٹنگ میگنیٹک کرنٹ" کے مراحل سے گذر کر واپس پوری دنیا کے کونے کونے۔ گوشے گوشے میں، سمندر، صحرا، پہاڑ، کھیت کھلیان میں باغات، پھل پھول سے ہوکر انہیں زندگی عطا کرتے ہیں۔ جس طرح خدا نے دل کو

مرکز بنایا ہے خون کی سپلائی کے لئے ،اسی طرح مکہ کو بنایا زمین کا مرکز ۔تمام زمینی بجلی اور مقناطیسی قوّت کو دھرتی کی ہرنس میں پھیلا کر اسے تا قیامت زندہ رکھنے کیلئے“۔

خدا نے مکہ کو آفاقی اور روحانی مرکز بنایا ہے اللہ کی وحدانیت کو پوری دنیا اور کائنات میں پھیلانے کے لئے۔ اسی لئے ہر زمانے میں حجاج اپنے دلوں کی ”بیٹریوں‘‘ کو سجا بنا کر صاف کر کے وحدانیت کے جذبہ سے سرشار ہوکر اکٹھا ہوتے ہیں کعبہ میں، حرم میں اور پھر اپنی اپنی آفاقی بیٹریوں کو خدا کے جمال کی بجلی اور مقناطیسی قوت سے پوری طرح چارج کر کے واپس لوٹتے ہیں۔پوری دنیا میں خدائی پیغام کو پھیلانے کے لئے۔عجیب وغریب مماثلت پیدا کی ہے اللہ نے۔مکہ کی سرزمین کو بجلی اور مقناطیسی قوت کا مرکز بنا کر۔ اور پیغام خدا وندی کو پھیلانے کیلئے کعبہ کو مرکز بنا کر۔ایک طرف وہ دنیاوی بجلی پھیلانے کا انتظام کرتا ہے جس سے پوری زمین متحرک اور سرگرداں ہے تمام موجودات کو زندگی دینے کے لئے۔دوسری طرف کعبہ میں حجاج کرام ۔خدائی فرمان کی طاقت کو اپنے دلوں میں سمیٹ کر ،خود کو بیدار کر کے ، سارے ، زمانے کو بیدار کرنے کیلئے ، اپنے اپنے حلقوں میں واپس چلے جاتے ہیں ۔ پھر دوسرا ،تیسرا کھیپ آتا ہے اور قیامت تک بیداری کا یہ نظم حج کے ذریعہ چلتا رہے گا۔ ہر زمانہ بیدار ہوتا رہے گا۔

مذکورہ بالا سائنسی نتائج کو مندرجہ ذیل خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔

۱۔مکّہ پوری دنیا کا جغرافیائی یا سائنسی مرکز ہے

۲۔ مکّہ کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی دل کی دھڑکنیں بڑھ جاتی ہیں

۳۔ وہاں کے در و دیوار۔محراب وستون۔ عمارات وگلیاں۔ پہاڑ اور زمین لوگوں کو بے تاب اور بیچین کر دیتی ہے۔

مذکورہ بالا مدّعوں پر سائنسی اور اسلامی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حجاج کرام نے انہیں باتوں کو محسوس کرکے اپنی اپنی تحریروں میں جو کچھ رقم کیا ہے۔ان میں سے چند کے اقتباسات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتاہوں تا کہ وہ اچھی طرح محسوس و یقین کر لیں کہ جو کچھ عصری سائنس وٹیکنالوجی نے ثابت کیا ہے وہ ہو بہو ان حاجیوں کی تحریر سے بھی ثابت ہے۔

الحاج جناب محمد حفیظ اللہ فرماتے ہیں:

''زائرحرم جب سر زمین مقدس میں سفر کرتا ہے تو وہ وہاں کی ہر چیز کونہایت شوق وتجسس کے ساتھ دیکھتا ہے وہاں کے سماجی، تہذیبی اور ثقافتی منظر نامے پر نگاہ ڈالتا ہے، جغرافیائی خطوط کو دیکھتا ہے، اور سیاسی صورت حال اور اقتصادی حالات پر توجہ کرتا ہے، اور پھر ان سب کو توازن و اعتدال کے ساتھ اپنے حج نامہ میں سمو دیتا ہے اس طرح حج ناموں میں مذکورہ نقوش بھی مناسب طور پر پیوست ہو جاتے ہیں۔''

''اس سفر میں بندہ اپنے رب کے گھر کی عظمت سے بھی آشنا ہوتا ہے وہ اس کی عظمت اور کشش کومحسوس کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح دنیا کے گوشے گوشے سے مختلف رنگ ونسل اور زبان کے بولنے والے کلمہ گو وہاں ایک سیاہ مخملی غلاف والے چوکور گھر کے گرد جمع ہیں، اور اپنی عقیدت اور عبودیت کا والہانہ اظہار کر رہے ہیں اس کا یہ مشاہدہ اس کے قلب و ذہن میں پہلے سے موجود بیت اللہ اور ربّ البیت کی عظمت کو مضاعف کردیتا ہے''

''روضہ مبارک کے دیکھنے سے ہر شخص کو یقینی معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے آں حضرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جس کو ذرا بھی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ سے محبّت ہوتی ہے اس پر وہاں عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔''

الحاج جناب عبد الرّؤف نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کعبہ میں برقی اور مقناطیسی قوّت کی موجودگی کا ذکر کیا ہے

''خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر مصروف تلاوت ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت میں مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی لطیف برقی لہریں میرے جسم و روح میں غیر معمولی ارتعاش پیدا کر رہی ہوں اور مجھے قرآنی آیات کے نئے مطالب سے محظوظ کر رہی ہوں۔ مصنف کے سامنے بیٹھ کر اس لا ثانی تخلیق کا مطالعہ اس قدر پر لطف تھا کہ اسے روایتی زبان میں بیان کرنا محال ہے۔''

بقول جناب حاجی حافظ لدھیانوی۔

''اس میں نہ جانے کون سی مقناطیسی کشش ہے کہ سیاہ پردے میں ملبوس پتھروں کی یہ مربع عمارت لاکھوں انسانوں کی نگاہوں کا مرکز بنی رہتی ہے۔ اردگرد کی عالی شان عمارت کا خیال نہیں رہتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا سارا جمال ،تمام رعنائی و زیبائی، خانہ کعبہ کا جزو بن گئی ہے۔ تمام عالم کو اسی مرکز سے نور و نکہت ، جمال و رعنائی ، دل کشی و زیبائی ، رنگ وحسن کی خیرات ملتی ہے۔یہیں سے نور کی کرنیں چار دانگ ِعالم میں پھیلتی اور زمانے کو منور کرتی ہیں۔آنکھوں کا نور دل کا سرور یہی ہے، اک عمر کی تمناؤں اور آرزوؤں کا حاصل بس کعبتہ اللہ کی زیارت ہے۔ زندگی بھر اس کے تصور کو سامنے رکھ کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہوئے، اب اس کی زیارت سے آنکھوں کی تشنگی اور روح کی پیاس بجھائی''۔

اسی طرح حضرت مولانا مسعودی کا فرمانا ہے۔

''ہماری نگاہیں شہر کی عمارتوں پر تھیں مگر دل جذبات شوق سے معمور، ایک ایک پتّھر اور ایک ایک اینٹ کو شوق اور تجسس کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا''

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی اس طرح رقم طراز ہیں۔

''لیکن عشّاق کا مجمع سر جھکائے نظر بچائے اپنی دھن میں چلا جا رہا ہے ،عشق کی پوری تصویر، دنیا میں مومن کے رہنے کی مکمّل تفسیر، خلوت انجمن کا پورا منظر، دنیا کے بازار میں چلتی پھرتی مسجدیں اور گونجتی ہوئی اذانیں۔ سعی کیا ہے ؟ مومن کی پوری زندگی۔ بھرے بازار پھولوں سے لدے گلزار میں رہنا اور دل نہ لگانا ،مقصد کو پیش نظر رکھنا ، مبداء و منتہٰی کو نہ بھولنا ، اپنے کام سے کام رکھنا ، صفا سے چل کر نہ مروہ کو فراموش کرنا ، نہ مروہ سے چل کر صفا کو بھول جانا ، کہیں نہ اٹکنا ، کہیں نہ الجھنا، پیہم گردش ، مسلسل عمل...''

میرے خیال میں یہی بیداریِ امّتِ اسلامی ہے جو سفرِ حج میں موجزن ہے۔ مولانا نے

آگے تحریر فرمایا ہے

''جدّہ آیا اور گذر گیا، اب شہنشاہ ذو الجلال کا شہر اور اس کا گھر قریب ہے۔ باادب ہوشیار! مدینہ! اگر مرکز جمال تھا تو یہ مرکز جلال ہے، مدینہ کے در و دیوار سے اگر محبوبیت ٹپکتی ہے تو یہاں کے در و دیوار سے عاشقی نمایاں ہے، یہاں عاشقانہ آنے کی ضرورت ہے۔ برہنہ سر، کفن بردوش، پریشان حال، یہی یہاں کے آداب میں سے ہے۔ نظر اٹھایئے مکّہ سامنے نظر آ رہا ہے''

یہ سرزمین عاشقوں سے ہر لمحہ بھری پٹی رہتی ہے۔ ایک لمحہ بھی یہ علاقے خالی نہیں ہوتے ہیں۔ حلانکہ

''محی الدّین ابن عربی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دس سال حرم پاک میں اس انتظار میں رہے کہ انہیں تنہا طواف کا موقع مل جائے۔ دس سال میں صرف ایک مرتبہ ایسا موقع ملا، اور جس حد تک طواف کا تعلّق ہے، ظاہر ہے کہ حرم پاک کو شیخ محی الدّین کے طوافِ تنہائی میں بھی خالی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ یہ ہے حرم پاک کی عظمت، یہ ہے حرم پاک کا مقامِ تکریم و تعظیم......''

حضرت مولانا غلام رسول مہر نے ۱۹۳۰ میں اپنے حج کے تاثر کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

''یہ ہے مرکزیت۔ اسے کہتے ہیں امّت کو ایک مقام سے وابستہ کرنا۔ دنیا کا کون سا مذہب ہے جس نے اپنے پیروؤں کے دل میں مرکز کے ساتھ عقیدت، شیفتگی اور عشق کے ایسے گہرے، عمیق اور کبھی افسردہ نہ ہونے والے جذبات پیدا کیے اور دنیا کا کون سا مقام ہے جس نے گذشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی مدّت میں اتنے بندگانِ خدا کو اپنی طرف کھینچا۔ حجاز ریویرا نہیں، کشمیر نہیں، لوزان جیسی عالمی شہرت یافتہ سیاحت گاہ نہیں کہ لوگ سیر و تفریح کے لئے خود بخود کھنچے چلے آئیں، بلکہ مکہ کا سفر تو ہر اعتبار سے تکالیف و مصائب کا مرقع پیش کرتا ہے۔ گرمی بے پناہ، تمازتِ

آفتاب جسم سوز، پانی کم یاب، سبزی و روئیدگی ناپید، درخت مفقود، جسمانی آسائش و راحت کے سامان بے حد قلیل، لیکن اسلام کے حلقہ بگوش اپنی راحت و آسائش کی زندگیاں چھوڑ کر جماعتوں اور قافلوں کی شکل میں ادھر جا رہے ہیں۔ ہر سمت سے ہر ملک سے جا رہے ہیں۔ مسلمان آج وہ نہیں رہے جو تیرہ سو سال پہلے تھے لیکن حرمین شریفین کے ساتھ ان کا عشق اب تک شباب پر ہے، اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت شباب پر رہے گا۔ ان حقائق کو سامنے رکھ کر اس ذاتِ با برکات کے علومنزلت کا اندازہ کیجئے جو کائنات کے فرزندان توحید کو ''وادی غیر ذی زرع'' کے ساتھ اس طرح دائماً وابستہ کر دینے کا موجب بنی''

جناب حاجی شیخ عبد السلام الدرعی کا بیان ہے:

'' شامیوں کا ایک قافلہ پہلے سے خیمہ زن تھا، ایک دوسرے سے ملے، زبانوں سے پہلے آنکھوں نے ایک دوسرے کو مرحبا کہا، سینوں سے پہلے دلوں نے معانقہ کیا، اور کیوں نہ ہو ہم سب ایک ہی شمع کے پروانے تھے، سب کی منزل ایک، قبلۂ دیدہ و دل ایک، اور اسی جگہ پر ہم سب اکٹھا ہو گئے تھے جہاں نزول رحمت پروردگار سے مٹی آج بھی نرم ہے....''

حضرت مولانا مسعود ندوی کی زبانی مرکز بیداری کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں۔

''ہر طرف احرام کا لباس، امیر و غریب، مصری و ہندی کی تمیز تقریباً معدوم تھی۔ چہرے بشرے سے قومیت اور حیثیت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے، مگر سفید کفنیوں میں دنیا کے ہر خطے کے انسانوں کا ایک جگہ، ایک اللہ کے دربار میں صف بستہ ہونا، معنوی اور روحانی تاثیر رکھتا ہے۔ پراگندگی اور الجھاؤ پر تو اس زلف کا یہ عالم ہے۔ کہیں نیاز اور سلجھاؤ ہو جائے، تو اللہ جانے، تاثیر و کشش کا کیا عالم ہو؟''

دوسری جگہ: مولانا مسعود عالم ندوی نے حج کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے۔

''وہ دیکھو! ایک سیاہ فام سوڈانی تلاوت میں مصروف ہے۔ دوسری

طرف سرخ وتنومند ترک وقار و ادب کے ساتھ کعبہ کی طرف نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ ایک جانب سے مصری فلاحوں کا ریلا آرہا ہے۔ادھر بنگال کے دبلے پتلے لیکن سادہ دل مسلمان اپنے لئے جگہیں بنارہے ہیں۔ دنیا والے بڑی بڑی کوششوں سے کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔ بے پناہ پروپگنڈے کے باوجود کبھی ترکی کا نمائندہ نہیں آتا ، اور کبھی عراق کا، لیکن اس ابراہیمی کانفرنس میں اسی پرانے بلا وے پر دور اور نزدیک سے امیر وغریب ، سیاسی اور ماہر تعلیم ، تاجر اور مزدور سب کے سب کھنچے ہوئے چلے آرہے ہیں، لیکن اس اجتماع سے فائدہ اٹھانے والے کہاں ، ہماری تمام عبادتیں ظاہری رسوم کا مجموعہ ہوکر رہ گئیں ہیں۔ حج بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔''

حضرت مولانا ابوالحسن ندوی دوسری جگہ اپنی تحریر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''مدینہ دعوت اسلامی کا معدن ہے ، اس دعوت کو اس معدن سے اخذ کیجئے اور اپنے ملک کے لئے یہ سوغات لیکر آیئے۔ کھجوریں ، گلاب و پودینہ ، خاک شفا ، محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں مگر اس سرزمین کا اصلی تحفہ اور یہاں کی سب سے بڑی سوغات دعوت اور اسلام کے لئے جدوجہد اور جان دے دینے کا عزم ہے۔ مدینہ ، مسجدِ نبویؐ کے چپہ چپہ ، بقیع شریف کے ذرّہ ذرّہ ، احد کی ہر ہر کنکری سے یہی پیغام حاصل ہوتا ہے، مدینہ آکر کوئی یہ کیسے بھول سکتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد ہی دعوت و جہاد پر پڑی تھی ، یہاں وہی لوگ مکّہ سے آکر آباد ہوئے تھے جن کے لئے مکہ میں سب کچھ تھا مگر دعوت و جہاد کے مواقع نہ تھے''

مشہور خاکہ نگار الحاج محمد ذاکر علی خاں نے نہایت بے باکانہ انداز میں لکھا ہے۔

'' خدا آباد رکھے ، کیا بات ہے اپنے ''میاں'' کی ''اٹریا'' کی۔ ''میاں'' اونچے ''میاں'' کی ''اٹریا'' اونچی اور اونچی بھی کتنی کہ کوہ پیما تو کوہ پیما فلک پیما بھی اس کی بلندیوں کو ناپنے سے قاصر اور قمر نورد اس کی چوٹی کو سر کرنے سے معذور ہیں۔ جلال ایسا کہ عام انسان کجا خود ''میاں''

اپنے چہیتے قدم رکھتے ہی مارے خوف کے رو دیا کرتے اور ماتھے رگڑتے رگڑتے زمین گھس ڈالتے....جمال ایسا کہ دنیا کے گوشے گوشے میں بن دیکھے کڑوڑوں دیوانے صبح و شام اس کے تصوّر میں ہی کبھی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں ،کبھی جھک جاتے ہیں ،کبھی زمین پر ماتھا رکھ کر اپنے مالک کی عظمت و بزرگی کا اعتراف کرتے ہیں...کشش جمال اس درجہ کہ شب و روز پہروں تکا کرتے ہیں ٹکٹکی باندھ کر، کنکھیوں سے ، پلکوں کی آبی چلمن سے حتی کی نماز میں بھی چوری چوری نظریں ڈال لیتے ہیں.... تصرف ایسا کہ اچھے بھلے ہوش مند داخل ہوتے ہی حواس باختہ نظر آتے ہیں اور دیوانہ وار ''اٹریا'' کے آنگن میں دنیا و مافیہا سے بے خبر شیر خوار بچوں سے لے کر بے دانتے بوڑھوں تک اور مسٹنڈوں سے لے کر لولے لنگڑوں تک '' میاں'' کی ملہار گاتے بار بار چکر لگاتے ہیں ،کوئی غلاف پر اس طرح نظریں گاڑے گم سم ہوتا ہے جیسے آنکھوں میں کاجل بھر رہا ہو، کوئی دامن کعبہ کو اس طرح لپٹتا ہے جیسے معصوم بچّے اپنے ماں باپ کا کُرتا تھام کر سب کچھ منوا لیتے ہیں''۔

''میاں' تمہاری 'اٹریا' تو 'اٹریا' ہے مگر اس کُیّا کا بھی جواب نہیں۔ ہزار سال سے لا تعداد پیاسے سیراب ہو رہے ہیں ، ساری عمر کی تشنگیاں دور ہو رہی ہیں روحانی بیماریوں سے ہی نہیں جسمانی کلفتوں سے بھی نجات حاصل کر رہے ہیں ، خود پی کر تھک جاتے ہیں تو کنستر اور ڈرم بھرنا شروع کر دیتے ہیں اور جب اس سے فراغت پاتے ہیں تو کفن بھگونے لگتے ہیں ،لیکن اس لوٹ بلا اجازت کے باوجود پانی جوں کا توں جاری ہے۔یہی نہیں اس کا مزہ بھی برقرار ہے اور تاثیر بھی قائم ہے۔ اگر بھوک میں پی لو تو پیٹ بھر جاتا ہے، بیماری کا نام لے لو تو وہ رفو چکر، پھر خوب پی کر رزق کی دعائیں کرو اور چاق و چوبند ہوکر رحمت بٹورنے میں لگ جاوَ۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں لگاوَ۔اس کی بڑائی کے نغمے گنگناوَ، کسی کی نہ سنو اپنی سناوَ''

خلاصہ

قرآن و حدیث کی روشنی میں اور سائنسی تحقیقات کی بنیاد پر یہ ثابت ہے کہ کعبہ، مکہ کو پوری دنیا کی مرکزیت حاصل ہے۔ وہاں پہنچنے والا ہر انسان خود کو بے چین اور بے قرار پاتا ہے۔ وہاں کی گلیاں، پہاڑ، سڑکیں، عمارتیں اور مکہ کا پورا وجود دل میں ایک برقی و مقناطیسی لہر پیدا کرکے زائرین کو یقین دلا دیتا ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حجّاج حاضر ہوکر جلالِ خدا وندی سے خود کو ''چارج'' کرتے ہیں، بیدار کرتے ہیں۔ اور پوری دنیا میں پھیل کر اللہ کی وحدانیت اور رسالت مآب کے پیغام کو ہر گوشہ میں پھیلاتے ہیں یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ پوری زمین کی برقی ومقناطیسی رو یکجا ہوکر۔ صاف وشفّاف بن کر واپس اس ''دھرتی'' کی نس نس میں دوڑ کر اسے زندگی عطا کرتی رہے گی جس طرح کہ اللہ کا پیغام اس مرکز سے روح وجان کی طرح نشر ہوکر ساری کائنات کو وحدانیت کے ایک ہی دھاگہ میں موتی کی طرح پروکر انسان کو بیدار کرتا رہتا ہے۔ یہی حج کا مقصد ہے۔ یہی کعبہ و مکہ کی مرکزیت کا راز ہے۔ یہی امّتِ مسلمہ کی بیداری ہے۔ انہیں پیغام کو عملی شکل دینے اور امّتِ مسلمہ کو بیدار، مضبوط اور مستحکم کرنے، پوری دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ بنا کر۔ خدائی آفاقی نظام کا بول بالا قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ امامِ انقلابِ اسلامی جمہوریِ ایران حضرت آیت اللہ خمینیؒ نے۔خداوند عالم ان کے خواب کو پورا کرتے ہوئے امت اسلامیہ عالم کو مثالی اسلامی بیداری ہے مالامال اور انکی قبر کو نور سے بھر دے۔آمین!

آیئے ہم سب ملکر اسلامی خواب کی تعبیر بنیں۔

حوالہ جات:

۱۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۶

۲۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۵

۳۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۶

۴۔سورہ بقرہ، آیت ۱۲۷

۵۔سورۂ ابراہیم، آیت ۳۷

۶۔سورۂ شوریٰ، آیت ۷

۷۔سورۂ انعام، آیت ۷

حج ، اسلامی بیداری اور امام خمینیؒ

مولانا شہوار حسین نقوی

امت مسلمہ کی اسلامی بیداری اور باہمی قرابت و آشنائی کا بہترین ذریعہ حج ہے۔اس روح پرور موقع پر مسلمانان عالم ایک مرکز پر جمع ہوکر رنگ قومیت اورنسل کے علاقائی امتیازات کو برطرف کرکے انسانوں کے لئے تعمیر کیے گئے ''بیت اوّل'' کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔اور اسلامی قدروں کوملحوظ رکھتے ہوئے اختلافات ،مجادلات اور آرائش کوترک کرکے اسلامی اخوت کا یادگار مظاہرہ کرتے ہوئے امت محمدی کی ،(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے کی ایک چھوٹی سی تصویر پیش کرتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ حج کومحدود مقاصد میں محصور کرنا نا انصافی ہے کیونکہ حج اپنے دامن میں وسیع وعریض اسباب وعلل رکھتا ہے۔ اسکا مقصد صرف خانۂ کعبہ کی زیارت ،یا صفا ومروہ کی سعی یا حجر اسود کو بوسہ دینا نہیں اور اگر ان شعائر کی زیارت کرانا مقصود ہوتا تو کبھی خداوند عالم انسانوں کو ساری دنیا سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے نہ بلاتا مگر حکم کی شدت اور تا قیامت باقی رہنا کسی دوسرے مقصد کی نشاندہی کرتا ہے۔اور وہ مقصد ہے اس عالمی و روحانی اجتماع سے ''اسلامی بیداری'' پیدا کرنا۔ جب ہم مناسک حج کے سلسلے میں غور وفکر کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ حج کا ہرعمل اسلامی شعور بیدار کرنے اور ذہن انسانی کو جھنجھوڑنے کیلئے کافی ہے۔ حاجی جب لبّیک اللّٰھم لبّیک کی صدا بلند کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے تمام جھوٹے معبودوں کا انکارکرکے اورتمام سرکش طاغوتوں کی نفی کرکے خدائے وحدہٗ لا شریک کی وحدانیت اور اس کی طاقت و قوت کا اظہار کیا ہے۔کیونکہ تلبیہ سے انسان کے اندر توحیدی فکر بیدار ہوتی ہے اور اسکی ذات میں وحدانیت کا جلوہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

اسکے بعد خانہ کعبہ کا طواف جوعشق کی علامت ہے غیر خدا کی محبت کو دل سے نکال دینے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو لطف عشق حقیقی میں ہے عشق مجازی میں کہاں لہٰذا انسان عشق حقیقی کی وادی میں قدم رکھکر اس منزل پر پہونچ جاتا ہے جہاں صرف عاشق و

معشوق ہی نظر آتے ہیں۔

حجر اسود کو مس کرنا گویا بندہ کا اپنے معبود سے بیعت کرنا ہے۔کیسی بیعت ؟ یعنی وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ اے معبود میں تیرے علاوہ کسی کی بندگی نہیں کروں گا میری پیشانی صرف تیری ذات سے مخصوص ہے مجھ پر صرف تیری حکمرانی ہوگی یہ اعضاء وجوارح تجھ سے مخصوص ہیں۔یعنی انسان کے اندر اتنی بیداری پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بیعت کرکے اعلان کر دیتا ہے لائق عبادت صرف ذات الٰہی ہے۔

کوہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے وقت صدق وصفا کے ساتھ محبوب کو تلاش کرنے کی سعی و جستجو رہتی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کو پالینے کے بعد دنیاومافیہا کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ اور دنیا اور اسکی رسومات سے کٹ کر محبوب کا ہو جاتا ہے۔دنیا کی طرف سے رغبت ختم ہو کر اس کی ساری توجہ خالق حقیقی کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے۔

شعور وعرفان کی حالت میں مشعر الحرام اور عرفات میں داخل ہوکر اللہ کے وعدوں کے سلسلہ میں اطمینان قلب پیدا ہوتا ہے اور اطمینان وسکون کے ساتھ اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کرکے معرفت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ اور جب انسان میدان منیٰ میں پہونچتا ہے تو اسکے اندر ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں مال و دولت،عزت و حرمت،حکومت و اقتدار اور خواہشات یہاں تک کہ جان بھی قربان کرنی پڑ جائے تو انسان کو دریغ نہیں کرنا چاہیے۔اگر اسماعیلؑ جیسا مقدس بیٹا بھی قربان کرنا پڑ جائے تو اسلام کی راہ میں ہنسی خوشی قربان کر دینا چاہیے اور جب انسان کے اندر جذبہ قربانی بیدار ہوتا ہے تو وہ محبوب الٰہی کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے کیونکہ قربانی ہی اللہ سے قرب کا معتبر ذریعہ ہے۔

منیٰ ہی ایسا مقام ہے جہاں انسان شیطانوں کو رجیم کرکے اورانکو کنکریاں مارکر اظہار بیزاری کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ میں خدا کا بندہ ہوں شیطان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔رجم شیطان کو مختلف مواقع پر اللہ کے احکامات کے مطابق انجام دیتا ہے تا کہ شیطان اور شیطان زادے ہمیشہ اس سے دور رہیں ۔

افسوس صد افسوس کہ امت مسلمہ نے ابھی تک حج کا حقیقی فلسفہ نہیں سمجھا اور یہ عبادت اپنی تمام عظمت وجلالت کے باوجود ابھی تک ایک خشک اور لاحاصل صورت میں باقی ہے۔جبکہ علماء اسلام

کو غور وفکر کر کے اسکی حقیقت کا سراغ لگانا چاہیئے تھا اور دنیا کے سامنے اسکے اسرار ورموز کا انکشاف کرنا چاہیئے تھا مگر بس اتنا کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ صرف عبادت ہے خاموشی سے اسے انجام دے کر اپنے وطن واپس چلے جاؤ آپ ہی بتائیں کہ کیا حج صرف زیارتی سفر کا نام ہے؟ نہیں ہرگز نہیں حضرت امام خمینیؒ نے امت مسلمہ کو حج کی غرض و غایت کے سلسلے میں بارہا سمجھایا اور بتایا کہ حج کا مقصد ''اسلامی بیداری'' پیدا کرنا ہے۔جب تک انسان میں اسلامی شعور پیدا نہیں ہوگا اسکا حج قابل قبول نہیں ہوگا۔

امام خمینیؒ نے حج کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا

''مسلمانوں کی عظیم ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس حقیقت کا سراغ لگائیں کہ حج کیا ہے؟ اور آخر ہم کیوں ہمیشہ کیلئے اپنے مادی و روحانی وسائل کا ایک حصہ اس کے انعقاد پر خرچ کریں؟ خود غرض تجزیہ نگاروں اور استعماری نمک خواروں نے جس چیز کو فلسفہ حج کے عنوان سے اب تک پیش کیا وہ یہ ہے کہ حج ایک اجتماعی عبادت ہے اور زیارتی و سیاحتی سفر ہے''۔حج کا اس سے کیا تعلق کہ کیسے زندگی گزاریں کیسے جہاد کریں' کس طرح سرمایہ داری اور کمیونزم کا مقابلہ کریں،کس طرح ظالموں سے مظلوموں کا حق لیا جائے۔ مسلمانوں پر جسمانی و روحانی سختیوں کا حل کس طرح تلاش کیا جائے، بلکہ حج فقط ایک سفر ہے تا کہ مکہ اور مدینہ کا دیدار کیا جائے''۔

امام خمینیؒ نے اسطرح اسلام دشمن طاقتوں نے جو فلسفہ حج بیان کیا ہے اس سے دنیا کو روشناس کرایا اور فرمایا خبردار یہ حج کا فلسفہ نہیں ہے یہ دشمن کی سازش ہے جو امت کو گمراہ کرنے کے لئے ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

''حج کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس گھر کے مالک سے متصل ہو اور اسکا قرب حاصل کرے۔حج فقط حرکات، اعمال اور الفاظ کے مجموعہ کا نام نہیں ،خالی کلام کرنے ،لفظ بولنے اور حرکت کرنے

سے انسان خدا تک نہیں پہونچ سکتا ۔حج معارف اسلامی کا ایک ایسا مرکز ہے جہاں سے زندگی کے تمام پہلوؤں اورزاویوں سے اسلامی سیاست کی حقیقت تلاش کی جانی چاہیئے ،حج ایک ایسے معاشرے کا پیغام دیتا ہے جو مادی و روحانی برائیوں سے دور ہو۔ حج ایک انسان اور دنیا میں ایک ترقی یافتہ معاشرے کی عشق آفرین زندگی کے تمام مناظر کی تجلی اور تکرار کا نام ہے۔ اعمال حج، اعمال زندگی ہی ہیں انکا مقصد یہ ہے کہ امت اسلامی قوم و نسل کے حصار سے نکل کر ابراہیمی ہو جائے اور امت محمدی میں داخل ہوکر ''یدواحدۃ'' یعنی ایک ہو جائے حج اسی الٰہی زندگی کی تنظیم وتشکیل کی تدبیر ہے۔''[۱]

یہ حقیقت ہے کہ جس فلسفیانہ اور محققانہ انداز سے حضرت امام خمینیؒ نے مقصد حج کی وضاحت فرمائی ہے شاید ہی کسی مفکر و دانشور نے اسکی طرف توجہ کی ہو، لہٰذا اس بیان کے تناظر میں پوری امت مسلمہ کو چاہیئے کہ ظالم وسرکش اسلام دشمن طاقتوں کا انکار کریں اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ پرچم توحید بلند کرکے اسلامی بیداری کا ثبوت دیں اور یہی مقصد حج ہے۔

حوالے:

۱۔ حج ایک اجتماعی وسیاسی عبادت ،ص، ۲۵

اسلامی یکجہتی تشکیل میں حج کی اہمیت وکردار

حجۃ الاسلام والمسلمین سید علی قاضی عسکر

مترجم: مہدی باقر

اللہ تعالی نے انسانوں کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور ان میں مختلف قبائل اور اقوام قرار دئے تا کہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔[1] اور اسی شناخت کے راستے سے وہ ایک دوسرے کے قریب آ سکیں اور خلاف بشریت وغیر انسانی معیارات جیسے نسل پرستی، خود پسندی وغیرہ سے پرہیز کریں نیز امن و آشتی کے ساتھ مل جل کر زندگی گزاریں اور صرف تقویٰ جو کہ ایک معنوی خصوصیت اور اکلوتا معیار برتری ہے، اختیار کریں۔

ایک دوسرے کو پہچاننا، دلی اور فکری سے نزدیکی کا مقدمہ ہے، یہی راستہ انسان کو منزل اتحاد تک پہونچاتا ہے، یہی وہ مقصد ہے جو دین اسلام کے اکثر قوانین بالخصوص فریضۂ حج میں دکھائی دیتا ہے۔

ہشام بن حکم جو امام صادقؑ کے دانشور اور مومن صحابیوں میں سے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے امام عالی مقام سے فلسفۂ حج اور طواف کعبہ سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

فقال: ان اللّٰہ خلق الخلق الیٰ ان قال و امرھم بما یکون من امر الطاعۃ فی الدین و مصلحتھم من امر دنیاھم فجعل فیہ الاجتماع من الشرق و الغرب لیتعارفوا و لینزع کل قوم من التجارات من بلد الیٰ بلد و لینتفع بذلک المکاری و الجمّال و لتعرف آثار رسول اللّٰہ و تعرف اخبارہ و یذکر و لا ینسی

بیشک خدا ہی ساری مخلوقات کا خالق ہے اور اسی نے انسانوں پر ان کے دنیوی اور اخروی کے مصالح کی بنیاد پر آحکام فرض کیے ہیں۔ ان ہی مصالح میں سے ایک مشرق ومغرب سے مسلمانوں کے عظیم اجتماع کا اہتمام بھی ہے (جو فریضۂ حج کے عنوان سے بیت اللہ میں حدود میں انجام پاتا ہے) یہ اجتماع ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے معاون ہے تاہم اس کے ذریعے ایک دوسرے کے مسائل و مشکلات سے بھی واقفیت ہوتی ہے، اس کے علاوہ انہیں اس موقع پر پیغمبر اکرمؐ

کے ارشادات وفرامین سے بہتر انداز میں آشنائی میسر آتی ہے تا کہ وہ اسے ہمیشہ اپنی زندگی میں زندہ رکھیں اور گوشۂ فراموشی کے سپرد نہ کریں۔

یہ عظیم تفکر، امت مسلمہ کے اتحاد کا پیش خیمہ ہے اور اسے نظرانداز کرنے کے نتائج انتہائی خطرناک اور تخریبی ثابت ہوسکتے ہیں، امام صادقؑ نے اسی حدیث کے اختتام میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے:

و لو کان کل قوم انّما یتکلون علی بلادھم و ما فیھا ھلکوا و خربت البلاد و سقط الجلب و الارباح و عمیت الاخبار[۲]

اگر دنیا بھر کے اقوام وملل نے اپنے شہر اور اس کی ظرفیتوں ہی پر اکتفا کی ہوتی ترقی نہ کر پاتے، مٹ گئے ہوتے، شہر کھنڈر ہی رہ جاتے، اشیاء لازم کے نفع و نقصان سمجھ میں نہ آتے، لوگ ایک دوسرے سے بے خبر رہ جاتے۔

امیرالمومنین حضرت علیؑ حج کو پرچم دار اسلام جانتے تھے جس میں دنیا کے تمام گوشہ و کنار کے مسلمان پناہ لیتے تھے[۳] یہ وہ جگہ ہے جہاں اسلام کے مشکلات کا حل ڈھونڈا جاسکتا ہے اور یہ حاجیوں کے لئے انتہائی مفید اور منفعت بخش ہے اسی طرح دوسرے وہ لوگ کہ جو اس سرزمین سے مشرف نہیں ہوئے ہیں ان کے لئے مفید ہے۔

امام رضا نے فرمایا:

و منفعة من فی المشرق و من المغرب و فی البرّ و البحر و ممّن یحج و ممن لایحجّ[۴]

خانۂ خدا جمع ہونے والے اور اس میں پناہ لینے والے اس عظیم مقصد کے پیش نظر اپنی ثقافتی شناخت کو کھوئے بغیر بہت سے مسائل میں متحد و یک رنگ نظر آتے ہیں اور یہی ان کی قوم و ملت کے لئے ان کی طرف سے عظیم تحفہ ہے۔

بیت اللہ میں جمع ہونے والوں کے مشترکات

دنیا بھر سے جمع ہونے والے حجاج کرام کے مابین غیر معمولی اشتراک پایا جاتا ہے، ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱۔وحدت خداوندی پر اعتقاد، سب اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اسی نیت کے ساتھ خانہ کعبہ میں جمع ہوتے ہیں (انّ ھذِہِ امّتکم امّةً وّاحِدہ وانا ربّکم فاعبدون)۵

۲۔رسول اللہؐ کی نبوت پر اعتقاد اور ان کی سنت پر یقین

۳۔قیامت پر ایمان

۴۔قرآن کریم پر ایمان

۵۔فقہی مشترکات

۶۔ تمام بنیادی مسائل کے دیگر مشترکات

مقام اجتماع کی خصوصیات:

مذکورہ بالا مشترکات کے علاوہ کعبہ اور مکہ مکرمہ دوسری بہت سی خصوصیات کا حامل ہے جس سے اتحاد و یکجہتی کے اسباب فراہم ہوتے ہیں، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سلامتی

حضرت ابراہیمؑ کی دعائے (ربِّ اجعل ھذا بلداً اٰمِنا)۶ اور اجابت حضرت حق کے طفیل شہر مکہ عالم اسلام کے لئے بالعموم قیام امن ہے۔

جو بھی اس شہر میں حج کے ارادے سے وارد ہوتا ہے ایک انتہائی محفوظ مقام پر ہوتا ہے۔
(فِیہِ آیات بیِّنات مقام براھِیم ومن دخلہ کان اٰمِنا)۷

اس میں واضح نشانیاں ہیں جیسے مقام ابراہیمؑ ، پس جو بھی اس میں داخل ہوا گویا مقام امن میں ہے۔ یہ اس حد تک محفوظ ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

اگر کسی نے کسی کا قتل کر دیا ہے یا کوئی دوسرا گناہ کیا ہے اور اسی کے بعد اس نے حرم میں پناہ لے لی تو وہ محفوظ ہے، اس سے اتنی دیر قصاص نہ لیا جائے اسے گرفتار نہ کیا جائے اور اسے اذیتیں نہ دی جائیں۔۸

قابل ذکر بات یہ ہے حرم کا با امن ہونا محض انسانوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ چرند، پرند و حیوانات بھی اس میں محفوظ رہتے ہیں، عبداللہ ابن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام صادقؑ سے آیہ (ومن دخلہ کان اٰمِنا) کے بارے پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

من دخل الحرم من النّاس مستجیراً بہ فھو آمن من سخط اللّٰہ و من دخلہ من

الوحش و الطیر کان آمنا من ان یھاج و یوذی حتی یخرج من الحرم ۹

اگر کسی نے لوگوں سے فرار کرکے حرم میں پناہ لے لی وہ خشم الٰہی سے محفوظ ہے اور وہ ہر جانور یا پرندہ جو داخل حرم آ جائے وہ تمام اذیتوں سے محفوظ ہے حب تک کہ وہ حرم سے خارج نہ ہوجائے۔

یہ امنیت وسلامتی پائداری واستقلال کی حامل ہے اور کسی بھی زمانہ میں اس کو نقصان نہیں پہونچنا چاہئے، رسول خداؐ نے فتح مکہ کے دن لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:جب اللہ نے زمین وآسمان خلق کیا، مکہ کو حرم قرار دیا اور قیامت تک کے لئے یہ محترم ہے اور کسی کو بھی نہ مجھ سے پہلے اور نہ ہی میرے بعد یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کے احترام کو پامال کرے، یہاں تک کہ میرے لئے ایک دن میں ایک گھنٹے سے زیادہ روانہیں رکھا گیا ہے۔ ۱۰

۲۔ اسلحہ لے جانے کی ممانعت

مکہ وحرم کو اسلحوں سے مبرا علاقہ قرار دیا گیا ہے تاکہ اس کی امنیت مکمل طور سے متحقق ہوسکے۔امام علیؑ نے فرمایا:

لاتخرجوا بالسّیوف الحرم ولا یصل احدکم وبین یدیه سیف، فانّ القبلة أمن ۱۱

تلواروں کے ساتھ حرم کی طرف مت جاؤ اور حالت نماز میں تلواریں اپنے سامنے نہ رکھو کیونکہ کعبہ، قبلہ امن ہے۔

۳۔ ماحولیات کا تحفظ

حدود بیت اللہ میں پیڑ پودوں کا اکھاڑنا، حیوانات کا شکار کرنا منع ہے رسولؐ اللہ نے فتح مکہ کے روز فرمایا:انّ ھذا البلد حرمه اللّٰه یوم خلق السمٰوات والارض، فھوحرام بحرم اللّٰه یوم القیام، وانّه لم یحل القتال فیه لاحد قبلی ، ولم یحل لی الاّ ساعه من نھار، فھو حرام بحرمة اللّٰه یوم القیامه ، لایعضد شوکه ، ولا ینفر صید ۱۲

یہ وہ شہر ہے کہ جب اللہ نے زمین، وآسمان کو خلق کیا تو اسے حرمت بخشی اور یہ حرمت تا روز قیامت باقی رہنے والی ہے، نہ اس کا کانٹا اٹھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی جانور کو بھگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ مالی تحفظ

اگر حدودبیت اللہ میں کسی کا کوئی سامان ملے تو کوئی اسے اٹھانے کا حق نہیں رکھتا ہے

۔پیغمبرؐ نے فرمایا: (و لا یلتقط لتقط الا من عرفها) کوئی سامان اگر حدود حرم میں ملے تو کسی کو حق نہیں کہ اسے اٹھائے البتہ اعلان کرنے کی غرض سے ایسا کیا جاسکتا ہے تاکہ اس کا مالک مل جائے۔

۵۔اخلاقی تحفظ

حدود بیت اللہ کے دیگر مصادیق احترام میں جھگڑا کرنے، قسم کھانے اور خلق خدا کی آبرو اچھالنے سے پرہیز جیسی چیزیں شامل ہیں۔

قرآن کریم میں خداوند قدوس اس سلسلے میں ق ارشاد فرماتا ہے:

فلا رفث ولا فسوق و لا جِدال فِی الحجِ [۱۳]

احرام کی حالت میں قربت جنسی، جھوٹ بولنا، بیجا بحث اور جھگڑا جائز نہیں ہے۔

٦۔ روحی تحفظ

سماعہ بن مہران کہتے ہیں:

میں نے امام صادقؑ سے پوچھا ایک آدمی میرا مقروض ہے، پچھلے کچھ دنوں سے میں اس کی تلاش میں تھا مگر وہ نہیں ملتا تھا، آج میں نے اسے مسجد الحرام میں دیکھا، وہ طواف کررہا تھا کیا میں اس سے اپنا مطالبہ کرلوں؟ امامؑ نے فرمایا: نہیں، اسے سلام مت کرنا، اسے شرمندہ مت کرنا، یہاں تک کہ وہ حرم سے باہر آجائے۔ [۱۴]

مذکورہ خصوصیات حرم الٰہی کو مذاکرے، تبادل نظریات اور اہم فیصلوں کے لئے جہان اسلام کو آمادہ کرتی ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اللہ نے اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری متقیوں کے سپرد کر رکھی ہے تاکہ تمام خصوصیات کو بروئے کار لاتے ہوئے اس سے ہدف اصلی یعنی اتحاد کے لئے استفادہ کیا جاسکے۔

وَمَا كَانُوا أَوْلِيَائَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلاَّ الْمُتَّقُونَ [۱۵]

وہ اس کے متولی نہیں ہیں، بیشک متقیوں کے علاوہ کوئی اس کا متولی نہیں ہوسکتا۔

مقاصد کے حصول کے راستے

ہمیشہ اہم مقاصد کے حصول کے لئے مختلف محوروں کی یا ایک محور کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح سے کہ لوگ اس کی مرکزیت کی رعایت کریں اور متحد نظر آئیں۔

قرآن کریم نے اس محور کو حبل اللہ سے تعبیر کیا ہے)واعتصِموا بِحبلِ اللّٰهِ جمِیعاً وّلا تفرّقوا

واذکروا نِعمت اللّٰہِ علیکم اِذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبِکم فاصبحتم بِنِعمتِہٖ اِخوانا۔ ۱۶؎

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو اور اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں محبتوں کو قرار دیا اور تم اس نعمت کے نتیجے میں ایک دوسرے کے بھائی ہو گئے۔

قرآن کریم کے علاوہ سنت رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ بھی وحدت مسلمین کے اہم محور ہیں چنانچہ حج کے زمانے میں بالخصوص ان امکانات کا صحیح فائدہ اٹھایا جانا چاہئے۔

شیعی تاریخی تمدن ایسے امور سے پر ہے جہاں کے رہبروں نے ان مسائل کی طرف خصوصی توجہ کی ہے تاکہ ان کے چاہنے والوں کے لئے عالم اسلام کے ساتھ اتحاد و بھائی چارہ آسان قرار دیا جا سکے، ان میں سے بعض کا سر دست ذکر کیا جا رہا ہے:

۱۔ لوگوں کا قرآن کریم سے متمسک رہنے کی فکر کرنا

واعتصِموا بِحبلِ اللّٰہِ جمِیعاً وّلا تفرّقوا۔ ۱۷؎

فاذا ثبت علیکم الفتن کقطع الّلیل المظلم فعلیکم بالقرآن ۱۸؎

جب فتنہ تم پر رات کی اندھیاریوں کی طرح ٹوٹ پڑے تو تم پر تمسک قرآن لازم ہے۔

۲۔ سنت رسول کی پیروی

وما آتاکم الرّسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا ۱۹؎

رسولؐ جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

۳۔ آل رسولؐ سے تمسک

رسولؐ نے فرمایا:

انّی مخلف فیکم الثّقلین، مان تمسّکتم بما لن تضلّوا ولن تزلو، تاب اللّٰہ، وعترتی اھل بیتی

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں یعنی کتاب اللہ اور میری عترت سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہو سکتے۔

۱۔ کتاب خدا (قرآن کریم)

ما ان تمسّکتم بہ لن تضلّوا من بعدی

۲۔ میری عترت، جب تک تم ان دونوں سے متمسّک رہو گے گمراہ نہیں ہو سکتے۔

۴۔ ایک دوسرے کے حقوق اور دینی و اسلامی اخوت و برادری کی رعایت

رسول اکرمؐ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مہاجرین و انصار میں اخوت برقرار کی اور ہمیشہ فرماتے تھے:

المسلم اخوا المسلم لا یظلمه و لا یسلمه ۲۰

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ ہی ظلم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔

امام صادقؑ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

المسلم اخ المسلم هو عینه و مراقه و دلیله لایخونه و لایخدعه و لایظلمه و لایکذبه و لایغتابه

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ ایک دوسرے کی آنکھ، آئینہ اور راہنما ہیں ، وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہیں کرتے، دھوکہ نہیں دیتے، ظلم نہیں کرتے، جھوٹ نہیں بولتے اور غیبت نہیں کرتے۔

۵۔ تہذیب کی رعایت اور بدکاری سے پرہیز

کونوا لنا زیناو لاتکونوا علینا شیناقولوا للنّاس حسنا و احفظوا السنتکم و کفوها عن الفصول وقبیح القول ۔ ۲۱

ہمارے لئے زینت کا سبب بنو، شرمندگی کا باعث نہیں، لوگوں سے مودب انداز میں بات کرو اپنی زبان کی حفاظت کرو، زیادہ بولنے اور بدکلامی سے پرہیز کرو۔

امیرالمومنین حضرت علیؑ نے تاکید کی ہے کہ جان لو اکثر اختلافات اور جھگڑے صرف ایک بات سے شروع ہوئے ہیں، چنانچہ مومنوں کو چاہئے کہ متانت کے ساتھ بات کریں، دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہیں۔

امام علیؑ نے فرمایا:

ربّ حرب حیث من لفظه ۲۲ بہت سی جنگیں ایک لفظ سے شروع ہوئی ہیں۔

۶۔ -حسد سے پرہیز

حسد ہمیشہ اتحاد کی راہ میں مانع ہوتا ہے اور امام صادقؑ کے قول کے مطابق حسد انسان سے دلی سکون و اطمینان چھین لیتا ہے اور دشمنی کا سبب بنتا ہے اور معاشرہ میں نفاق کا باعث بنتا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا: ايّاكم والخصومه فانّهاتشتغل القلب و تورث النّفاق و تكسب الضغائن

۷۔ایک دوسرے کے مقدسات کا احترام

یہ وہ موضوع ہے جس کی ہمیشہ رعایت کرنا چاہئے۔ امام علیؑ نے معاویہ کے سامنے اپنے چاہنے والوں سے فرمایا:

اكره لكم ان تكونوا سبابين قابل نفرین یہ بات ہے کہ تم میں سے کوئی بدکلام ہو۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں مشرکین کو گالی دینے سے منع کیا ہے۔

و لا تسبّوا الّذِين يدعون مِن دونِ اللّٰهِ فيسبّوا اللّٰه عدواً بِغيرِ عِلم ۲۳؎

جو اللہ کو نہیں مانتے اور غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں انہیں بھی گالی نہ دو، ہوسکتا ہے وہ لاعلمی کی بنیاد پر خدا کے تئیں بدکلامی کرے۔

۸۔ -واقعیتوں کو قبول کرنا

اتحاد کے لئے مذاکروں حقیقت پسندانہ رویہ ہونا چاہئے اس لئے کہ دوسری صورت میں اتحاد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

امام علیؑ نے فرمایا:

من كان غرضه الباطل لم يدرك الحق و لو كان اشهر من الشمس ۲۴؎

جس کا مقصد ہی باطل ہو، چاہے حق کتنا ہی واضح یا روشن ہو وہ اسے درک نہیں کرسکتا۔

خلاصہ

حج، حرم اور مکہ مکرمہ کے خصوصیات مسلمانوں کے جمع غفیر کو قرآن وسنت رسولؐ اور آل رسولؐ کی محوریت کے ساتھ متحد کرسکتا ہے، صحیح پروگرام اور اچھی تعلیمات سے مسلمان حاجیوں کو جہالت وتعصب کے امراض سے نجات دلاتے ہوئے اسلامی معاشرہ کو اتحاد اور عزت وسربلندی سے سرفراز کیا جاسکتا ہے۔

اتحاد حج بیت اللہ کے منجملہ برکات میں سے ایک ہے، بہترین پروگراموں کے ذریعے حاجیوں کو دنیا بھر سے بلاکر مزید مہذب و با اخلاق بنایا جاسکتا ہے نیز فلسفۂ حج سے آشنا کرا کے دنیا کو بہت بڑے بدلاؤ کی طرف موڑا جاسکتا ہے، ایک مستقل سیاست اور اسلامی ممالک کے ذخائر سے اقتصادی بہرہ مندی کے ذریعے" الاسلام يعلو و لا يعلىٰ عليها و انتم الاعلون ان كنتم مومنين"

کا مصداق تلاش کیا جاسکتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ابھی تک اس سے کماحقہ استفادہ نہیں کیا گیا ہے علاوہ ازین ہمیشہ اسلامی خزانوں سے استفادہ کرتے ہوئے اس بات کی پوری کوشش کی جاتی ہے کہ تفرقہ اور اختلاف کو بڑھاوا دیا جائے تاکہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا جاسکے، یہ ایسے میں ہورہا ہے کہ جب دین اسلام میں مسلمانوں کو کافر کہنے کی سخت نفی کی گئی ہے اور یہ سنت نبویؐ کے خلاف ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا:

من کفر مومنا صار کافراً اگر کوئی کسی مومن کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

ایّما امر قال لاخیه کافرا لّا احدهما کوئی اپنے کسی بھائی کو کافر خطاب نہ کرے مگر یہ کہ ان دونوں میں سے ایک کافر ہے۔

اکثر مذاہب کے علماء اس فکر کے مخالف ہیں لیکن اس زمانے میں یہ فکر ایک بڑے خطرے میں تبدیل ہوگئی ہے اور آج ان کے ہاتھوں دنیا بھر میں ہزاروں بے گناہ مرد، عورت اور بچے مارے جارہے ہیں۔ ان لوگوں کے اس کام نے دنیا بھر میں اسلام کے چہرے کو مخدوش کردیا ہے۔ سامراجی طاقتیں اس کا فائدہ اٹھارہی ہیں، وہ کوشش کررہے ہیں کہ اسلام کو ایک نیم پختہ دین کے طور پر معرفی کریں اور اس دین سے جڑنے والوں کو بدگمان کریں۔

امید ہے کہ دنیائے اسلام کے دانشور، ان تخریبی عناصر کے مقابل کھڑے ہوکر اور اتحاد کے ساتھ اسلام کا دفاع کریں گے اور اس اسلامی لہر کے پیش نظر جو دنیا کے مختلف گوشہ و کنار میں دکھائی دے رہی ہے، اسلام اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی کرسکے گا اور دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوگا اور اللہ کی مدد سے امت مسلمہ کا وقار بحال ہوگا۔

حوالے:

۱۔سورۂ حجرات، آیت ۱۳
۲۔وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۱۴
۳۔نہج البلاغہ، ج ۱

۴۔علل الشرائع، صدوق،ص ۴۰۴
۵۔سورۂ انبیا، آیت ۹۲
۶۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۲۶
۷۔سورۂ آل عمران،آیت ۹۷
۸۔الجعفر یات،ص۷۱
۹۔تہذیب، ج۵،ص۴۴۹
۱۰۔کلینی، ج ۴،ص ۲۲۶
۱۱۔صدوق،ص، خصال،ص ۳۵۳،خصال،ص ۶۱۶
۱۲۔النہایہ، ج۲ ،ص۷۵
۱۳۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۹۷
۱۴۔کلینی، ج ۴ ،ص۴۱
۱۵۔سورۂ انفال، آیت ۳۴
۱۶۔سورۂ آل عمران، ۱۰۳
۱۷۔سورۂ آل عمران،آیت ۱۰۳
۱۸۔کافی، ج ۲،ص۵۹۸
۱۹۔سورۂ حشر، آیت ۷
۲۰۔صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لایظلم المسلم المسلم
۲۱۔بحارالانوار، ج ۷۱، ص ۳۱۰
۲۲۔غررالحکم، ج ۱۳ ۵۳
۲۳ ۔سورۂ انعام،آیت ۱۰۸۔
۲۴۔غررالحکم،ص ۲۳

حج، اتحاد اسلامی کا علمبردار

پروفیسر غلام یحییٰ انجم

دنیا میں جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں خواہ وہ آسمانی ہوں یا زمینی سب کا زندگی بسر کرنے کا مقصد ایک ایسا طریقہ ہے جس سے اس کا معبود اس سے راضی رہے اور وہ مذہب دکھ درد، آرام وخوشی ، زندگی اور موت ہر مرحلہ میں وہ بندہ کی رہنمائی کرتا رہے۔ بعض مذاہب کلی طور پر اپنی ذمّہ داری بندہ کے ساتھ نبھاتے ہیں اور بعض مذاہب میں بسا اوقات وہ رہنما ہدایات نہیں ملتیں۔ اس وقت برصغیر میں جو مشہور مذاہب پائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں ۔

اسلام ۔ہندوازم ،عیسائیت ، یہودیت ،سکھ مت ،جین مت بدھ مت وغیرہ وغیرہ

ان تمام مذاہب میں عبادات ومعاملات سے متعلق ضرور واضح احکامات ہوں گے لیکن اسلام جس طرح زندگی کے ہر ہر پہلو کی واضح طور پر بندگان حق کی رہنمائی کرتا ہے اس کی نظیر کسی اور دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی ۔ اس لئے ہماری گفتگو کا محور اس وقت اسلام اور اس کا نظام عبادت ہوگا۔

اسلام کے جو پانچ بنیادی ارکان ہیں ان میں سے ایک کا تعلق ایمان اور باقی چار کا تعلق عمل وعبادات سے ہے۔ نمبر ایک پر کلمۂ شہادت یعنی ایمان کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہی عبادت بارگاہ رب العزت میں قابل قبول ہوگی جو ایمان کے ساتھ ادا کی جائے گی۔ اس سے وہ تمام عبادتیں خارج ہو جائیں گی جو غیر مسلم بغیر ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں اور بسا اوقات مسلمانوں کو دکھانے کے لئے رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔

اسلام میں عبادت کے تعلق سے جو چار ارکان ہیں ان میں اولیت نماز کو حاصل ہے اس لئے اس عبادت کی ادائیگی میں نہ تو زیادہ وقت لگتا ہے اور نہ ہی اس میں مال کا خرچ ہے۔ اس لئے شب وروز میں پانچ وقت کی ادائیگی ہر بندہ پر لازم قرار دی گئی ہے ۔روزہ بدنی عبادت ضرور ہے مگر مشکل ہے اس لئے کہ اس کے ایام بدلتے رہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پورے سال میں صرف ایک بار ایک ماہ کے روزے فرض قرار دئے ہیں۔ زکوٰۃ بھی سال میں صرف ایک بار ہی

فرض ہے مگر سب پر نہیں صرف ان لوگوں پر جو مالک نصاب ہیں اور اس مال پر فرض ہے جو ضرورت سے زائد ہو اور اس پر حالان حول ہو چکا ہو۔ حالان حول اور مالک نصاب کی تشریح کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں بندگان حق کی محنت بھی صرف ہوتی ہے اور ان کی حلال کی کمائی کا مال بھی خرچ ہوتا ہے اس لئے اس عبادت کو کئی قیود وشرایط کے ساتھ بندہ پر اللہ تعالیٰ نے سال میں صرف ایک بار فرض کیا ہے۔ اور واضح لفظوں میں یہ حکم صادر فرمادیا ہے " حج البيت من استطاع اليه سبيلاً" یعنی جس بندہ میں بدنی اور مالی ہر اعتبار سے خانۂ خدا تک جانے اور آنے کی سکت ہو اسی شخص پر یہ عبادت فرض ہے اور وہی اس کی ادائیگی کے بارے میں سوچے ۔ اس استطاعت میں مالی طاقت اور بدنی قوت دونوں شامل ہے ۔ چنانچہ دیکھا یہ گیا ہے جو اس کی شرطوں پر مکمل طور پر پورا نہیں اترتے حالانکہ ان کا شمار کاملان وقت میں ہوتا تھا مگر وہ اس سعادت سے محروم رہے ۔

اسلام کی تمام عبادتوں میں اجتماعیت اور اتحاد کی جلوہ گری قدم قدم پر نمایاں نظر آتی ہے نماز و روزہ ہو یا حج وزکوٰۃ سب میں یہی فلسفہ ہے تمام بندے ایک ساتھ مل کر رب کے حضور اپنی نیازمندی کا نذرانہ پیش کریں ۔ جب موذن "حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح" کی صدا بلند کرتا ہے تو خدا کے تمام بندے بغیر کسی مسلک اور نظریہ کا لحاظ کرتے ہوئے خدا کے حضور عبادتوں کا گلدستہ لے کر حاضر ہو جاتے ہیں اور ایک ساتھ مل کر اس طرح رب کی عبادت میں منہمک ہو جاتے ہیں بقول شاعر:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

پوری دنیا میں یہ عمل کچھ وقتوں کے فرق کے ساتھ منایا جاتا ہے یہ فرق نظام شمسی اور نظام قمری کی وجہ سے ہوتا ہے اگر یہ نظام درمیان میں حائل نہ ہو تو پوری دنیا کے لوگ ایک ساتھ خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں ۔ یہ تو عام نمازوں کا حال ہے نماز جمعہ کو اس سلسلہ میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ باقی نمازوں کی اجازت تو مسجد کے علاوہ گھروں میں بھی ادا کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی مگر جمعہ کی نماز انفرادی طور پر پڑھنے کی اجازت نہیں۔ قرآن کریم کا یہ اعلان" اذا نودی للصّلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله و ذروا البيع"۔[۱] اس پر دال ہے۔ یعنی جب نماز کے لئے صدا بلند کی

جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف بھاگو اور خرید وفروخت بند کردو'' اسی وجہ سے عام نمازیوں سے زیادہ جمعہ کی نماز میں بندگان حق کی بھیڑ بڑھ جاتی ہے اور وہ لوگ بھی اس نماز میں شریک ہوجاتے ہیں جو نماز پنجگانہ کے پابند نہیں ہیں ۔ مگر اس سے زیادہ اتحاد اسلامی کا نمونہ ہمیں عید و بقرعید کی نمازوں میں دیکھنے کو ملتا ہے جب پورا عالم اسلام بچوں سے لے کر جوانوں اور جوانوں سے لے کر بوڑھوں تک سبھی لوگ ایک ساتھ مل کر عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں اور ایسے موقعوں سے پوری دنیا کے مسلمان اتحاد اسلامی کے عملی پیکر بن جاتے ہیں اس سے غیر مسلموں کی نظر میں جو اسلام کی شان وشوکت نمایاں ہوتی ہے وہ قابل دید ہے ۔

یہ ساری عبادتیں علاقائی ، مقامی ، ضلعی اور صوبائی اور ملکی پیمانے پر بیان کی گئیں لیکن اسلام میں ایک ایسی عبادت بھی ہے جسے حج کے نام سے جانا جاتا ہے اس کی ادائیگی صرف اور صرف مقام عرفات میں ایک مخصوص جگہ سے دوسری مخصوص جگہ کے درمیان تمام عالم کے حجاج کرام کے اکٹھا ہونے سے ہوتی ہے وہاں گوروں کو کالوں پر، امیروں کو غریبوں پر، بڑوں کو چھوٹوں پر، عربی کو عجمی پر ایرانی کو افغانی پر سعودی کو عراقی پر کسی قسم کی کوئی ترجیح نہیں ہوتی ہے ۔ شیعہ سنی اور دیوبندی ، وہابی الغرض مسلکی اعتبار سے جتنے بھی فرقے بنام اسلام دنیا میں پائے جاتے ہیں سبھی اس مخصوص جگہ جمع ہوتے ہیں اور متحد ہوکر اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں اور اپنے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کی سنت تازہ کرتے ہیں کیونکہ کتب تفاسیر کے مطابق یہی وہ سرزمین ہے جہاں دنیائے ارضی پر پہلی بار حضرت آدم علیہ السلا م اور سیدہ حضرت حوا کی ملاقات ہوئی یہ مقام تعارف اور ملاقات کے سبب عرفات کے نام سے مشہور ہوا ۔ حضرت آدم وحوا علیہم السلام کی ملاقات پہلی بار اسی پہاڑ پر ہوئی تھی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا تھا۔اسی مناسب سے اس پہاڑ کو عرفات کہاجاتا ہے تمام مسلمانان عالم بھی یہاں جمع ہوکر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور رب کے حضور اپنی آرزوں اور خوہشات کا گلدستہ پیش کرتے ہیں۔

میدان عرفات مزدلفہ سے تین میل منیٰ سے چھ میل اور مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر پھیلا ہوا ہے ۔ میدان عرفات مصدر انوار وبرکات ہے ،مہبط تجلیات خداوندی ہے ، یہ وسیع ریگستانی میدان ہے جہاں لاکھوں حجاج کرام ۹/ ذو الحجہ کو صبح سے مغرب تک بحالت احرام قیام کرتے ہیں اور اسی قیام (وقوف) کا نام ہی حج ہے۔صدیوں سے یہ میدان لق ودق رہا مگر کچھ نیک بندوں کی کوشش

سے آج یہ میدان حد نگاہ تک ہرے بھرے میدان میں تبدیل ہو چکا ہے، نیم کے سرسبز درخت حاجیوں کے سروں پر چھتریاں بن کر اپنے ایک دن کے مہمانوں پر سایہ فگن ہوتے ہیں۔اور لاکھوں لوگ اپنے رب سے دعا واستغفار میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

اتحاد اسلامی کا یہ نمونہ حج کے علاوہ دنیا میں کہیں نہیں ملتا اور نہ ہی کسی مذہب میں ایسی کوئی پابندی اور حکم ہے کہ سب عبادت کے لئے کہیں ایک مقام پر جمع ہوں۔ہندوستان میں ہندوؤں کا سب سے بڑا مذہبی تیوہار کمبھ کا میلہ ہے۔اس مذہبی میلہ میں اتنی بڑی تعداد نہیں ہوتی،جتنی کہ حج میں ہوتی ہے۔مگر حج میں دنیا کے تقریباً تمام ممالک کی نمائندگی ہوتی ہے اور ایک ساتھ مل کر جب وحدت اسلامی کا نعرہ لبّیک اللّٰھم لبّیک، لبّیک لا شریک لک لبّیک بلند کرتے ہیں تو آسمان کے فرشتے بھی ان بندگان حق کی اتحادی عظمت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہتے ہوں گے۔

یہ بات صرف جسمانی اتحاد تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ لوگ لباس اور رہن سہن کے معاملے میں متحد ہوتے ہیں۔ حالت احرام میں تمام دنیا بھر کے حجاج بغیر سلے کپڑے یعنی ایک لنگی ایک چادر میں ملبوس ہوتے ہیں اس حالت میں دنیا بھر کی وہ تمام عورتیں جو فریضۂ حج کی ادائیگی میں مصروف ہوتی ہیں ان تمام کا چہرہ کھلا اور سب کے سر ڈھکے ہوتے ہیں ایسی یکسانیت اور ہم آہنگی دنیا میں اور کہیں دیکھنے کو نہیں ملتی عبادت کے نام پر اجتماعات اور دنیا میں بہت ہوتے ہیں لیکن حج کا اجتماع کئی حیثیتوں سے منفرد ہوتا ہے۔ ظاہری اتحاد کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں میں بھی کسی قدر یکسانیت پائی جاتی ہے اس وقت ہر کوئی اپنے رب سے اپنے مغفرت کا خواستگار ہوتا ہے۔امیر ہوں یا غریب حاکم یا محکوم، پیر ہو یا مرید استاد ہو یا شاگرد نکوکار ہوں یا بدکار بس سب لوگوں کی ایک ہی دھن ہوتی ہے اور سب کے دل ودماغ میں آیت ربانی کا یہی نغمہ گونجتا ہے۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار[۲]

اس مقدس سرزمین پر بنام عبادت حجاج کرام جو کچھ کرتے ہیں سب اس میں شریک ہوتے ہیں۔طواف وسعی۔قربانی و رمئی جمرات ان تمام عبادتوں میں تقدم وتاخر تو ممکن ہے مگر وقوف عرفہ میں ایک ہی وقت میں سب کو وہاں حاضر رہنا ہے یہ ایسا اتحاد ہے جو ہمیں سوائے قیامت کے اور شاید ہی کہیں میسر ہو اسی وجہ سے ہمارے بعض علماء نے اس اجتماع کو قیامت کے اجتماع کے مشابہ قرار دیا ہے۔ جہاں اولین وآخرین سب جمع ہوں گے،نیکوکار وبدکار سب کا اجتماع ہوگا اور سب نفسی

نفسی کے عالم میں ہوں گے ،سب کے بدن پر ایک ہی لباس ہوگا اور وہ لباس بغیر سلا ہوا سفید کپڑا ہوگا جس طرح حالت احرام میں حجاج کرام کے بدن پر بغیر سلا ہوا سفید کپڑا ہوتا ہے ۔ گھر والے اسی طرح نمناک آنکھوں سے حاجی کو اس کے گھر سے رخصت کرتے ہیں جس طرح ایک مردہ کو نمناک آنکھوں سے قبر لے جایاجاتا ہے ، گھر سے حجاج کرام کو رخصت کرنے والوں کی بھیڑ ضرور ہوتی ہے مگر ایک منزل آنے کے بعد سب اپنے گھروں کو رخصت ہو جاتے ہیں۔ صرف وہی آگے بڑھتا ہے جس کے ہاتھوں میں پروانۂ حج ہوتا ہے ۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ایک مردہ کو گھر سے قبر تک پہنچانے والوں کی ایک بھیڑ ہوتی ہے مگر قبر میں وہی تنہا جاتا ہے جس کے پاس موت کا پروانہ ہوتا ہے، باقی لوگ سپرد خاک کرنے کے بعد اپنے گھروں کو واپس آجاتے ہیں ۔ اس حاجی کے بدن پر وہی لباس ہوتا ہے جو ایک مردہ کے بدن پر ہوتا ہے جس طرح تمام حجاج کرام ایک مخصوص تاریخ اور مخصوص دن میں میدان عرفات میں سب اکٹھا ہوتے ہیں اور سب میں اضطرابی کیفیت ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح ایک مخصوص دن میدان محشر میں سارے مردے بھی اکٹھا ہوں گے اور سب پر نفسی نفسی کا عالم طاری ہوگا ۔ اس طرح میدان عرفات کی حاضری اور حجاج کرام کا اس سرزمین پر اجتماع اور مسلمانان عالم کا اتحاد مکمل طور ہمیں میدان محشر کے اجتماع کی یاد دلاتا ہے اسی وجہ سے کہاجاتا ہے کہ گویا حاجی کو فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد ایک نئی زندگی ملتی ہے ۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ایک نومولود گناہوں سے پاک پیدا ہوتا ہے اسی طرح ایک حاجی کی زندگی بھی قبولیت حج کے بعد گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتی ہے ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ۳؎

اس اتحاد کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ دوسرے اجتماعات میں اچھائیوں کے ساتھ ساتھ برائیوں کا بھی گذر ہو جاتا ہے، اور کیسے کیسے مخرب اخلاق واقعات پیش آتے ہیں جسے سن کر کلیجہ منہ کو آجاتا ہے مگر حج کے عالمی اجتماع میں سفر پر نکلنے سے لیکر واپسی تک ایک حاجی کے اوپر لازم ہوتا ہے کہ فحش گوئی اور ناجائز کاموں سے مکمل پرہیز رکھے اور اس طرح کی گندی باتوں کا دل میں تصور بھی نہ لائے چنانچہ ایساہی ہوتا ہے، اگر کسی وجہ سے ایک حاجی کو دوسرے حاجی سے تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں میں انتقامی جذبہ بالکل نہیں ہوتا ہے سب صمٌّ بکمٌ کی عملی تصویر بن جاتے ہیں ۔ اور فرمان قرآن کے مطابق قالوا سلاماً کہہ کرآگے بڑھ جاتے ہیں ۔

اس عالمی اتحاد پر نظر دوڑایئے دنیا کے مختلف گوشوں سے چل کر لوگ ایک مرکز پر جمع ہوتے ہیں۔ اپنے دل میں اس نقشہ کو تصور کیجئے ادھر مشرق سے اُدھر جنوب سے ادھر مغرب سے اور اُدھر شمال سے ان گنت قوموں اور بے شمار ملکوں کے لوگ ہزاروں راستوں سے مختلف سواریوں کے ذریعہ ایک مرکز کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں، سب کی رنگت جدا گانہ ہے، سب کی زبان مختلف ہے، سب کی تہذیبیں الگ الگ ہیں، مگر سب لوگ اپنے میقات پہنچتے ہی اپنا قومی لباس اتار کر اس لباس میں ملبوس ہو جاتے ہیں جسے ہم احرام کہتے ہیں اور ہر ملک کے باشندوں کا یہی ایک لباس ہوتا ہے گویا کہ یہ احرام حج کا ایک یونیفارم ہے جس میں عربی، عجمی اور ایرانی وافغانی کی کوئی تمیز نہیں ہوتی یونیفارم پہنتے ہی سب کی باہمی تفریق ختم ہو جاتی ہے۔ بحمد اللہ یہ حج منجانب اللہ ایک ایسی نعمت ہے جس کا دوسرے مذاہب میں کہیں کوئی تصور نہیں۔سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

> ''دنیا بھر کی قوموں سے نکلے ہوئے لوگوں کا ایک مرکز پر اجتماع اور وہ بھی ایسی یک دلی ویک جہتی کے ساتھ، ایسی ہم آہنگی کے ساتھ، ایسے پاک جذبات، پاک مقاصد اور پاک اعمال کے ساتھ، حقیقت میں اتنی بڑی نعمت ہے جو آدم کی اولاد کو اسلام کے سوا کسی نے نہیں دی''۔ [۴]

اس اجتماع میں خالص للّٰہیت شامل ہوتی ہے ورنہ صورت حال یہ ہے کہ دنیا کے سربراہان مل کر پانچ لاکھ افراد کو دور دراز مقام پر ایک جگہ نہیں جمع کر سکتے خواہ اس کے لئے وہ کتنے ہی مال ودولت کیوں نہ خرچ کر ڈالیں۔ یہ تو صرف حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً کا اثر ہے، دنیا کا مسلمان ان ایام میں جہاں کہیں ہوتا ہے بری وبحری دونوں راستوں سے کھنچا چلا آتا ہے، جبکہ اس اجتماع میں آنے والا اپنی آمد اور اس کے تمام اخراجات کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔

اس فریضہ حج کے ذریعہ عالم اسلام میں ایک بڑا پیغام یہ بھی جاتا ہے کہ اس عبادت کے ذریعہ تمام بندگان حق کو خدا کے ایک مرکز پر زندگی میں ایک ہی بارسہی جمع ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اور تمام لوگوں میں خدا پرستی کے ذریعہ اتحاد اور الفت ومحبت کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اور اس سے امن ومساوات کا درس پوری دنیا میں جاتا ہے جو اور کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا۔تمام دنیا کے مسلمان خواہ امیر ہوں یا غریب ایک ہی لباس میں اور ایک ہی طرح کی عبادت میں ایک زمانہ تک مکہ مکرمہ کی سرزمین پر مصروف رہتے ہیں اس عبادت میں اگر ایک طرف امراء کا غرور چکنا چور ہوتا ہے تو دوسری طرف

غرباء میں کچھ کرنے کا حوصلہ بڑھتا ہے۔ حج کے ایام میں ایک عام انسان بھی فرشتہ صفت بن جاتا ہے جو ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔ اس حج میں ایک خاص بات یہ بھی ہوتی ہے کہ عام انسانوں کے علاوہ اس موقع سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے جیسے اولیاء اللہ ابدال واقطاب، اوتاد وافراد بھی حاضر ہوتے ہیں جن سے بندگان حق کو ان نفوس قدسیہ سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کا نہ صرف موقع ملتا ہے بلکہ ایسے لوگوں کی صحبت سے عام لوگوں کے دل کی دنیا بھی بدل جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ حج، اللہ تعالیٰ کی مخصوص عبادت کے علاوہ اس میں بیشمار فائدے ہیں جس میں اتحاد اسلامی کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

حج کے بیشمار فائدوں میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان اجتماعات میں اتحاد کے علاوہ عالمی مسائل پر غور وخوض ہونا چاہئے اس اتحاد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانان عالم کو چاہئے ان امور پر بھی توجہ دیں جن سے دنیا کا مسلمان دو چار ہے مگر ہمارے قائدین اس پر توجہ نہیں دیتے۔ بلاشبہ ہم اس موقع سے اسلام دشمن طاقتوں کو اپنی اتحادی قوت سے باور کراسکتے ہیں مگر اس پہلو سے مسلمان کبھی نہیں سوچتا۔ اگر اس طرح کی سوچ ایسے عالمی اجتماعات میں مسلمانوں میں پیدا ہو تو اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کی اس اتحادی قوت سے ضرور لرزہ بر اندام ہوں گی۔ کاش ہمیں سمجھ حاصل ہو، اس امر پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے امام خمینیؒ لکھتے ہیں:

> باعث افسوس ہے کہ ان سے غفلت برتی جاتی ہے اجتماعات منعقد ہوتے ہیں لیکن ان سے نتیجہ حاصل نہیں کیا جاتا مسلمان مکہ مکرمہ اور دیگر مقامات مقدسہ پر جمع ہوتے ہیں لیکن اس طرح سے کہ ایک دوسرے سے اجنبی اور بیگانہ ہوتے ہیں۔ مختلف شہروں میں اجتماعات منعقد ہوتے ہیں نماز جمعہ کے اجتماعات، نماز عید کے اجتماعات لیکن اس طرح سے کہ گویا لوگوں میں باہم کسی بات پر کوئی وحدت وہم آہنگی نہ ہو اسلام نے لوگوں کو ان اجتماعات کی دعوت بڑے مقاصد کے لئے دی ہے اسلام کے پیش نظر ان اجتماعات کے بڑے بلند مقاصد ہیں۔ ۵

ہمیں چاہئے کہ کہ اس اتحادی قوت سے فائد اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے مسائل کا حل سوچیں اور اسلام کے مقدس اہداف، شریعت مطہرہ کے بلند مقاصد مسلمانوں کی ترقی وارتقاء اور

اسلامی معاشرہ کے اتحاد وہم آہنگی کے لئے کوشش کریں اسلامی اقوام کی مشکلات خود ہر ملک کے رہنے والوں کی زبانی سن کر ان کے حل کے لئے رائے عامہ حاصل کریں اور اس تعلق سے کسی بھی اقدام سے دریغ نہ کریں ۔جہاں ہر معاملات میں تمامی حجاج کرام یک لباس۔احرام، یک زبان۔ نعرۂ لبیک، اور یک ارمان۔ ''ربّنا آتنا فی الدّنیا حسنة و فی الآخرة حسنة'' کا اظہار کرتے ہیں وہیں امت مسلمہ کے مسائل کے تعلق سے بھی ہم میں اتحاد ہونا چاہئے ۔ملت کے قائدین کو اس پہلو پر بھی سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے ۔

حوالے:

۱۔سورۂ جمعہ،آیت ۹

۲۔سورۂ بقرۃ، آیت ۲۰۱

۳۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۵۸

۴۔ ابو الاعلیٰ مودودی، حقیقت حج

۵۔ امام خمینیؒ ، حج اجتماعی اور سیاسی عبادت، ص ۷۸

خطبۂ حجۃ الوداع

حقوق انسانی کا عالمی منشور

ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی

افکار ونظریات اور ادیان ومذاہب کی بزم میں اسلام اللہ رب العزت کا وہ عطا فرمودہ طریقۂ حیات اور ضابطۂ زندگی ہے جو جغرافیائی حدود وقیود سے پرے، رنگ ونسل کے امتیاز سے مافوق، دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اللہ رب العزت کی اسی بیش قیمت روحانی نعمت کو مخصوص قوم اور محدود خطہ ارض کے لیے کم وبیش سوالاکھ انبیاء کرام اپنے اپنے زمانے میں لے کر آتے رہے اور انسانیت کی ہدایت کا عظیم الشان فریضہ انجام دیتے رہے۔ حضرت آدمؑ ہوں یا حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ ہوں یا حضرت موسیٰؑ وعیسیٰؑ، اسی طریقۂ زندگی کے علمبردار رہے۱؎ اور اسی طریقہ زندگی کا درس انسانیت کو دیا۔ رشدوہدایت کے مقدس اور مبارک سلسلے کی آخری کڑی نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے جن کے ذریعہ اس نعمت عظمی کی تکمیل ہوئی ۲؎ اور بارگاہِ ب العزت میں دین اسلام کے ہی شرف قبولیت سے ہمکنار ہونے کا اعلان فرمادیا گیا۔ ۳؎

قیامت تک کے لیے حذف واضافہ سے پاک اور غیر مبدل ومحرف کتاب قرآن مجید کا خاتم الانبیاء ﷺ پر نزول، تاریخ کی روشن ترین صداقت اور دنیائے انسانیت کا عظیم ترین واقعہ ہے جس نے تیئیس سال کی قلیل مدت میں فکروخیال کے دھاروں کا رخ موڑ دیا، صدیوں سے تمام قسم کی خباثتوں اور رذالتوں میں ملوث اور وحشت ودرندگی کی خوگر قوم کو جینے کا سلیقہ سکھایا، انسانیت، محبت اور سیادت وقیادت کے ایسے زریں اسباق سکھائے کہ وہ قوم دنیائے انسانیت کے لیے قابل رشک اور لائق تقلید بن گئی۔ یہ کتاب سراپا ہدایت ۴؎، رحمت ۵؎، شفا، ۶؎ تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والی ۷؎ اور تمام معاملات زندگی میں راست روی ۸؎ کی نقیب وپاسباں ہے۔ خاتم الانبیاء ﷺ پر اس کتاب کا نزول اس صداقت پر بین دلیل ہے کہ قیامت تک اب رب العالمین کی طرف سے نہ

کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی نوشتۂ ہدایت آئے گا، اس لیے اس کتاب کے پوری انسانی برادری کے لیے ضابطۂ زندگی اور اس کے عظیم المرتبت حامل محبوب خدا، سیدالمرسلین ﷺ کے پوری دنیائے انسانیت کے لیے ہادی ومرشد ہونے کی بات ناقابل تردید حقیقت بن جاتی ہے۔ قرآن مجید جب پوری انسانی برادری کے لیے ہے۹؎ تو اس میں بھی شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ آپؐ کی سیرت پاک بھی یا آپؐ کی تعلیمات بھی پوری انسانی برادری کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسولؐ اللہ کی اطاعت کا تکرار کے ساتھ حکم کیا جانا،۱۰؎ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو اللہ کی محبت کی دلیل قرار دیا جانا۱۱؎، وحیٔ الٰہی کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی گویائی کا اعلان ۱۲؎ اور اخلاق حسنہ کی انتہائی بلندی پر آپ کے متمکن ہونے کا اعلامیہ ۱۳؎، آپؐ پر اللہ رب العزت کی مخصوص عنایت والتفات کا اظہار، ۱۴؎ آپ کی انتہائی موقر ومحترم شخصیت کے قانون ساز ہونے کی بندگان خدا کو تعلیم وتذکیر ۱۵؎ اور ساری دنیا کے لیے آپ کے سراپا رحمت ۱۶؎ اور معارف الٰہیہ کے شارح اور مفسر ہونے کی سند ۱۷؎، یہ سارے حقائق اس امر کو تشنۂ وضاحت نہیں چھوڑتے کہ آپ ﷺ کی شخصیت عالمگیر کتاب ہدایت کی تفسیر ہے اور ہر اس شخص کے لیے بہترین نمونہ عمل ہے جو اللہ کی رضا اور آخرت کی فوز وفلاح کا امیدوار ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰه اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوْ اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الآخِرَ وذَكَرَ اللّٰه كَثِيْراً ۱۸؎

[اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔]

آج پوری دنیا میں حقوق انسانی کا موضوع دلچسپ اور مرکز توجہ بنا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ہفتہ اور عشرہ تقریبات منائی جارہی ہیں، مقالات اور کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں، سمینار اور سیمپوزیم منعقد کیے جارہے ہیں، علاقائی، ضلعی، صوبائی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر پرجوش مذاکرات ہورہے

ہیں، لیکن سچ تو یہ ہے کہ حقوق انسانی کے پرچم تلے پامالیٔ حقوق کے المناک اور دلدوز مظاہر سامنے آرہے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ ہر فرد اور ہر گروہ، ہر قوم اور ہر ملک اپنے حقوق کی بازیافت کے لیے تو کوشاں اور سرگرم عمل ہے، لیکن دوسروں کے تئیں اپنے فرائض کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک خطہ دوسرے خطہ پر، ایک قوم دوسری قوم پر ،ایک مذہب دوسرے مذہب پر اور ایک ملک دوسرے ملک پر جارحانہ اقدامات اور غاصبانہ کارروائیوں کو طرۂ امتیاز قرار دیتا ہے اور نتیجہ یوں سامنے آتا ہے کہ 'مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'۔ خالق کائنات کے سلسلے میں صاف وشفاف تصور رکھنا اور خالق ومخلوق کے رشتے کو عبد ومعبود کے رشتے سے تعبیر کرنا، دنیا کے تمام انسانوں کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد قرار دیا جانا اور اس بنا پر عالمگیر اخوت ومحبت کے رشتے سے تمام بنی نوع انسان کو منسلک کردینا، اس دنیائے فانی اور یہاں کی زوال پذیر لذتوں کے بعد ابدی اور لافانی دنیا اور وہاں کی دائمی لذتوں کے تصور کو فروغ دینا ،زندگی کو امانت سمجھتے ہوئے زندگی دینے والے کے سامنے جوابدہی کا احساس وشعور پیدا کرنا، ہرفرد بشر اور ہر گروہ انسانی کی عزت وناموس کی حفاظت اور اس کی جان ومال کی حرمت کی تعلیمات گوش گزار کرنا اور معاشرۂ انسانی کے اہم ترین عنصر، خواتین کی عظمت اور ان کے حقوق ومراعات کی نگہداشت کا علم اٹھانا، یہ وہ بین اور درخشاں تعلیمات ہیں جن کو کماحقہٗ جامۂ عمل پہنادیا جائے تو یقینی طور پر انسانی معاشرہ ہمدردی ومحبت، عدل وانصاف، اخوت وبھائی چارگی، امن وآشتی اور خیروفلاح کا نقیب وعلمبردار بن جائے گا اور انفرادی واجتماعی طور پر انسان ایک دوسرے کی عظمت ورفعت کا پاسباں بن جائے گا۔

تمام انسان اللہ کے خاندان کے لوگ ہیں۔۱۹؎ اللہ سے محبت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کے بندوں سے محبت کی جائے اوران کے ساتھ رحمت ورافت، عدل ومساوات اور ہمدردی وغمگساری کا معاملہ کیاجائے۔ بندوں کا حق ہے کہ ان کی جان ،مال اورعزت وآبرو کی حفاظت کی جائے۔ سارے بندگان خدا ایک دوسرے کے کسی نہ کسی حد تک حسن سلوک اور محبت کے محتاج ہیں۔ اسی طرح سارے بندگان خدا پر کسی نہ کسی حد تک فرائض ہیں اور ان کی ادائیگی کے بغیر وہ اللہ کی بارگاہ میں بری الذمہ قرارنہیں دیئے جاسکتے۔حقوق العباد کے تلف کرنے یاحقوق انسانی کی پامالی پرجس سنگین صورت حال سے ایک شخص کو سابقہ پڑے گا اس کی تصویرکشی سرورکونین ﷺ کے ان الفاظ

سے ہوتی ہے:

قال أتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لاَ دِرْهَمَ لَهٗ وَلاَمَتَاعَ فَقَالَ انّ الْمُفْلِسَ مِنْ امّتِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلوٰةٍ وَصِيَامٍ وزَكوٰةٍ وَيَاتِى قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذا وَأكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَم هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطِىْ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَاِن فَنِيَتْ حَسَنَاتُه قَبْلَ اَن يُّقْضٰى مَاعَلَيهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهِمْ فَطُرِحَتْ عَلَيه ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ[۲۰]

[رسول اکرم ﷺ نے دریافت کیا کہ لوگو! جانتے ہومفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہمارے درمیان مفلس وہ ہے جس کے پاس مال ودرہم نہیں ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کامفلس دراصل وہ ہے جو روز قیامت نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اس حال میں آیا ہو کہ اس نے کسی کو گالی دیا ہو،کسی پر بہتان لگایا ہو،کسی کامال اورکسی کاخون بہایا ہو اورکسی کو مارا ہو، پس جن جن پر ظلم ہوا ہوگا ان کے پلڑے میں اس ظالم (جو نمازی، روزہ دار اور صاحب زکوٰۃ تھا) کی نیکیاں ڈال دی جائیں گی۔ اگر مظلومین کے حساب چکائے جانے سے قبل ظالم کی نیکیاں ختم ہوجائیں تو اب مظلوموں کی خطائیں (ظلم کے بقدر) اس ظالم کے پلڑے میں ڈال دی جائیں گی، یہاں تک کہ اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا]

آج پوری دنیا میں انسانی حقوق کی بحالی کی جو بھی تحریکیں چل رہی ہیں یا اس سے متعلق جومساعی انجام دی جارہی ہیں، بلاشک وتر دد لائق ستائش اور قابل مبارک باد ہیں۔لیکن ہر چہار جانب حقوق انسانی کے تحفظ کی گونج کی وجہ صرف یہ ہے کہ انسان اپنے حقوق کے تئیں تو بہت چاق وچوبند ہے اور اس کی یافت میں سرگرمیٔ علم کا خوب سے خوب تر مظاہرہ کرتا ہے لیکن اپنے فرائض وواجبات کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے متعلق یکسر غافل وکوتاہ رہتا ہے۔

اس کائنات کاشاہکار (Masterpiece) انسان ہے اور کائنات کے مالک حقیقی کا دیا گیا محفوظ ومامون اورآفاقی ضابطۂ زندگی قرآن مجید (Universal Code of Life) کاموضوع بھی انسان

ہے۔قرآن مجید کی ساری تعلیمات انسانوں کو حقوق وفرائض کا علمبردار و پاسباں بنا کر اس سعادت وکامرانی کی ضمانت دیتی ہیں جو دنیا کی فانی وتغیر پذیر لذتوں اور آسائشوں اور موت کے بعد کی زندگی کی ابدی اور لازوال راحتوں اور مسرتوں کو محیط ہے۔خاتم الانبیاء رسول عربی ﷺ چونکہ رہتی دنیا تک کے لیے آفاقی اور عالمگیر کتاب کے حامل وترجمان ہیں[۲۱] بلکہ قرآن مجید کی عملی تفسیر ہیں، آپ کی ذات گرامی موجودات عالم کے لیے رحمت ہے،[۲۲] آپ کی بعثت مبارکہ ملک ووطن اور قوم ونسل سے پرے قیامت تک کے انسانی برادری کے لیے ہے، اس لیے آپ کی تعلیمات بھی آفاقی ہیں اور بلاشک وتردد جغرافیائی حدود وقیود سے بالا اور رنگ ونسل کے امتیاز سے مافوق انسانی برادری کا ہر شخص وگروہ ان تعلیمات نبوی کا مخاطب ہے۔ یوں بھی اس کی تعبیر کی جاسکتی ہے کہ تعلیمات نبوی کا فیض انسانی برادری کے ہر طبقہ، ہر گروہ اور ہر مسلک کے لیے ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ذات کی عظمت کا راز اسی میں مضمر ہے کہ آپ کی سیرت طیبہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے اور نہ ہی آپؐ کی ذات سے عقیدت کا حق صرف کلمۂ طیبہ کے بول بول کر حلقۂ اسلام میں شامل ہونے والوں کو ہے۔ اللہ رب العزت کی محبت کا دعویٰ اس صداقت سے آشکار ہوتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ سے محبت ہو۔[۲۳] اور یہ بھی سچ ہے کہ رسول ﷺ سے جس کو محبت ہوگی، آپؐ کے گفتار وکردار اور آپ کے طریقہ سے بھی لازماً محبت ہوگی، جبھی حقیقی معنوں میں محبوبیت الٰہی کی سند سے سرفرازی حاصل ہوگی۔

یوں تو سرورکونین اور خاتم الانبیاء ﷺ کی ترسٹھ سالہ حیات مبارکہ کا ایک ایک روزنامچہ اتنا صاف وشفاف اور روشن وتاباں ہے کہ اس پر دوست اور دشمن دونوں طرف سے انگشت نمائی بعید از قیاس ہے۔ اگر کوئی فرد یا معاشرہ صحیح معنوں میں ان روزنامچوں کے مشتملات کو اپنی زندگی کا لائحۂ عمل بنالے تو وہ صبر وقناعت، امن وعافیت اور انسانیت نوازی و بشردوستی کی نعمتوں سے مالا مال ہوکر اس فانی اور زوال پذیر زندگی کو بھی خوشگوار بنالے اور آخرت کی سرمدی کامیابی کی کلید بھی اس کے ہاتھ آجائے۔

دس ہجری کا حج رسالت مآب ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا جو حجۃ الوداع سے موسوم ہے۔ عرفات کے میدان میں فدایان اسلام اور آپ کے معزز رفقاء کی تعداد کم وبیش سوا لاکھ تھی۔ اس میں جو خطبہ دیا تھا اس کے مباحث ومشتملات تاریخی، ہمہ گیر اور آفاقی ہیں اور جو حجۃ الوداع کے نام سے

معروف ہے، جس میں عدل وانصاف کا ہر پیامی، اخوت و مساوات کا ہر علمبردار، انسانی عظمت ورفعت کا ہر نقیب اورحقوق انسانی کا ہر مداح وپاسباں، معاشرہ انسانی کو امن وعافیت کا گہوارہ بنانے کے لیے وافر مواد پاتا ہے، بشرطیکہ وہ مفروضات وتحفظات (Suppositions and Reserv ations) سے قطع نظر اور تعصب وجانب داری کی عینک اتار پھینک کر حقائق ومعارف سے آگہی حاصل کرنے کا متمنی اور خاتم الانبیاء محمد عربی ﷺ کے دیئے گئے نقوش راہ کے مطابق سعی وعمل کا خواہاں وخوگر بن جائے۔

آج معاشرۂ انسانی جن مختلف برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، ان میں نقض عہد اور خباثت عام ہے۔ معاشرہ چاہے ایمان سے شرفیاب ہونے والوں کا ہو یا ایمان وایقان کی نعمت سے محروم افراد اور طبقہ انسانی کا، انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، ہر زاویے سے کم وبیش ہر فرد و جماعت اس مرض کے چنگل میں ہے۔ اس برائی کا مرتکب یا اس مرض کا گرفتار شخص صرف اپنی ذات پر ہی اثر نہیں چھوڑتا بلکہ اعزاء واقرباء اور اغیار واجانب بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے قربت ومحبت کے بجائے بغض ونفرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی امانتوں کی عدم ادائیگی اوراس قسم کے طرزِ عمل پر اصرار کرنے کے نتیجے میں آپسی تعلقات مجروح ہوتے ہیں اور مخالفت ومخاصمت سے بڑھ کر ایک دوسرے کی ہلاکت وبربادی کے کریہہ اور دلدوز واقعات بھی مشاہدے میں آتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر امانتوں کی حفاظت کی جائے اور امانت صاحب امانت تک پہنچ جائے تو ایک دوسرے کی چیزوں کی حفاظت بھی ہوتی ہے، تعلقات میں بھی خوشگواری پیدا ہوتی ہے، ایک دوسرے پر اعتماد بڑھتا ہے اور ماحول ومعاشرہ خوشگوار حالات سے ہمکنار ہوتا ہے۔ کتاب الٰہی میں امانتوں کی ادائیگی سے متعلق یہ فرمان واضح ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا [۲۴]

[یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔]

دینداری دو قسم کے حقوق کی ادائیگی سے عبارت ہے، ایک کو حقوق اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرے کو حقوق العباد سے۔ دوسرے قسم کے حقوق کو عصر حاضر میں حقوق انسانی (Human Rights) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اللہ پر ایمان خالص، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے علاوہ تلاوت کلام پاک، اوراد ووظائف کا اہتمام وغیرہ حقوق اللہ میں ہیں۔ کتاب اللہ کی تعلیمات اس سلسلے میں

بہت واضح ہیں کہ اللہ رب العزت مستغنی و بے نیاز ہے اور ساری دنیا اس کی نیاز مند ہے اور دنیا کے تمام شاہ وگدا اسی ذات واحد کے محتاج اور بھکاری ہیں۔ چنانچہ ذات باری تعالیٰ سے متعلق حقوق کی ادائیگی میں اگر تقصیر ہوگئی ہے تو اس کی صفت استغناء اور شان رحمانیت سے امید کی جاتی ہے کہ اس قسم کی کوتاہیوں پر وہ خط عفو پھیر دے گا۔ اس کے برعکس اللہ کے بندوں کے حقوق سے غفلت و بے اعتنائی اور کمی وکوتاہی بہت ہی سنگین بن جاتی ہے۔ اللہ کے بندے خواہ والدین کی شکل میں ہوں یا بھائی بہن اور اعزاء واقارب کی شکل میں، احباب ورفقاء ہوں یا اغیار و اجانب، ایمان و ایقان کی نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ورحضرات ہوں یا کفر وشرک کی آلائشوں میں ملوث افراد، طبقۂ انسانی کے یہ تمام افراد ایک دوسرے کے تئیں حقوق وفرائض رکھتے ہیں۔ ان کے حقوق کے تئیں فرائض وواجبات کی ادائیگی میں اگر کوتاہی ہوئی اور اسی دنیا میں اگر تلافئ مافات نہیں ہوئی تو قرآن وسنت کی تعلیمات اس سلسلے میں بہت واضح ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے متعلق سارے حقوق کی ادائیگی کے باوجود یوم الجزاء (The Day of Judgment) میں اس کی خستہ حالی اور دیوالیہ پن قابل دیدنی ہوگی۔

خاتم الانبیاء ﷺ وحی الٰہی کے ترجمان ہیں۔ آپ کے فرمودات اللہ رب العزت کی رضا وخوشودی کی سند ہیں، اس لیے کہ آپ ہوائے نفس سے تکلم نہیں فرماتے[۲۵] اور آپ کی اتباع میں خالق دوجہاں اور ربّ العالمین کی خوشنودی کا راز مضمر ہے۔ حیات طیبہ کی تیئس سالہ مدت میں عرب وعجم میں دین اسلام کے غلبہ وتمکنت کا جو پرچم آپ نے لہرایا تھا اور تاحین حیات بنی نوع انسان کی رشد وہدایت اور ان کی کامیابی وکامرانی کے تئیں جس فکر واضمحلال اور اضطراب وبے چینی کا سراپا مجسم بنے ہوئے تھے، آپ کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ الوداعی حج کے موقع پر آپ انسانیت کو اپنے فرمودات کی شکل میں الٰہی ضابطہ حیات کی تفسیر وتذکیر نہ فرماتے:

آپ نے **امانتوں کی ادائیگی** سے متعلق فرمان باری تعالیٰ کی تذکیر کرائی اور 'رَحمۃٌ لِلّعَالمین' کی حیثیت سے ساری دنیا کے اس نمائندہ اجتماع اسلامی کو جو پیغام دیا تھا اس میں ایک بہت جامع تعلیم یہ تھی:

فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى مَنِ ائْتَمَنَهُ عَلَيْهَا [۲۶]

[پس جس کے پاس کوئی امانت ہو، اسے چاہیے کہ صاحب امانت تک اسے پہنچادے۔]

امانت سے مراد ایک تو وہ امانت ہے جو مال واسباب اور زر وزمین کی شکل میں ایک دوسرے کے حوالے کی جاتی ہے۔ اس شکل میں امانت کی حفاظت سے مراد یہ ہوگی کہ اس کی تا حد امکان حفاظت کی جائے، اس میں قطع وبرید اور حذف واضافہ روا نہ رکھا جائے، اپنے جان ومال کی طرح اس کی حفاظت کی جائے اور اس کی وقت پر ادائیگی میں لیت ولعل اور قیل وقال سے کام نہ لیا جائے اور نہ ہی کوئی عذر لنگ (Lame Excuse) پیش کیا جائے۔

امانت کے اس جامع لفظ میں یہ **مفہوم شامل** ہے کہ انسان کا مال، جان، وقت اور ساری نعمتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں، انسان ان کا مالک نہیں ہے۔ یہ بیش بہا نعمتیں جس منعم حقیقی نے عنایت کی ہیں، اسے پوچھنے کا بے شک ولاریب حق حاصل ہے۔ اسی لیے تو فرمایا:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۲۷

[پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔]

انہی نعمتوں کی بابت رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس آخری خطبہ سے پہلے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ زندگی کو موت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو مرض سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور غنا کو فقر سے پہلے غنیمت جانو۔ ۲۸ اسی طرح ایک موقع پر آپ کا ارشاد تھا کہ ہر بندے سے پوری زندگی، جوانی، دولت کمانے، دولت خرچ کرنے اور علم کے مطابق عمل کرنے کے بارے میں یقینی طور پر پرسش ہوگی۔ ۲۹ گویا اس پہلو سے امانت کی ادائیگی کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان امانتوں کا استعمال اللہ کی مرضی کے مطابق ہوا یا نہیں، کیوں کہ یہ بات معروف ہے کہ امین مالک نہیں ہوتا بلکہ مالک کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔

تیسرا اور مہتم بالشان مفہوم یہ ہے کہ جان، مال، وقت، جوانی اور فرصت وغیرہ، یہ سب مادی اور زوال پذیر نعمتیں ہیں۔ سب سے بڑی نعمت تو وہ نعمت ہے جو آدمی کو انسان بنادے یا دوسرے الفاظ میں اس نعمت کی تعبیر یوں کی جاسکتی ہے کہ جو انسان کو انسانیت کی معراج تک پہنچادے۔ اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمتوں میں دین ومذہب سب سے اعلیٰ وافضل اور مستحکم وپائیدار نعمت ہے۔ مذہب اسلام کو اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ اس کے علاوہ جتنے ادیان ومذاہب ہیں وہ یا تو انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں یا پوری انسانی برادری کے لیے منتخب کیے

گئے مذہب میں حذف واضافہ اورتغیر وتبدل کا شکا رہیں۔ دنیا میں بشمول دیگر کتب الٰہیہ اورصحف سماویہ کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کے خالق ومالک نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہو۔ واحد قرآن مجید وہ کتاب الٰہی ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ رب العزت نے لیا ۴۰ اورساڑھے چودہ سو سالہ اس چیلنج کوایک حرف اور ایک نقطہ کی بھی تبدیلی سے پامال نہیں کیا جاسکا۔ اسی کتاب میں دین اسلام کے مکمل اور خالق کائنات کے پسندیدہ دین ہونے کااعلان ہوتاہے۔۴۱ اسی کتاب الٰہی اور عالمگیر ضابطۂ زندگی میں یہ اعلان بھی ہے کہ یہی دین وطریقۂ زندگی حضرت آدمؑ کا بھی تھا، حضرت نوحؑ کا بھی تھا اوریہی طریقۂ حیات حضرت موسیٰؑ اورعیسیٰؑ کوبھی دیا گیا تھا اورسب کو اسی کے عام کرنے بلکہ قائم کرنے کی وصیت کی گئی تھی۔

اس سیاق وسباق میں امانتوں کو صاحب امانت تک پہنچانے کے اس پیغام نبوی ﷺ کی حقیقت یوں آشکار ہوتی ہے کہ اسلام اہل اسلام کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے امانت عظمیٰ ہے اور یہ کہ صرف مسلمان اس دین و مذہب کے وارث اور مالک نہیں ہیں۔ یہ اسلام پوری دنیا کے لیے ہے جس کی جابجا وضاحت اس کے مستند ترین منشور قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ چنانچہ کلمۂ طیبہ کے انقلابی بولوں کے ذریعہ حلقہ اسلام میں شامل ہونے والے افراد اور جماعتوں کی حیثیت اللہ رب العزت کے اس دین حنیف کے امینوں کی ہے، اور یہ امانت ان بندگان خدا تک پہنچائی جائے گی جو اس کی دانستہ یا نادانستہ ناقدری کررہے ہیں یا جوکسی وجہ سے بھی اللہ کے دین کی قبولیت اور اس کی عظیم ترین روحانی نعمت سے محروم ہیں۔ امین ہونے کی حیثیت سے یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے ہر ہر فرد پر ہے، اس لیے کہ اس دین حنیف سے جڑنے اور اس عظیم ترین نعمت سے شرفیاب ہونے کے بعد حیثیت واستعداد کے مطابق ہر فرد امت کو پوری انسانی برادری کی نفع رسانی کے لیے فکرمند بنایا جاتا ہے اور امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی شکل میں اس فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کی تلقین کی جاتی ہے۔۴۲

انسانوں کے مال، جان اورعزت کا احترام دنیا کے اہم ترین مسائل میں ہے۔ آج انسانی جان کی حرمت ختم ہوچکی ہے، اس کی عزت سے کھلواڑ کیا جارہا ہے، اس کی دولت پر غاصبانہ حملے ہورہے ہیں، دہشت گردی کے انسداد کے پرچم تلے بڑے پیمانے پر دہشت گردی کی جارہی ہے،

جمہوریت کی بحالی کے سبز باغ دکھا کر لاکھوں انسانوں کی جانیں لی جارہی ہیں، انسانوں کی عزتوں کا سودا کیا جارہا ہے اور ان کے مالوں کو ہڑپ کیا جارہا ہے۔ ایسے حالات میں پوری دنیا کو بالعموم اور مخالفین اسلام کو بالخصوص مذہب اسلام کی اس درخشاں اور انسانیت نواز تعلیم پر دعوت فکروعمل دی جاتی ہے کہ ایک انسان کا خون ناحق ساری انسانیت کے قتل کے برابر ہے، اسی طرح ایک انسان کو بچالینا یا اس کی زندگی کا سبب بننا ساری انسانیت کو زندگی دینے کے مترادف ہے ۳۳۔ اسی طرح عزتوں کی پامالی کی بات ہو یا مال وجائیداد پر ناحق قبضہ کا معاملہ، اس سلسلے میں اسلام کی روشن تعلیم قابل ملاحظہ ہے کہ اسلام کسی قسم کے ظلم کو برداشت نہیں کرتا اور ظالم کے ظلم کو شہ نہیں دیتا۔ عزت وعفت کی پامالی اور مال وجان کی بے حرمتی کے اس تناظر میں آخری حج کے موقع پر رسالت مآب ﷺ کا یہ فرمان انسانی حقوق کی ایک اہم دفعہ کے طور پر احادیث کے مجموعوں اور تاریخ وسیر کے صفحات کی زینت ہے۔ آپ نے فرمایا تھا:

اِنَّ اَموَالَکُم وَدِمَاءَکُم واَعْرَاضَکُم عَلَیکُم حَرامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِی بِلَدِکُمْ ھَذا فِی شَھْرِکُمْ ھذا۔ ۳۴

[پس یقیناً تمہارے مال، تمہارے خون اور تمہاری عزتیں تم میں سے ایک دوسرے کے لیے اسی طرح محترم ہیں، جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں ہے]

اگر موت کے بعد کی زندگی کے سلسلے میں استحضار ہو اور اپنے خالق حقیقی کے سامنے اپنے اعمال وافعال کی جوابدہی کا یقین ہو تو بلاشبہ انسان اس دنیا میں ذمہ دار اور جوابدہ کی حیثیت سے اپنی زندگی گزارے۔ جس طرح امتحان ہال میں ایک ایک منٹ کا حساب ایک لائق اور ذمہ دار طالب علم رکھتا ہے اسی طرح اگر دنیا کے اس امتحان ہال میں اسی کیفیت کے ساتھ انسان زندگی گزارے تو تقصیرات اور خطائیں تو ہوسکتی ہیں لیکن ان پر جرأت وڈھٹائی کا مظاہرہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ایک انسان دوسرے انسان کے تئیں درپۓ آزار ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ موت کے بعد کی زندگی میں ایک طرف خالق ومالک کے سامنے اسے جوابدہ ہونے کا احساس وشعور مہمیز کرتا ہے اور دوسری طرف وہ اس دارالعمل یا دارالامتحان سے گزر کر اصل فوز وفلاح کی منزل سے ہمکنار ہونا چاہتا ہے۔ حقوق

انسانی کے اسی پہلو پر آپ کے اس تاریخی خطبہ کی یہ عبارتیں شاہد عدل ہیں:

اَلاَ لَاتَرْجِعُوا بَعْدِی ضَلاَلاً یَضْرِبُ بَعْضُکُم رِقَابَ بَعْضٍ وسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اعْمَالِکُمْ ۳۵

[سنو! میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کرے گا۔]

آج کا انسان رنگ ونسل ، علاقہ وبرادری اور مسلک ومکتبۂ فکر کے حصار میں اس طرح مقید ہے کہ قابلیت واستعداد اور سیرت وکردار کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ اور انسان جو مذہب اسلام کے مستند ترین ضابطۂ زندگی قرآن مجید کے مطابق عالمگیر برادری کے رشتے سے منسلک تھا، وہ جغرافیائی حدود وقیود اور رنگ ونسل کے فرق وامتیازات کا اسیر بن گیا ہے، چنانچہ وہ اسی نہج سے اپنے معاملات ومسائل کی عقدہ کشائی کے لیے متحرک اور سرگرم عمل رہتا ہے۔ بلاشبہ علم وسائنس کی دنیا میں تو آج کا انسان حذق ومہارت اور صلاحیت واستعداد کا علم بردار بن رہا ہے، لیکن اس ظاہری اور مادی زاویۂ نگاہ کی بنا پر وہ اپنے آپ کو اپنے خالق کا محبوب نہیں بنا سکتا اور سچ تو یہ ہے کہ ان تباہ کن امتیازات کو مٹایا نہیں جاسکتا جو پوری دنیا کو ایک توانا عفریت کی شکل میں اپنے خونخوار چنگل میں لیے ہوئے ہیں۔ آج کی جدید جاہلیت میں انھی جغرافیائی حدبندیوں، خطہ اور علاقہ کی بندشوں اور برادری مسلک کے بے جا حصار نے نفرت وعداوت ، بغض وحسد اور کینہ وکدروت کے مسموم جذبات واحساسات کو شہہ دیا ہے جن کے تلخ نتائج ضلعی ، صوبائی، ملکی اور بین الاقوامی طور پر تصادم وآویزش کی شکل میں دعوت ملاحظہ دیتے ہیں۔ نزاکت حالات اور سنگینیٔ وقت کا تقاضا ہے کہ بھائی چارگی کے اس آفاقی رشتے کو مضبوط ومستحکم کیا جائے جو پوری دنیا کے تمام انسانوں کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد قرار دیتا ہے اوران کے ساتھ اسی حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے جو مادی اور خونی رشتے کے بھائی بہنوں میں مطلوب ومقصود ہے۔ انتشار وتشتت ، نفرت وعداوت، بغض وحسد اور تمام قسم کے اخلاقی رذائل میں ملوث انسانی برادری کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الوداعی خطبہ کے یہ الفاظ مژدۂ جانفزا ہیں:

اَیُّهَا النَّاسُ اَلاَ اَنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَانّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلاَ لاَ فَضْلَ لِعَرَبِیٍ عَلی

عَجَمِيٍ وَلاَ لِعَجَمِيٍ عَلٰى عَرَبِيٍ وَلاَ لأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ وَلَا لأَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلا بِالتَّقْوٰى۳٦

[اے لوگو! سنو، تم لوگوں کا رب ایک ہے اور تم لوگوں کا باپ ایک ہے۔ سنو، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے اور کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، مگر (یہ فضیلت) تقویٰ کی بنیاد پر ہوگی۔]

جدید دور میں ہر جگہ **وصف واستعداد** اور **لیاقت وصلاحیت** کے راگ الاپے جارہے ہیں اور اس کو معیارمطلوب بنا کر کسی شعبہ، ادارہ، تحریک اور ملک کو ترقی کے گام پر لانے کی سعی مسلسل کی جارہی ہے، چاہے عملی طور پر اس مطلوب ومقصود اثاثہ سے انحراف کی بنا پر نتیجہ خیر اور خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ ہورہا ہو۔ اگر انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد سمجھتے ہوئے رشتۂ اخوت کو مضبوط ومستحکم کرلیا جائے اور جغرافیائی، نسلی اور گروہی امتیازات کو کالعدم قرار دیتے ہوئے **خشیت الٰہی** یا **خوف خدا** کو اصل معیارِ زندگی قرار دے کرے ۳۷ انسانوں کے درمیان خط امتیاز قائم کیا جائے اور خوف خدا کے اس خدائی قانون کی پاسداری کو تعصّبات اور مفروضات سے پرے ہوکر لائحۂ عمل قرار دے لیا جائے تو بعید نہیں کہ صوبوں، قوموں اور ملکوں کے درمیان نفرت وعداوت کی سلگتی ہوئی بھٹیاں سرد پڑجائیں، انسان اپنے آپ کو ایک ماں باپ کی اولاد سمجھتے ہوئے شیروشکر ہوکر ملک وقوم کی ترقی کا خواہاں وخوگر ہوجائے اور پوری دنیا میں امن وعافیت اور سلامتی ومحبت کا نقیب وعلمبردار بن کر اس دنیا کو جنت نشاں بنادے۔

تقویٰ اور خوف خدا سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث شریفہ بالخصوص حجۃ الوداع کے موقع پر بطور وصیت زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب بناتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ اگر انسان کا دل اپنے حقیقی خالق کی خشیت یا خوف خدا کا نشیمن بن جائے تو خواہ شب تاریک کی تنہائی ہو یا روشن دن کی ہماہمی او راژدحام عام، بند کمرہ یا کوٹھری ہو یا کھلا میدان اور وسیع وعریض شاہراہ، دن کی روشنی ہو یا رات کی تاریکی، آبادی ہو یا ویرانہ، ہر جگہ ایسا فرد اپنے خالق ومالک کی مرضی کا تابع ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے حکومت کا کوئی قانون، پولیس کا کوئی ڈنڈا،

معاشرے کی کوئی روایت، احباب ورفقاء کی رو رعایت اور اغیار واجانب کا خوف وخطر، یہ ساری چیزیں انسان کو محدود وقت میں مخصوص مقامات پر تو برائیوں سے روک سکتی ہیں لیکن ہمہ وقت برائیوں سے نبرد آزما ہونے اور ان کے خلاف محاذ آرائی کرنے کا سلیقہ خوف خدا کی شکل میں خدا کا قانون ہی سکھاتا ہے ۳۸؎ اس لیے کہ یہ قانون جسم پر حکمرانی نہیں کرتا بلکہ مزاج، طبیعت اور دل پر حکمرانی کرتا ہے۔ اسی لیے انسان کو یہ اندر سے بدل دیتا ہے اور حقیقی معنوں میں برائیوں سے گریزاں ومجتنب اور اچھائیوں کا داعی وشیدائی بنا دیتا ہے۔

انسانوں کے مابین فضیلت وبرتری اسی قانون کی پاسداری کی بنا پر ہے۔ انسانوں کے مابین مساوات اور فضیلت کے باب میں قرآن وسنت کا موقف بہت واضح ہے۔ اقتصادیات یا دیگر معاملات زندگی کے مثبت یا منفی ،اچھے یا برے اور خوب یا خوب تر نتائج اپنے اعمال وافعال کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ یہ معقول، صحت مند اور فرد و جماعت کے لیے امید افزا بلکہ حیات آفریں اصول ہے جس کی جگہ جگہ قرآن وسنت میں وضاحت کی گئی ہے۔ ۳۹؎ کمیونزم یا اشتراکیت کا یہ نظریہ کہ روٹی، کپڑا اور مکان سب کو برابر ملنا چاہیے، غیر عقلی، غیر فطری اور غیر صحت مند نظریہ ہے جو فرد اور جماعت کو کام چور، کسی ادارہ یا شعبہ کو جامد ومعطل اور کسی بھی ملک کی ترقی وخوشحالی کو مشکوک ومشتبہ بلکہ غیر یقینی بنا دیتا ہے۔ اسلام اس بات کا قائل ہے کہ اس عالم اسباب میں اسباب سبھی کو اختیار کرنا ہے اور جو جتنا اسباب و سائل اختیار کرے اسی کے لحاظ سے اسے نتیجہ یا ثمر ملے، یہ فطری اور عقلی بات ہے۔ ہاں اگر کوئی مفلس، مجبور اور فاقہ کش ہے تو اس کی مجبوری کو ختم کیا جائے گا اور اس کے لیے یکساں اسباب اور مواقع فراہم کیے جائیں گے ۔لیکن سب کے نتائج یکساں برآمد ہوں، اس نظریہ کو اسلام غیر عقلی، غیر فطری بلکہ کسی بھی گھر ،شعبہ، ادارہ یا ملک کی ترقی کے مخالف اور مزاحم قرار دیتا ہے۔ ۴۰؎ جس طرح جسم کے نظام کو فعالیت کا مظاہرہ کرنے کے لیے خود انسانی جسم کے اعضاء و جوارح بڑے چھوٹے ہوتے ہیں نیز ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں بڑی چھوٹی ہوتی ہیں۔ اسی طرح کسی شعبہ یا تعلیم گاہ کا نظام قائم رکھنے کے لیے بڑے چھوٹے ملازمین ہوتے ہیں اور کسی ملک کے معیاری ہونے کے لیے اور ملک کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن رکھنے کے لیے چھوٹے بڑے اور عوام وخواص سبھی کی موجودگی ضروری ہوتی ہے اور سبھی کا اپنے اپنے میدان میں منفرد رول ہوتا ہے۔ اسی

طرح انسانی برادری میں اگر کوئی نتیجہ عمل کے لحاظ سے چھوٹا ہے اور کوئی بڑا، کوئی کامیاب ہے تو کوئی ناکام، کوئی خوشحال ہے تو کوئی بدحال، کسی کے رزق میں کشادگی ہے تو کسی کے رزق میں تنگی، اسی متنوع اور متضاد شکلوں میں ہی کائنات کا نظام چل سکتا تھا ورنہ زمین فساد سے بھر جاتی۔[۱۴۲] اور ہر چہار جانب الامان الحفیظ کی صدائیں گونج رہی ہوتیں۔ انتہا پسندی یا افراط وتفریط کسی مخصوص مسلک ومذہب اور فکر و نظر سے قطع نظر، عقل عام اور ادنیٰ شعور رکھنے والے افراد واشخاص کے نزدیک بھی معیوب ومذموم طریقہ عمل ہے۔ ایک طالب علم کا سال بھر اوباشوں کی سی زندگی گزارنا اور امتحان کے زمانے میں انہماک وتوجہ کا اس طرح مجسمہ بن جانا کہ کھانا پینا، حوائج وضروریات اور آرام وراحت کو بالائے طاق رکھ دے، طالب علم کے لیے محنت ومشقت کا مطلوب طریقہ عمل نہیں ہے۔ ایک کاشتکار جتائی، بوائی اور نرائی کے زمانے میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہو اور عین فصل کی تیاری کے وقت بایں طور متحرک وفعال رہتا ہو کہ وہ کھانے پینے اور دیگر ضروری کام کرنے سے بھی گریزاں ومجتنب ہو، یہ روش بہرحال قابل ستائش نہیں ہے۔ اسی طرح ایک تاجر وکاروباری ہفتوں اور مہینوں اپنی پونجی تک سے غافل رہتا ہو اور کساد بازاری کے زمانے میں انتہائی سعی وکاوش کا نذرانہ پیش کرتا ہو، یہ طرز ادا ایک کامیاب و بامراد تاجر کے شایان شان نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح دین ومذہب کے معاملات میں افراط وتفریط درست نہیں ہے۔ مذہب کے کسی حکم کو بالکل نظر انداز کردینا اور کسی کو مطلوب ومقصود حد سے بڑھا کر بیان کرنا اور عملی لحاظ سے اس کو وہ اہمیت دینا جس کا وہ مستحق نہیں ہے، یہ دین کے معاملہ میں غلو ہے۔ اہل کتاب کا غلو یہ تھا کہ ایک طرف وہ اللہ کے نبی کو نبی ماننے سے گریز کررہے تھے اور اس کی شان میں نازیبا کلمات کہنے اور انسانیت سوز حرکتیں کرنے سے بھی متذبذب اور پشیماں نہ ہوتے تھے اور دوسری طرف وقت کے مصلح اعظم اور نبی کو خدا کا بیٹا کہنے سے بھی باک محسوس نہیں کرتے تھے۔

بنی اسرائیل قرآن مجید میں دونوں پہلوؤں سے اقوام عالم کے مقابلے میں نمونۂ عبرت ہے۔ ایک پہلو تو بڑا قابل رشک یہ ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ یہ قوم جب اللہ کی ہوکر رہی اور اللہ کے رسولوں کی تعلیمات پر عمل پیرا رہی تو نوازشوں کی بارش ہوئی، من وسلویٰ نازل ہوا، بادلوں کا سایہ کردیا گیا اور ایک پتھر سے بارہ بارہ چشمے جاری کردیئے گئے، گویا کہ پوری دنیا کے لوگوں کے مقابلے

میں فضیلت وبرتری کا تاج ان کے سروں پر رکھا گیا۔ اور ایک زمانہ وہ تھا جب اللہ کے احکام کی پامالی کو اس قوم نے اپنی فطرت ثانیہ بنالیا اور انبیاء ورسل کے خلاف گھناؤنے کاموں کو شیوۂ حیات بنالیا تو ان کے ضال ومغضوب ہونے کا اعلان کردیا گیا۔۴۲؎ دین میں افرا وتفریط اور حد اعتدال سے گزرنے کا انجام اللہ کے غیض وغضب کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ ماضی کی تباہ شدہ قوموں کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہ تھا کہ وہ اس گھناؤنے جرم میں ملوث تھے۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کے واسطے سے امت مسلمہ کو اس مہلک مرض سے نجات پانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعُواْ أَهْوَاء قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيْراً وَّضَلُّواْ عَن سَوَاء السَّبِيْلِ ۴۳؎

[کہہ دیجیے اے نبی! اے اہل کتاب، اپنے دین کے معاملے میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔]

امت مسلمہ کو اہل کتاب کی روش بد سے اجتناب کی تلقین ایک جگہ یوں کی جاتی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ ...وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۴۴؎

[اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے خود ان کو وجود سے بھلوادیا۔ وہ لوگ فاسق تھے۔]

الوداعی حج کے موقع پر فرزندان اسلام کو آپ وصیت فرمارہے تھے تو قوموں کے عروج واقبال اور غلبہ واقتدار کے رموز اور ان کے زوال وادبار اور تنزلی وانحطاط کے اسباب کو کیوں کر فراموش کرتے۔ یہاں فرزندان توحید سے براہ راست مخاطب تھے، لیکن یہ بات صرف فرزندان توحید کے لیے نہیں تھی بلکہ تمام اقوام وملل کے لیے عام تھی۔ چوں کہ آپ رحمۃٌ للّعالمین تھے اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی اور نئی شریعت نہیں آنے والی تھی، اس لیے زندگی کے اس اہم ترین موقع پر آپ نے جو جامع تعلیم فرمائی تھی، اس کے مقدس بول یہ تھے:

اِیَّاکُمْ وَالْغُلُوَّ فِی الدِّیْنِ فَاِنَّمَا اَھْلَکَ قَبْلَکُمُ الْغُلُوُّ فِی الدِّیْنِ ۴۵

[خبردار! دین میں تم لوگ غلو سے بچنا، اس لیے کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو اسی غلو فی الدین نے ہلاک وبرباد کیا تھا۔]

اللہ ایک ہے، وہ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں اور اپنے اختیارات میں اکیلا ہے،۴۶ وہی حاضر وناظر ۴۷ اور عالم الغیب ہے،۴۸ وہی غالب وقاہر اور ہر چیز پر قادر ہے۔۴۹ اور نفع ونقصان کا مالک وہی ہے۔ پوری دنیا مل کر اگر کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اللہ کی مرضی نہ ہو تو پوری دنیا مل کر کسی کو نفع نہیں پہنچاسکتی، اسی طرح اگر پوری دنیا مل کر کسی کو نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ رب العزت کا یہ منشا نہ ہو تو پوری دنیا کی طاقت نقصان نہیں پہنچاسکتی۔۵۰ محمد عربی ﷺ اللہ کے آخری اور محبوب ترین رسولؐ ہیں۔ آپ کی اتباع میں ہی اللہ کی رضا وخوشنودی کا راز مضمر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت گویا اللہ کی اطاعت ہے۔ اس لیے اللہ کا رسول ﷺ اپنی خواہشات سے نطق وگویائی نہیں کرتا۔

ان قرآنی حقائق کے باوجود آج قرآن وسنت کی علمبردار امت خیموں میں بٹی نظر آتی ہے۔اور سچ تو یہ ہے کہ دین کے معاملے میں غلو نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ امت جو امت مسلمہ تھی اور دین وعقیدہ کے لحاظ سے امت واحدۃ کے لبادے میں ملبوس تھی، آج مختلف مسالک اور مکاتیب فکر میں منقسم ہے۔ایک دوسرے کے کیمپ میں اتنی شدت اور انتہا پسندی ہے کہ ایک دوسرے کا وجود ناقابل برداشت ہورہا ہے۔کہیں اس بنیاد پر اختلاف ہے کہ **امت کا ایک گروہ** عظمت رسول ﷺ کے عقیدہ میں اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ اس نے خالق ومخلوق کی صفات کو بالائے طاق رکھ دیا اور دونوں کو ایک ہی صف میں لاکھڑا کیا۔ یقیناً عظمت رسول ﷺ کا کوئی اگر منکر ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور اللہ پر ایمان کا دعویٰ باطل ہے،لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے مقام ومرتبہ کو یکساں قرار دینا، گویا عابد ومعبود اور خالق ومخلوق کے فرق وامتیاز کو ختم کردینا ہے۔قرآن مجید کی متعدد آیتوں کی روشنی میں ۵۱ یہ عقیدہ صحت واعتدال کی میزان پر نہیں اترتا۔اس عقیدے کے علمبردار ایک صف میں نظر آتے ہیں تو دوسری صف میں **وہ حضرات** ہیں جو اللہ کی رضا کے حصول کا

ذریعہ اتباع رسولؐ کو قرار دیتے ہیں۔گویا ان کے نزدیک خوشنودیٔ رب کا پروانہ حاصل ہی نہیں ہوسکتا جب تک رسولؐ اللہ کی اطاعت اوران کے طریقۂ زندگی کی اتباع نہ ہو۔ اس مکتبۂ فکر میں رسول اللہ ﷺ جسمانی ساخت اورحوائج وضروریات کے اعتبار سے ہمارے ہی جیسے عام انسانوں کی طرح تھے، ہاں آپ اللہ رب العزت کی وحی سے شرفیاب تھے۔۵۲ نیز آپ سردار انبیاء اور خاتم النبیینؐ تھے۔۵۳ اہل ایمان کا یہ گروہ ان حقائق کا قائل ومداح ہے کہ آپ اخلاق فاضلہ کی انتہائی بلندیوں پر تھے،۵۴ محبت الٰہی کی سند آپ کے طریقہ پر چل کر ہی مل سکتی ہے۔۵۵ آپؐ کے مقام ومرتبہ پر اللہ رب العزت بھی جگہ جگہ اپنی کتاب عزیز میں نعت گو ہے اور اس کے کارخانۂ قدرت کا انتظام وانصرام کرنے والے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں اور اس عمل مبارک کی تلقین ایمان لانے والوں سے بھی کی جاتی ہے۔۵۶ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ رب العزت سے ملنے کا امیدوار اوریوم آخرت کا متمنی ہو، آپ کی حیات مبارکہ اسوۂ عمل اورنمونۂ زندگی ہے،۵۷ یہ سارے حقائق ومعارف قرآن مجید سے ہی مترشح ہوتے ہیں اورصداقت تو اس امر میں ہے کہ رسول اکرمؐ کی عظمت وشان ان الٰہی حقائق کے اعتراف میں مضمر ہے۔ اگرچہ یہ صحت مند اور قرآن وسنت کے شایان شان عقیدہ ہے، تاہم رسول اکرم ﷺ سے متعلق ایمان وعقیدہ کے اس ڈگر پر چلنے والا گروہ اول الذکر گروہ امت سے منفرد سمجھا جاتا ہے۔ایک گروہ وہ ہے جو حدیث اور سنت کا منکر ہوتے ہوئے قرآن مجید سے ہی اپنے تعلق خاطر کا دعویدار ہے اور اہل قرآن سے اپنے آپ کو موسوم کرتا ہے تو ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو احادیث نبویہ کو ہی قولاً اور عملاً مستند ترین ماخذ سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو اہل حدیث سے ملقب کرتا ہے، یہ طبقہ بہت حد تک قرآنی تعلیمات سے استشہاد سے بے نیازی برتتا ہے۔

امت اسلامیہ عالم کے درمیان افراط وتفریط اور حد سے انحراف وتجاوز کی شکلیں یقینی طور پر دین اسلام کے حقیقی چہرے پر بدنما داغ اورملت اسلامیہ کے لیے چیلنج ہیں،جس کی بنا پر اسلام کی شبیہ ملکی اور عالمی سطح پر خراب ہوتی ہے اور یہ عملی طور پر بندگان خدا کو دین حنیف سے برگشتہ کرنے کی سعیٔ نامشکور بن جاتی ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں غلو اور انتہا پسندی کا بھی مہلک اور خطرناک مرض ہے۔آج پورا عالم انتہا پسندی،شدت اور حد اعتدال سے تجاوز کو مذموم سمجھتا ہے اور صحیح معنوں میں اس مرض کے ساتھ دینی اوردنیوی دونوں پہلوؤں سے زندگی پرآشوب اور پُرخطر بن جاتی ہے۔

ایسے حالات میں اللہ رب العزت کی سب سے بڑی امانت اسلام کے علمبرداروں کے لیے بالخصوص اور تمام دنیائے انسانیت کے لیے بالعموم دین ومذہب میں غلو وانتہا پسندی سے اجتناب کی وصیت معنی خیز اور مثبت وخوشگوار اثرات ونتائج پیدا کرنے کی ضامن ہے۔

آج حقوق نسواں کی بات بڑے زور وشور سے کی جارہی ہے۔ پوری دنیا میں اس کی حریت وآزادی کو مسئلہ بنا کر منظّم انداز میں پڑے پیمانے پر پیش کیا جارہا ہے۔ اسلام کے مطابق عورت اور مرد دونوں کا مقام مسلم ہے، ان میں سے کوئی کسی سے فروتر نہیں ہے اور دونوں کو دینوی اور اخروی سعادت وکامرانی کے حصول کا حق حاصل ہے۔ ہاں دونوں کے دائرہ کار الگ الگ ہیں اور ذمہ داریاں مختلف ہیں۔ عورت اگر گھر کی ملکہ، اپنے بچوں کی کل وقتی مربیہ (Fulltime Patron) اور گھر کے اس کارخانہ کی اصل ذمہ دار ہے تو مرد باہر کی دنیا کا سفیر، اقتصادی امور کا ذمہ دار اور تمام خارجی معاملات کا نگراں ہے۔ اپنی فطرت اور اپنی صلاحیت کے مطابق یہ دونوں شریک یا ساجھی دار اگر ذمہ داریاں انجام دیں تو مثبت اور موثر نتائج سامنے آئیں گے، بصورتِ دیگر فطرت سے انحراف اور اپنی صلاحیتوں کے بے جا استعمال سے دونوں کی شخصیت مجروح ہوگی اور خوش آئند ثمرات ونتائج کی توقع بے معنی اور بے سود ہوگی۔

اسلام عورت کی عزت عصمت کا محافظ ہے۔ چنانچہ یہ اس کا اصل میدان کار گھر کو قرار دیتا ہے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت اور گھر کے حسن انتظام کی شکل میں اس کی صلاحیتوں کے جوہر گھر میں ہی آشکار ہوتے ہیں۔ عورت کو گھر سے باہر نکالنے کی آواز بلند کرنا، بے پردہ ہوکر ہوس پرستوں کے بیچ لے آنا، ہوائی جہازوں میں ایرہوسٹس اور دفتروں کی زینت بنانا، بہر حال عورت کی عزت وعصمت کے خلاف عالمی طور پر منظّم اور گھناؤنی سازش اور عورت کے حقوق کی پامالی وبے حرمتی ہے۔ ماں کی حیثیت سے، شریکہ حیات کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے اور بہو وبیٹی کی حیثیت سے عورت کی عظمت کو جگہ جگہ قرآن وسنت میں واضح کیا گیا ہے اور ان کے حقوق کی صراحت کی گئی ہے۔ آج اکیسویں صدی میں عورت کی مظلومیت کی داستان سنائی جارہی ہے اور سطحی اور مذموم مقاصد کے تحت عورت کے حقوق کی بات کی جارہی ہے۔ حقوق نسواں کے نمائندوں کو اور آزادئ نسواں کے علمبرداروں کو دعوت فکر ونظر دی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اور اس کے آخری

رسول محمد عربی ﷺ نے اس وقت حقوق نسواں کی تحریک برپا کی تھی جب کہ یورپ تاریکیوں میں گم تھا اورعورت محض تفریح طبع کا سامان اور بچہ پیدا کرنے کی مشین سمجھی جاتی تھی۔ خطبہ حجۃ الوداع کی ایک اہم دفعہ یہ تھی:

اِنَّ لَکُمْ مِن نِسَاءِ کُمْ حَقًّا وَلِنِساءِ کُم عَلَیْکُمْ حَقًّا ۵۸

[بلاشبہ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔]

آج کی دنیا میں فرائض وواجبات سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے اور حقوق ومراعات کی بازیابی کے لیے راگ الاپے جاتے ہیں، نعرے بازی ہوتی ہے، جلوس نکالے جاتے ہیں، اجتماعی کارروائیاں کی جاتی ہیں، سمینار اور سمپوزیم منعقد کیے جاتے ہیں۔ اگر آج کے دور میں مرد خلوص اور ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض سے سبک دوش ہوں اور عورتیں اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوں تو حقوق کی بازیابی کے لیے جلسوں کاانعقاد اور سمینار وسمپوزیم کا وجود بے معنی ہوجاتا ہے۔ مرد اور عورت کے حقوق وفرائض سے متعلق یہ تعلیم صرف فرزندان توحید کے لیے ہی نفع بخش نہیں ہے، بلکہ تمام مذاہب کے پیروؤں کے لیے یکساں مفید اور دور رس اثرات کی حامل ہے۔ اس تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں ایک طرف مرد کا وقار اوراس کی قوامیت باقی رہتی ہے تو دوسری طرف عورت کی عزت وعصمت محفوظ و مامون رہتی ہے اور پھر وہ اپنے مخصوص دائرے میں رہتے ہوئے تربیت اولاد اور گھر کے حسن انصرام کی شکل میں اپنی مخصوص صلاحیتوں کے نذرانے پیش کرتی ہے۔

آج بالخصوص امت مسلمہ میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر قیادت سے محرومی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صوبائی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر قیادت کا فقدان نہیں ہے۔ خلوص وللّٰہیت، فکروتدبر، انتظام وانصرام اورجرأت وبے باکی کے اوصاف کے لحاظ سے کسی زمانے میں بھی امت مسلمہ میں قحط الرجال نہیں رہا ہے اور آج کے اس اکیسویں صدی میں بھی اخلاص وللّٰہیت کے وصف سے آراستۂ علم وآگہی سے مزین اور فہم وتدبر اور قیادت ورہنمائی کے جوہر سے مرصع، بلند قامت شخصیات کی کمی نہیں ہے۔ المیہ یہ ہے کہ امت کے اندر یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ کسی قائد کو برداشت کرے۔ جھوٹی شہرت کاحصول، اپنی اَنا کی تسکین کا جذبہ، شخصی اور گروہی مفادات کے تحفظ کا خیال اور مسلک و مکتبۂ فکر کا حصار، امت کو اتحاد واتفاق کی لڑی میں پرونے نہیں دیتا اور قائد کے بارے میں یہ مفروضہ

قائم کیا جاتا ہے کہ وہ ایسا آئیڈیل ہوکہ تقصیرات وکوتاہیاں اس کے قریب نہ پھٹکیں ۔ انسانوں کے لیے کوئی آئیڈیل قائد انسان ہوگا اور انسان سے غلطیاں بھی ہوں گی، اس کے بعض اقدامات اور فیصلے بعض لوگوں کے لیے یا بعض طبقات کے لیے قابل اعتراض بھی ہوں گے۔ امت اگر ایسا قائد چاہتی ہے کہ اس سے کوئی خطا نہ ہو اور وہ ہرایک کو خوش رکھے تو بہر حال یہ انسانی قیادت سے فروتر اور امر مستحیل ہے۔ ایک قائد سب کو خوش نہیں رکھ سکتا ، ہاں قابل توجہ یہ ہے کہ اس کے اقدامات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے انحراف پر مبنی نہ ہوں۔ آپ جب الوداعی خطبہ فرمارہے تھے تو انتشارِ امت کو ختم کرنے کے لیے اور اتحاد واتفاق کا شیرازہ برقرار رکھنے کے لیے ناگزیر تھا کہ آپ آخری ہدایت نامہ میں اس عقدہ کو حل فرماتے۔ آپ نے اس سلسلے میں جو امت کو قیمتی سبق دیا وہ کتب احادیث وسیر کے اوراق کی زینت ہے اور قیامت تک یہ زندہ قوموں کے لیے روح افزا پیغام ہے:

> يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ أُمِرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبشيٌّ مُجْدِعٌ مَا أَقَامَ فِيْكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ۵۹؎
>
> [اے لوگو! اللہ سے ڈرو، سنو اور اطاعت کرو، اگر حبشی بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو، جب تک وہ تم کو اللہ عزوجل کی کتاب کے مطابق لے چلے ۔]

باپ کے جرم میں بیٹا، بیٹے کے جرم میں باپ، بھائی کے جرم میں بھائی چچا کے جرم میں بھتیجا اور بھتیجے کے جرم میں چچا مجرم نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کاغذی طور پر بعض ملکی اور بین الاقوامی ضوابط ودفعات میں یہ اصول موجود ہو۔ لیکن صداقت یوں نظر آتی ہے کہ پوری دنیا میں یہ کریہہ اور انسانیت سوز منظر سامنے آتا ہے کہ اکثر وبیشتر ایک شخص کی غلطی کا خمیازہ پورے خاندان والوں کو بھگتنا پڑتا ہے اور بسا اوقات خاندان کے خاندان تباہ وبرباد کردیئے جاتے ہیں۔ اسلام غلطی کا ارتکاب کرنے والے کا ہی مواخذہ کرتا ہے۔ مجرم وہ ہے جو جرم کرتا ہے اور سزا مجرم کو ہی ملنی چاہیے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات اعزّاء واقربا اور احباب ورفقاء کو مجرم نہیں قرار دیتیں الا یہ کہ کسی نہ کسی حد تک ان کے ملوث ہونے کا ثبوت فراہم ہوجائے۔ قرآن مجید کی بے شمار تعلیمات اس موقف پر دالّ ہیں کہ جو عمل خیر کرے گا اس کے نتیجہ خیر سے وہ خود مستفیض وشرفیاب ہوگا۔ اور جو عمل بد اختیار کرے گا اس کا وبال خود اسی پر ہوگا۔ ۶۰؎ اسلام کا یہ درخشاں اصول دنیا اور آخرت دونوں جگہوں کے مقدمات کے سلسلے میں

ہے۔ آخری حج کے موقع پر ترجمان وحی الٰہی رسالت مآب ﷺ نے اس سلسلے میں قرآن مجید کی درخشاں تعلیمات کا ماحصل ان الفاظ میں پیش کیا تھااور امت مسلمہ کے نمائندہ اجتماع کے واسطے سے پوری انسانی برادری کو یہ واضح لائحۂ عمل دیا تھا:

اَلَالَا یَجْنی جَانٍ اِلاَّ عَلٰی نَفْسِہ اَلاَ لاَ یَجْنِی جَانٍ عَلٰی وَلَدِہٖ وَلاَمَوْلُوْدٌ عَلٰی وَالِدِہ ۲۱؎

[ہاں سنو! مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے، ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں ہے اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں ہے۔]

رسول اکرم ﷺ کی اس زریں تعلیم کو اگر آج معاشرہ انسانی اپناوطیرۂ زندگی بنالے اور حقوق انسانی کے علمبردار ان مقدس الفاظ کو اپنے قانون وضابطہ کی زینت بنالیں تو بعید نہیں کہ بہت حد تک ظلم وبربریت اوروحشت ودرندگی کا قلع قمع ہوگا اور انسانی عظمت وتقدس کی بہت حد تک حفاظت ہوسکے گی۔ یہ تعلیم غیر اسلامی حکومت کی رعایا کے لیے بھی اتنی ہی اہم ہے ۔ ملک کا دستور وضابطہ کسی ملک کی عظمت کا ترجمان ہوتا ہے۔تعلیم نبوی کا انطباق یوں ہوتا ہے کہ اگر ایک حکمراں اگرجمہوریت کی روح برقرار رکھتے ہوئے تمام طبقات (خواہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں) کاخیال کرتے ہوئے اورسب سے اہم بات یہ ہے کہ ملک کے دستور کا تقدس برقرار رکھتے ہوئے اگر وہ حکمرانی وقیادت کرر ہاہےتو خواہ مخواہ اس کے اصولوں کے نفاذ میں سد راہ نہیں بننا چاہیے،مخالفتوں اور مخاصمتوں کا طوفان نہیں کھڑا کرنا چاہیے، احتجاجات اور بغاوتوں کو شہہ نہیں ملنا چاہیے۔ چاہے وہ حکمراں اونچی ذات کا ہو یا نیچی ذات کا، اس کا احترام لازم ہے ۔ ملک کے قانون کااحترام واجب ہے، اور صحیح معنوں میں ملک وقوم کی صلح وآشتی اور فلاح وبہبود کے لیے اس کا یہ اقدام سراہے جانے کے لائق ہے۔

کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ ﷺ شریعت مطہرہ کے دومستند ترین مآخذ ہیں۔ کتاب اللہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی عظمت کے ظاہری پہلوکوبھی مستحضر رکھا جائے اوراس کی عظمت کے باطنی پہلو کوبھی۔ بلکہ اس ضابطۂ زندگی کا اصل احترام یہ ہے کہ اس کی تعلیمات سے اپنی زندگیوں کو روشن کیا جائے اوراس کے احکام کو معاشرے میں نافذ کیا جائے۔ اسی طرح سنت رسول اللہ سے محبت کاتقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر مقالے لکھے جائیں، کتب ورسائل تحریر کیے جائیں،

تقاریر ومواعظ سے عوام وخواص کو مستفیض کیا جائے، تقریبات سیرت نبوی کا اہتمام کیا جائے، لیکن آپؐ سے محبت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کو اسوۂ عمل بنایا جائے اور آپ کی تعلیمات کو انسانیت کے لیے نجات دہندہ کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ خاتم الانبیاء ﷺ نے عرفات کے میدان میں انسانیت کو جو جامع دستور حیات دیا تھا، اس کی ایک اہم دفعہ یہ تھی:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِما کِتَابَ اللّٰه و سُنَّتِی ۶۲

[میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ تم لوگ ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم لوگ ان کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے اور وہ دو چیزیں ہیں کتاب اللہ اور میری سنت۔] ☆

رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مقدس الفاظ کے آئینے میں آج امت اپنی تصویر دیکھے کہ کیا وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا حق ادا کررہی ہے۔ قرآن مجید میں ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے اللہ رب العزت کا یہ وعدہ بتکرار مرقوم ہے کہ وہ زمین میں خلافت ارضی کا پروانہ سونپے گا اور عزت وسرخروئی ان کے لیے مقدر ہوگی جو ایمان سے شرفیاب ہوجائیں اور عمل صالح کو اپنا زیور حیات بنالیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ آج امت مسلمہ پوری دنیا میں ذلت وخواری اور محرومیت ومظلومیت کے دور سے گزر رہی ہے اور طرح طرح کے نامساعد حالات سے اس کو سابقہ پڑرہا ہے۔تشویشناک حد تک ان کو مشکوک ومشتبہ قرار دیا جارہا ہے اوراس بنیاد پر ان کی جان، مال اور عزت سے بھی کھلواڑ کیا جارہاہے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ حالاں کہ مسلمانوں سے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ سرخرو اور فائز المرام ہوں گے۔ امت کی ہمہ جہت پستی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آج مسلمان کا واسطہ قرآن مجید سے رسمی رہ گیا ہے۔ وہ کتاب جس نے بھیڑ بکری چرانے والی قوم کی زندگیوں کو بدل دیا تھا، وہ ساری دنیا کے انسانوں کے رہبر ہوگئے تھے اور اسی کتاب کی بدولت انھوں نے اغیاروا جانب کے کیمپ میں لرزہ طاری کردیا تھا۔ آج بھی وہ کتاب محفوظ و مامون شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس کتاب سے ہمارا تعلق مضبوط و مستحکم ہوجائے

☆ بعض معتبر ومستند ماخذ میں لفظ ''سنتی'' کی جگہ عترتی اهلبیتی'' بھی آیا ہے جس کا مطلب ہے، میری عترت واہلبیت

اور ہم ذلیل وخوار رہیں۔ اسی طرح سنت رسولؐ اللہ سے ہماری وابستگی سطحی ہے۔ سرورعالم ﷺ پر محض درود وسلام پڑھ لینا، نام آتے ہی عقیدت سے چوم لینا، میلاد کی محفلوں کو قمقموں سے مزین کردینا اور اس سلسلے میں ہفتہ وعشرہ تقریبات کا انعقاد کرلینا، یقیناً یہ محبت رسول ﷺ کے مظاہر ہیں لیکن محبت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ آپ کے طریقۂ زندگی سے محبت ہوجائے، شب وروز کے چوبیس گھنٹوں، نشست وبرخاست، تکلم وگویائی، اکل وشرب، سلوک وبرتاؤ اور دیگر تمام مصروفیات میں سنت رسولؐ اللہ جلوہ گر ہوجائے۔

قرآن مجید چوں کہ اللہ رب العزت کی عطا فرمودہ نعمت عظمیٰ ہے جو ساری انسانیت کے لیے ہے اور رسول اکرم ﷺ قیامت تک کے سارے انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ آپ کا طریقۂ زندگی قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے۔ آج اگر دنیائے انسانیت پستی وانحطاط اور زوال ادبار کا حل تلاش کرنے میں سرگرداں ہے تو تجربے کی میز پر اس کتاب اللہ کو رکھے جو بلاشبہ تمام انسانوں کو راہ نجات دکھاتی ہے۔ اور بلاشبہ اس راہ نجات کے اسرار ورموز سرورکونین ﷺ کی زندگی میں ملتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے خدمت گار کے طور پر کائنات کی پوری بزم سجادی۔ انسان خدا کی زمین پر رہتا ہے، اس کا دیا ہوا کھاتا ہے، اس کی ہواؤں میں سانس لیتا ہے، اعضاء جسمانی کی شکل میں اس کی بے مثل نعمتوں سے مالا مال ہے، ماں باپ جیسے شفقت ومحبت کے پیکر سے وہ بہرہ ور ہے، اعزہ واقربا اوراحباب ورفقاء کی عنایت وتوجہ اورالفت ومحبت کا سرمایہ اس کی زندگی کو خوشگوار بناتاہے۔ ان ساری نعمتوں سے متمتع ہونے کے باوجود اگر وہ اپنا سرکسی اور آستانے پر جھکاتا ہے اور اپنی عملی زندگی کے فیصلہ کن مراحل میں دوسری ہستیوں کو شریک وسہیم سمجھتا ہے تو اس سے بڑی بے حیائی اور اس سے بڑی ناشکری نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ عقیدے کے اس فساد کے ساتھ کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں باوزن نہیں ہوتا[۶۳] اوراس کی حیثیت صحرا کے سراب کی طرح ہوتی ہے۔[۶۴] اللہ کی ذات کا انکار یا اللہ کی ذات میں اس کی صفات میں یا اس کے اختیارات میں کسی کو ساجھی قرار دینا، دونوں ہی انتہائی شنیع جرم ہیں، اور دونوں کا انجام جہنم ہے[۶۵]۔ اللہ رب العزت کے یہاں اگرکوئی معافی نہیں ہے تو کفروشرک کی معافی نہیں ہے۔شرک کو اللہ رب العزت کھلے الفاظ میں جرم عظیم اورظلم عظیم قرار دیتا ہے[۶۶]۔اسی لیے اس کے نزدیک یہ جرم ناقابل معافی ہے۔

عبادت صرف اور صرف اللہ کی ہونی چاہیے، یہی تعلیم تمام پیغمبران خدا نے دی اور اسی کی تعلیم سرورکونین ﷺ نے فرمائی، اس لیے کہ اس کی پیدائش کا مقصد ہی عبادت ہے ۶۷۔ گویا ایک لمحہ کے لیے بھی اس مبارک عمل سے انحراف اللہ سے انحراف ہے، چنانچہ ایک شخص سے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اللہ کا ہی عبد ہوکر رہنے کا مطالبہ ہوتا ہے۔ اور یہی وہ شایانِ انسانیت عمل ہے جو انسان کو تمام معبودان باطل کے طوق سلاسل سے خلاصی کا سبب بنتا ہے۔ اگرچہ رسول اکرم ﷺ نے سوا لاکھ نمائندگان اسلام کی موجودگی میں وہ تاریخی خطبہ دیا تھا، لیکن اس نمائندہ اجتماع کے توسط سے آپ پوری انسانی برادری کو یہ پیغام دے رہے تھے۔ اس لیے کہ آپ کی بعثت مبارکہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہوئی تھی بلکہ انسانیت کے لیے ہوئی تھی اور آپ رحمۃ للعالمین کے مقام پر فائز تھے۔ ہاں ایمان کی نعمت سے شرفیاب ہونے والے ہی اس امانت کو دنیائے انسانیت تک پہنچا سکتے تھے، اس لیے آپ نے اس خطبہ میں وہ عظیم الشان دفعہ بھی شامل کی جس پر عمل پیرا ہونے کے بعد معبودان باطل کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار پھینک کر انسانیت کی معراج حاصل کی جاسکتی تھی اور ابدی اور لازوال کامیابی کی شکل میں جنت کا حصول ممکن ہوسکتا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا:

اعبُدُوا ربّکم فَصَلُّوا خَمْسَکُمْ وَصَومُوا شَهْرکم وَاَطِیْعُوا اذا آمرُکُمْ تَدخُلُوا جنَّة ربّکم ۶۸

[تم لوگ اپنے رب کی عبادت کرو، اپنی پانچوں وقت کی نمازیں پڑھو، اپنے روزے رکھو اور جب میں تم کو حکم کروں تو اطاعت کرو، تاکہ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ۔]

فرزندان اسلام کے لیے یہ وصیت جس قدر معنی خیز تھی بعینہٖ دوسرے بندگان خدا کے لیے اہم اور قابل قدر تھی۔ ایک خدا کی بندگی آسان بھی ہے اور انسان کے شایان شان بھی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ خداؤں کے جھرمٹ میں رہنے والے بندۂ خدا کو نہ تو فکروخیال کے لحاظ سے امن وآشتی نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی حقیقی خالق سے صرف نظر کرکے اس کی زندگی پُرکیف وپُربہار ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ایک خدا کی عبادت کا علم اٹھا کر گویا وہ اس کی صفت عدل کا بھی قائل ہوتا ہے اور اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ اس امتحان گاہ کے بعد ایک نتیجہ گاہ بھی وقوع پذیر ہوگی جہاں اپنے کیے ہوئے

اعمال کا بدلہ ملے گا۔ گویا خدا کی وحدت کے قائل اور آخرت پر یقین کامل رکھنے والے شخص کی زندگی ایک ذمہ دار اور جوابدہ کی زندگی ہوجاتی ہے۔ اس طرح فکر وعقیدہ کے لحاظ سے بھی اس کا دل دماغ بہت سے خداؤں کی آماجگاہ نہیں بنتا اور نہ ہی وہ یہاں بے لگام زندگی گزارتے ہوئے ظلم وبربریت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے کم وبیش سوالاکھ انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ بعثت مبارکہ کے اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ چوں کہ اسلام اللہ رب العزت کی بیش بہا روحانی نعمت ہے جو حضرت آدمؑ سے لے کر تمام پیغمبرانؑ خدا کو انسانوں کے رشدوہدایت کے لیے دیا گیا۔ محمد عربی ﷺ پر اس نعمت عظمیٰ کی تکمیل ہوئی۔ قرآن مجید اسلام کا مستند ترین منشور او رپوری انسانی برادری کے لیے جامع طریقۂ زندگی ہے جو محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا۔ اسلام جب عالمگیر ہے تو اس کا منشور بھی عالم گیر ہوگا اور اس منشور کی تفسیر وبیان کو بھی آفاقیت کا درجہ حاصل ہوگا۔ متعدد قرآنی آیات رسول عربی ﷺ کی عظمت ورفعت پر ناطق ہیں۔ کہیں آپ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا جاتا ہے، کہیں آپ کی اتباع کو اللہ کی محبوبیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، کہیں آپ کو اخلاق فاضلہ کی انتہائی بلندیوں پر متمکن ہونے کا اعزاز بخشا جاتا ہے، کہیں آپ کے نطق وگویائی کو اللہ کی وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہیں آپ پر اللہ کی خاص نظر عنایت کا تذکرہ ہے، کہیں ببانگ دہل یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃٌ لِلّعَالمین ہیں اور آپ کا اسوۂ زندگی ان تمام انسانوں کے لیے نمونہ عمل ہے جو اللہ سے ملاقات کے خواہاں اور آخرت کی لازوال مسرتوں کے حصول کے امیدوار ہیں۔

ایام حج کے دوران عرفات کے میدان میں خاتم الانبیاء ﷺ کا خطبہ وہ آخری خطبہ ہے جو خطبہ حجۃ الوداع سے موسوم ہے۔ اگرچہ یہ عظیم الشان مجمع دنیا بھر کے ایمان کے شیدائیوں اور آپ کے جاں فروشوں کا تھا، تاہم ان کے توسط سے اس وصیت اور الوداعی پیغام کے مخاطب وہ لوگ بھی تھے جو کسی وجہ سے ایمان سے شرفیاب ہونے کے باوجود شرکت سے محروم تھے اور وہ لوگ بھی اس پیغام کے مخاطب تھے جو حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے لیکن اسلام کی اس نعمت غیر مترقبہ سے ان کو محروم نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ علاقائی سطح پر، ضلعی سطح پر، صوبائی سطح پر، ملکی سطح پر اور بین الاقوامی سطح پر حقوق

ومراعات کی بازیافت کی باتیں گونج رہی ہیں ،مضامین ومقالات اورکتب ورسائل منظر عام پر آرہے ہیں ، ہفتہ وعشرہ تقریبات منائی جارہی ہیں ،ملاحظات ومباحثات ہورہے ہیں اورسیمینار وسمپوزیم منعقد ہورہے ہیں، لیکن سچ تو یہ ہے کہ مرض سنگین سے سنگین تر ہوتا جارہاہے اور انسان کی عظمت مجروح ہوتی جارہی ہے۔آج جمہوریت اورشورائیت کے قیام کی بالادستی کے نام پر عدل وانصاف کاخون کیاجارہا ہے، حقوق پامال کیے جارہے ہیں، عزتوں سے کھلواڑ کیاجارہا ہے، انسانی خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے، رنگ ونسل اور خطہ وعلاقہ کی بنیاد پر معاملات طے ہورہے ہیں، عورتوں کے حقوق کی پامالی ہورہی ہے اور آزادیٔ نسواں کے آڑ میں عورتوں کی عزت وعصمت کاسودا کیاجارہاہے، مجرم کی بجائے مجرمین کے متعلقین واحباب حراست میں لیے جاتے ہیں اور انھیں ناکردہ گناہوں کی سزا جھیلنی ہوتی ہے۔ قیادت کے نام پر امت میں بحران ہے۔ایسا نہیں ہے کہ باوصف اورلائق وفائق افراد ملت کا فقدان ہے، لیکن تشویشناک بات یہ ہے کہ جھوٹی شہرت ، بے جاحمیت، تعصب، برادری، ذاتی، خاندانی اورگروہی مفادات کے حصار نے امت کی قوت بازوکوشل کردیا ہے اور ان کے احساس زیاں کو نابودکردیا ہے، اس لیے کسی بھی قائدکو برداشت کرنے کی صلاحیت اس کے اندرنہیں رہ گئی ہے۔ اسی طرح کسی بھی ملک کےعوام کے اندرتحمل وبردباری کا وہ وصف معدوم ہوتا جارہا ہے جس کی بنا پر اس کے اندر سے اہون البلیّتین (Lesser Evil) کو برداشت کرنے کی قوت ناپید ہوچکی ہے اور حکمراں جماعت کے لیے عوام اورحکمراں مخالف جماعتوں کی طرف سے بسا اوقات مخالفتوں اور مخاصمتوں کا طوفان برپا کیاجاتاہے۔

عصر حاضر کے ان ناخوشگوار ونامساعد حالات میں خطبۂ حجۃ الوداع بجا طور پرحقوق انسانی کا جامع اور عالمگیر منشور ثابت ہوتاہے۔امانتوں کی ادائیگی کا حکم بالخصوص اسلام جیسی متاع عزیز کو ان بندگان خدا تک پہنچانے کی تعلیم جو اللہ رب العزت کی اس نعمت بے بہا سے محروم ہیں، دنیائے انسانیت کے لیے متاع گراں مایہ سے کم نہیں ہے۔ جان، مال،عزت اور آبرو کی حفاظت کی تعلیم عقل عام سے مزین اور غیرت وحمیت سے پُر ہرشخص کے لیے اس عارضی دنیا میں مژدۂ جانفزا اور روح پرور پیغام ہے۔ **تقویٰ** دراصل وہ ضابط وحکمراں ہے جوشب تاریک میں بھی اور دن کی روشنی میں بھی، بند کمرے اور کوٹھری میں بھی، چوراہوں اورشاہراہوں پربھی، آبادی میں بھی اور ویرانے میں بھی، میدان بزم میں بھی اور میدان رزم میں بھی، فواحش ومنکرات کا باغی اورخیرات وحسنات کا پیامی

بنا دیتا ہے۔ **رنگ ونسل** اور **فرقہ وبرادری** کے تمام فروق امتیازات کو پیروں تلے دبا کرامت مسلمہ کے نمائندہ اجتماع کے توسط سے دنیائے انسانیت کو نبی عربی ﷺ نے یہ قیمتی درس دیا ہے کہ بڑائی کا کوئی معیار اگر ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے۔ اسی طرح **آخرت کا عقیدہ** آدمی کو، ذمہ دار وجوابدہ بناتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے الوداعیہ خطبہ کے یہ مقدس الفاظ 'سَتُلْقَونَ رَبَّکُمْ فَیَسْأَلُکُم عَنْ اَعْمَالِکُمْ' حقوق وفرائض کی ادائیگی کے لیے پوری انسانی برادری کے لیے مہمیز کا کام کرتے ہیں۔ افراط وتفریط اور غلو وانتہا پسندی سے اجتناب کی تلقین جس طرح دین و مذہب کے لحاظ سے سرمایۂ سیم وزر ہے اسی طرح دنیوی مشاغل ومعاملات میں رحمت ورافت کا مقام ہے جسے لاکھوں فرزندان توحید کے سامنے آپ نے بطور وصیت حوالۂ ناظرین کیا تھا۔

مجرم وہی ہے جو جرم کا ارتکاب کرے، یہ نہیں ہوگا کہ اس کا باپ بیٹا یا کوئی اور عزیز اس جرم کی پاداش میں اذیتیں جھیلے۔ یہ ایک صائب فکر اور راست طریقہ ہے جو آج کی دنیا میں اگر جامۂ عمل پہن لے تو ایک مجرم کے بدلے میں خاندان کے خاندان کی تباہی کا المناک اور روح فرسا منظر نگاہوں کے سامنے نہ آئے۔ اس زرین اصول کو بھی آپ نے اپنے آخری خطبہ کی اہم دفعہ میں شامل کیا اور لوگوں کو تنبیہ کی کہ ظالم اور مجرم ہی کیفروکردار تک پہنچایا جائے نہ کہ اس کے اعزّاء واقرباء اور دیگر احباب ومتعلقین۔ حقوق نسواں کی بحالی اور آزادئ نسواں کا نعرہ اگرچہ جاذب نظر ہے، تاہم جدید دور میں یہ آوازیں عورت کی خیرخواہی کے بجائے اس سے نفرت وعداوت اور اس کی آبروریزی پر ناطق ہیں۔ عورت اپنی فطرت اور مخصوص صلاحیت کی بنا پر گھر کی ملکہ ہے اور اس اہم ترین تربیت گاہ کی کل وقتی معلّمہ اور مربّیہ ہے۔ اسی طرح مرد باہر کی دنیا کا سفیر، اقتصادی امور کا ذمہ دار اور گھر کے احوال وکوائف کا نگراں ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے شریک سفر گاڑی کے دو پہیے کے مثل ہیں۔ یہ دونوں اسی وقت کام کرسکتے ہیں جب دونوں ہی درست ہوں۔ مرد اور عورت کی درستگی اور اپنے اپنے میدان میں حسن کارکردگی کا راز اس میں مضمر ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں اور دونوں ہی اپنے فرائض کے تئیں بیدار مغزی کا ثبوت دیں۔ انسان کی انسانیت کا راز بلکہ یوں کہا جائے کہ انسانیت کی معراج کا راز اس میں مضمر ہے کہ تمام باطل خداؤں کا قلادہ اتار پھینک کر خدائے واحد کی عبودیت کا تاج اپنے سر پر رکھ لے، تبھی وہ اس دنیا میں اشرف المخلوقات کی

حیثیت سے زندگی گزار سکتا ہے اور فرائض وواجبات کی بحسن خوبی ادائیگی کے ذریعہ لازوال مسرتوں کی کلید حاصل کرسکتا ہے۔قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ دونوں جہاں کی سعادتوں اور کامرانیوں کے لیے قیمتی مخزن اور مستند ترین مصادر ہدایت ہیں جن کی تعلیمات کو عملی زندگی میں برت کر دونوں جہاں کی سرخروئی کا مقام حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اگرحجۃ الوداع کے ان تاریخ ساز،فکر انگیزاور بے نظیر تعلیمات وتنبیہات کو معاشرہ انسانی نقوش راہ بنالے تو صحیح معنوں میں عدل وانصاف کا قیام، حقوق ومراعات کی حفاظت اور انسانیت نوازی و بشر دوستی کا چلن معاشرہ انسانی میں عام ہوسکتا ہے اورحقوق انسانی سے متعلق ہمارے مقالات وملاحظات ، مناقشات و مباحثات اورقومی اور بین الاقوامی سیمنار وسمپوزیم محمود ومبارک اورسعی مشکور ثابت ہوسکتے ہیں۔

حوالے وحواشی

۱۔سورۂ شوریٰ ،آیت ۱۳

۲۔سورۂ مائدہ ،آیت ۳

۳۔سورۂ مائدہ ،آیت ۳

۴۔سورۂ بقرہ ،آیات ۲، ۹۷، ۱۸۵، سورۂ آل عمران ،آیت ۱۳۸، سورۂ انعام ،آیت ۱۵۷،سورۂ اعراف ،آیت ۲۰۳، سورۂ نحل ،آیات ۶۴، ۸۹، ۱۰۲، سورۂ نمل ،آیت ۲،سورۂ لقمان ،آیت ۳،سورۂ فصّلت ،آیت ۴۴

۵۔سورۂ انعام ،آیت ۱۵۷، سورۂ اعراف ،آیت ۲۰۳، سورۂ یونس،آیت ۵۷، سورۂ یوسف ،آیت ۱۱۱، سورۂ نحل ،آیت ۸۹، سورۂ اسراء ،آیت ۸۲، سورۂ قصص ،آیت ۴۳

۶۔سورۂ یونس ،آیت ۵۷، سورۂ اسراء ،آیت ۸۲، سورۂ فصلت،آیت ۴۴

۷۔سورۂ ابراہیم،آیت ۱

۸۔سورۂ اسراء ،آیت ۹

۹۔سورۂ ابراہیم ،آیت ۵۲

۱۰۔سورۂ آل عمران ،آیت ۳۲، ۱۳۲، سورۂ نساء ،آیت ۵۹، سورۂ مائدہ ،آیت ۹۲، سورۂ انفال ،آیات ۱، ۲۰، سورۂ نور ،آیت ۵۴،سورۂ محمد ،آیت ۳۳، سورۂ مجادلہ ،آیت ۱۳، سورۂ تغابن ،آیت ۱۲

۱۱۔سورۂ آل عمران،آیت ۳۱

۱۲۔سورۂ نجم،آیت ۳

۱۳۔سورۂ قلم ،آیت ۴

۱۴۔ سورۂ احزاب، آیت ۵۶

۱۵۔سورۂ اعراف، آیت ۱۵۷

۱۶۔سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷

۱۷۔سورۂ نحل، آیت ۴۴، ۶۴

۱۸۔سورۂ احزاب، آیت ۲۱

۱۹۔مسلم بن حجاج القشیر ی، الجامع الصحیح، ج۱، کتاب العتق، ص ۴۹۵، مطبع اصح المطابع، دہلی

۲۰۔مسلم بن حجاج القشیر ی الجامع الصحیح، ج۱، کتاب البر، ص ۱۲۵۔۱۲۶

۲۱۔چونکہ قرآن مجید اسلام کا عالمگیر اور آفاقی منشور ہے جو قیامت تک کے لیے ہے اور نبی کریم ﷺ اس کتاب عزیز کے حامل ہیں۔ آپ کے بعد نہ ہی کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی کتاب، اس لیے آپ ﷺ کی عظمت کا راز بھی اس اعتراف ویقین میں مضمر ہے کہ آپ کو تمام دنیا کے انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا اور بطور سرچشمہ ہدایت آپ ﷺ کو یہ کتاب دی گئی ۔ اس لیے آپ کی نبوت بھی عالمگیر اور آفاقی ہے۔

۲۲۔سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷، سورۂ سبا، آیت ۲۸

۲۳۔سورۂ آل عمران، آیت ۳۱

۲۴۔سورۂ نساء، آیت ۵۸

۲۵۔سورۂ اعراف، آیت ۱۰۵

۲۶۔عبدالملک بن ہشام: سیرۃ النبی، الجزء الرابع، ص ۲۷۵، دارالفکر

۲۷۔سورۂ تکاثر، آیت ۸

۲۸۔حاکم نیشاپوری: المستدرک، کتاب الرقاق، ج۴، ص ۳۰۶، ۱۳۴۲ھ، دائرۃ المعارف، حیدرآباد،

۲۹۔محمد بن عیسیٰ الترمذی: سنن الترمذی، ج۲، باب فی القیامۃ، ص ۵۴۵، حدیث ۲۴۱۷، الطبعۃ الاولیٰ مکتبۃ المعارف، ریاض

۳۰۔سورۂ حجر، آیت ۹

۳۱۔سورۂ آل عمران، آیت ۸۵، سورۂ نساء، آیت ۱۲۵، سورۂ مائدہ، آیت ۳

۳۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰

۳۳۔سورۂ مائدہ، آیت ۳۲

۳۴۔احمد بن حنبل :المسند، ج۱،ص ۲۳۰
۳۵۔شبلی نعمانی: سیرۃ النبی ،ج ۲،ص ۹۹، ۱۴۰۸ھ، لاہور
۳۶۔احمد بن حنبل: المسند، ج۵،ص ۴۱۱
۳۷۔سورۂ حجرات،آیت ۱۳
۳۸۔تقویٰ در اصل خوف خدا یا خشیت الٰہی سے عبارت ہے۔دنیا کا کوئی قانون، معاشرے کی کوئی تعلیم یا روایت مخصوص اوقات میں اور وقتی طور پر کارگر اور موثر ہوسکتی ہے، لیکن خدا کا خوف یا تقویٰ ہر جگہ آدمی کو اچھائیوں کا علمبردار اور برائیوں سے باغی بنادیتا ہے۔ اور یہ قانون انسان کو اندر سے بدل دیتا ہے۔
۳۹۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۳۴، ۱۴۱، ۲۸۶، سورۂ نحل،آیت ۷۱، الانبیاء،آیت ۹۴، سورۂ بنی اسرائیل،آیت ۲۱، سورۂ زلزال،آیت ۸-۷
۴۰۔اسلام نتائج عمل میں برابری کا قائل نہیں ہے۔ ہاں اسباب و وسائل سب کے لیے فراہم ہونے چاہئیں، اس بات کی وکالت کرتا ہے۔ اگر ایک مفلس اور غریب ہے جو اپنی معاشی خستہ حالی کی بنا پر اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام نہیں کرسکتا، اس کے لیے اسلامی حکومت ذمہ دار اور مکلّف ہے کہ دوسرے بچوں کی طرح سہولیات اسے بھی دستیاب ہوں اور یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔ نتیجہ عمل میں برابری بہر حال غیر فطری اور غیر عقلی ہے اس لیے کہ جب اس بات کا یقین ہو کہ کام کیا جائے یا نہ کیا جائے محنت وکاوش کی جائے یا غفلت اور کام چوری کا طریقہ اختیار کیا جائے تو پھر کوئی تنظیم، کوئی شعبہ یا کوئی ریاست کیوں کر ترقی کے گام پر چل سکتی ہے، اس لیے کہ کام چوری، سستی، اور غفلت وبے توجہی، عام لوگوں کا شیوہ وشعار بن جاتا ہے۔ انسانوں میں مقام ومرتبہ اور نتیجہ وانجام کے لحاظ سے تفاوت در اصل کائنات کا نظام قائم رکھنے کے لیے ایک بڑی حکمت عملی ہے۔ اس کے برعکس اگر نتائج میں سب برابر ہوجائیں تو کائنات فساد کا شکار ہوجائے۔
۴۱۔سورۂ شوریٰ،آیت ۲۷
۴۲۔سورۂ بقرہ،آیت ۶۱
۴۳۔سورۂ مائدہ،آیت ۷۷
۴۴۔سورۂ حشر آیات ۱۸، ۱۹
۴۵۔محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی: سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک ومتعلقاتہا،ص ۲۲۴، مطبع کلکتہ
۴۶۔ملاحظہ فرمائیں، سورۂ اخلاص،آیت ۱-۴، سورۂ اعراف،آیت ۵۴

۴۷۔سورۂ بقرہ،آیت ۲۵۵، سورۂ آل عمران ،آیت ۲، سورۂ شوری ،آیت ۱۱، سورۂ دخان، ۶، قٓ،آیت ۱۶

۴۸۔سورۂ بقرہ ،آیت ۳۳،سورۂ انعام ،آیت ۵۹،سورۂ ہودسورۂ ا ۳، ۱۲۳،سورۂ اسراء،آیت ۲۵،سورۂ کہف ،آیت ۲۶،سورۂ عنکبوت،آیت ۱۰،سورۂ مؤمنون ،آیت ۲۲،سورۂ سجدۃ ،آیت ۶۔

۴۹۔سورۂ انعام ،آیت ۱۸، ۶۱،سورۂ یوسف ،آیت ۲۱

۵۰۔سورۂ انعام ،آیت ۱۷

۵۱۔سورۂ انعام،آیت ۱۰۲، سورۂ رعد،آیت ۱۶، سورۂ کہف ۱۱۰، سورۂ زمر،آیت ۶۲، سورۂ شوری،آیت ۱۱، سورۂ حشر،آیت ۲۴

۵۲۔سورۂ آل عمران،آیت ۴۴، سورۂ انعام،آیت ۱۹، سورۂ یوسف ،آیت ۱۰۲، سورۂ ہود،آیت ۴۹۔

۵۳۔سورۂ احزاب ،آیت ۴۰

۵۴۔سورۂ قلم ،آیت ۴

۵۵۔سورۂ آل عمران ،آیت ۳۱

۵۶۔سورۂ احزاب ،آیت ۵۶

۵۷۔سورۂ احزاب ،آیت ۲۱، الممتحنہ،آیت ۶

۵۸۔محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی: سنن ابن ماجہ: ابواب النکاح،ص ۱۳۴، مطبع کلکتہ

۵۹۔احمد بن حنبل: المسند ، ج ۴،ص ، ۷۰

۶۰۔سورۂ بقرہ ،آیت ۲۸۶، سورۂ النساء ،آیت ۳۲، سورۂ قصص ،آیت ۸۴، سورۂ روم ،آیت ۴۴، سورۂ طور،آیت ۲۱، سورۂ قارعہ ،آیت ۶۔۹

۶۱۔محمد بن یزید القزوینی: سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک ومتعلقاتہا،ص ۲۲۵، مطبع کلکتہ

۶۲۔احمد بن حنبل: المسند ، ج ۳،ص ۵۹

۶۳۔سورۂ کہف ،آیت ۱۰۵، سورۂ الحج ،آیت ۳۱

۶۴۔سورۂ نور ،آیت ۳۹، ۴۰

۶۵۔سورۂ مائدہ ،آیت ۲۷، سورۂ بیّنہ ،آیت ۶

۶۶۔سورۂ نساء،آیت ۴۸، ۱۱۶، سورۂ لقمان ،آیت ۱۳

۶۷۔سورۂ ذاریات ،آیت ۵۶

۶۸۔احمد بن حنبل: المسند ، ج ۵،ص ۲۵۱، مستدرک حاکم ، ج ۱،ص ۲۹۸

حج و اتحاد اسلامی

مولانا سید محمد جابر جوراسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَماً لِّلنَّاسِ ....[۱]

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو اس کا محترم گھر ہے لوگوں کیلئے جائے قیام قرار دیا۔

اس آیۂ کریمہ میں جو اجتماعی پہلو ہے وہ ظاہر ہے۔ گویا یہ مقدس جگہ اجتماعی استفادہ کا مرکز ہے۔

ایام ہفتہ میں جمعہ کو اجتماعی پہلو ہی کی وجہ سے ''جمعہ'' کہتے ہیں اور اگر یوم حج جمعہ کے دن ہوتو وہ ''حج اکبر'' ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیٌٔ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ رَسُوْلُہٗ [۲]

(ترجمہ) اللہ و رسولؐ کی طرف سے یوم حج اکبر لوگوں کی طرف اعلان عام کیا جاتا ہے کہ اللہ و رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔

نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ دیکھو! اگر تم خدا و رسولؐ والے ہو تو مشرکین سے کنارہ کش رہنا اور ان سے خلط ملط نہ رکھنا!

اگر ایک طرف یہ مقام برأت مشرکین کا مرکز ہے تو دوسری جانب یہ جائے امن ہے۔

وَ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِناً [۳] اور جو اس گھر میں داخل ہوا داخل امن ہو گیا۔

جب اس جگہ اہل اسلام جمع ہوجائیں تو ہر طرح کی تفریق اور بھید بھاؤ کو مٹا دیں اور جنگ و جدال سے اپنا منہ موڑ لیں۔

اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِیْ الْحَجّ [۴]

(ترجمہ) حج کے مہینے تو سب کو معلوم ہو چکے ہیں جو شخص ان مہینوں میں خود پر حج کو لازم کرلے تو (احرام باندھنے سے لے کر آخر حج تک) نہ وہ عورت کے نزدیک جائے نہ کوئی گناہ

کرے اور نہ جنگ وجدال کرے۔

اسلام بنیادی طور سے صلح و سلامتی کا مذہب ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ یہ جنگ و جدال اور خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام میں جو جنگیں ہوئیں وہ دفاع میں ہوئیں ورنہ جنگ کے مقابلہ میں امن کو اس نے ہمیشہ ترجیح دی ہے۔ اور آپس کیلئے تو اس کی باقاعدہ تاکید ہے کہ باہم لڑائی جھگڑے سے بچو یہ خود تمہارے لئے بھی انتہائی نقصان دہ ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتفشلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَالصِّبِرُوا (ط) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔ ۵

(ترجمہ) اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور باہم جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو یقیناً اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

آپس میں لڑائی جھگڑے کے برعکس باہمی بھائی چارہ کا حکم ہے۔ مدینہ کے دو بڑے قبیلے اوس وخزرج معمولی سی بات پر صدیوں تک ایک دوسرے کے دشمن رہے حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں صلح کرادی جب شیطان کے اشارے پر ایک مفسد شخص کے ذریعہ اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی گئی تو ارشاد رب العزت ہوا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ! وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوانًا وَكُنْتُمْ عَلىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (ط) كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۶

(ترجمہ) سب کے سب مل کر ریسمان الٰہی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ کا شکار نہ ہو خود پر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں تالیف پیدا کی اور اس کی نعمت سے تم باہم بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے اور اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اللہ اس طرح واضح طور پر تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت یافتہ بن جاؤ۔

مذکورہ آیت کریمہ سے چند باتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ تفرقہ پردازی غیر اسلامی فعل ہے الٰہی نعمت ہے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا۔ عداوت و دشمنی مثل آگ کے ہے اور خداوند عالم نے تالیف قلب کے ذریعہ مذکورہ آگ سے بچایا ہے اور بھائی چارہ روشن آیات الٰہیہ میں سے ہے۔

صلح و صفائی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُوْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ م بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِئَى اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَ تْ فَاَصْلِحُوْا ! بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا (ط) اِنَّ اللّٰه يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ اِنَّما الْمُوْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (ج) وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ ۷؎

(ترجمہ) اور اگر مومنین مین سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں باہم صلح کروا دو اور اگر ان میں سے ایک دوسرے کے خلاف بغاوت پر اتر آئے تو تم اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی (صلح) کی طرف پلٹ آئے پھر جب وہ اس جانب متوجہ ہوجائے تو وہ دونوں میں برابری کی بنیاد پر صلح کرادو اور انصاف سے کام لو یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ مومنین باہم بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان تم صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

آپس میں ناچاقی کا ایک سبب پھبتی کسنا اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالینا بھی ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کے فوراً بعد ارشاد الٰہی ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسىٰ اَنْ يَّكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ اَنْ يَّكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (ط) بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَمْ يَتُبْ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝ ۸؎

(ترجمہ) اے اہل ایمان تم میں سے کسی قوم کا کوئی (مرد) دوسری قوم کے (مردوں) کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر (پھبتی کسیں) کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ تم ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو اور ایمان لانے کے بعد بدکاری کا نام ہی برا ہے اور جو لوگ باز نہ آئیں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

کینہ پیدا ہونے اور دشمنی کی داغ بیل پڑنے میں ایک دوسرے کی غیبت کرنے کا بڑا دخل ہے۔ اور اس موقع پر چغل خور آگ میں تیل ڈالتے کا کام انجام دیتے ہیں ارشاد الٰہی ہے:

يَا اَيُّهَاالَّذِيْنَ اجْتَنِبُوْا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلاَ تَجَسَّسُوْا وَلَا

يَغْتَبْ بَعْضَكُمْ بَعْضاً (ط) اَيُحِبُّ اَحَدُكَمْ اَنْ يّاْكُلَ لَحمَ اَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتَمُوْهُ (ط) وَاتَّقُوا اللّٰه (ط)اِنَّ اللّٰه تَوّاْبٌ رَّحِيْمٌ ۹؎

(ترجمہ) اے اہل ایمان ! بہت سی بدگمانیوں سے بچے رہو! ایک دوسرے کے رازوں کوٹٹولتے نہ پھرو! ورنہ تم سے ایک دوسرے کی غیبت کرے۔کیا تم سے کوئی اس بات کو چاہے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے،تم اس سے کراہت کروگے۔ اور اللہ سے ڈرو! یقیناً اللہ تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

معاشرہ کا ایک خطرناک مرض خود میں احساس برتری کا پیدا ہوجانااور دوسرے کو کمتر نگاہوں سے دیکھنا ہے۔ اسلام جو مساوات کا مذہب ہے اس نے اس کج فکری پر کاری ضرب لگائی ہے۔

سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

يَا اَيَّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا كُمْ مِنْ ذَكَرٍوَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنَا كُمْ شُعُوباً وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۱۰؎

(ترجمہ) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں قبیلے اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کردیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار رہے ۔ یقیناً اللہ بڑا جاننے والا اور باخبر ہے۔

حج کا موقع بہترین موقع ہے جب کالے گورے غریب امیر، عرب عجم ، یہاں تک کہ لباس کے فرق کو بھی مٹادیا جاتا ہے اور ایک طرح کے لباس (احرام) میں سب ایک ہی نعرہ بلند کرتے ہیں '' اللّٰهم لبّيک لا شريک لک لبّيک "

اتنی واضح ہدایات کے بعد بھی اگر امت مسلمہ اتحاد کا دامن چھوڑ دے اور تفرقہ کا شکار رہے تو گویا اس نے نہ تو اسلام کی روح کو پہچانا اور نہ حج کے رموز و اسرار تک اس کی نگاہیں گئیں۔

حج کا پرشکوہ اژدہام ہر طرح کی نابرابری اور اختلاف کو ختم کر کے'' امت واحدہ'' کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہ باہم جنگ وجدال سے منع کرتا ہے،تفوق وبرتری کے اسباب کا خاتمہ کرتا ہے اور حسن معاشرت کی دعوت دیتا ہے۔امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔

لاَ يَعبو بمن هٰذا البيت اذالم يكن فيه تلاث خصال۔ورع يحجره عن

معاصی اللّٰہ و حلم یملک بہ غضبہ و حسن الصحابۃ لمن صحبہ [11]

(ترجمہ) جوشخص اس خانۂ الٰہی کا قصد کرے اور اس کے اندر یہ تین خصلتیں نہ پائی جاتی ہوں تو اس کی جانب کوئی توجہ نہ کی جائے گی۔

(۱) پرہیزگاری جو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ (۲) تحمل و بردباری جو غصہ کو خیر باد کہہ دے اور (۳) اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حسن معاشرت۔

آپؑ ہی کا یہ بھی ارشاد ہے:

بنی الاسلام علیٰ خمسۃ اشیاءٍ علی الصلواۃ الزکوٰۃ ، والحج، والصوم والولایۃ [12]

(ترجمہ) اسلام کی بنادیں پانچ چیزوں پر قائم ہیں۔۱۔ نماز ،۲۔ زکوٰۃ ، ۳۔ حج ۴۔ روزہ، ۵۔ ولایت اہلبیت علیہم السلام۔

ان پانچوں میں سے ہر ایک میں اجتماعیت اور یکجہتی کا عنصر موجود ہے، نماز کا انتہائی شرف جماعت میں ہے یہ یکجہتی ومساوات کا پیغام دیتی ہے

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا صلوٰۃ فی المسجد الحرام افضل من مأۃ الف صلوٰۃ فی غیرہ عن المساجد [13]

(ترجمہ) مسجد الحرام میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجد وں میں ایک لاکھ نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔

زکوٰۃ مالی نابرابری کو کم کرکے معاشرہ کے مفلوک الحال مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوکر اظہار یکجہتی کی بنیاد ہے۔ حج تو اس سلسلہ کا واحد پر شکوہ اجتماع ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک صف میں لاکھڑا کرتا ہے۔ روزہ کے ذریعہ مسلمان دوسروں کی بھوک پیاس کا احساس کرتا ہے اور خودغرضی کے چنگل سے آزاد ہوتا ہے۔ اور ولایت اہلبیتؑ کا تو کہنا ہی کیا یہ ہر عمل خیر کی جان و شان ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء نے اپنے اہلبیتؑ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(ترجمہ) پس اے اہل بیتؑ تم وہ اہل اللہ ہو جن کے ذریعہ نعمت تمام ہوئی انتشار

دور ہوا اور اتحاد و یکجہتی کا بول بالا ہوا۔ ۱۴

دختر رسولؐ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ارشاد فرمایا:

(ترجمہ) ہم اہل بیتؑ کی اطاعت تنظیم امت کا سبب اور ہماری قیادت اتحاد کا سرچشمہ ہے۔ ۱۵

اگر یہ کہا جائے تو حقیقت حال کی ترجمانی ہوگی کہ اتحاد اسلام کی بنیاد ہے۔ اور دنیا بھر میں سال بھر جمعہ اور عیدین وغیرہ کے ذریعہ جو نسبتاً چھوٹے چھوٹے مظاہرے ہوتے ہیں ان سب کا نچوڑ سال میں ایک بار ہونے والا حج کا عالمی اجتماع ہے۔ جس کے بہت سے دینی و دنیاوی فائدے ہیں۔ یہ اجتماع مسلمانوں کی شوکت و بزرگی کو ظاہر کرتا ہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آج جس طرح مسلمانوں کو دبایا اور کچلا جارہا ہے۔ اس کا توڑ حج کا اجتماع ہے جہاں دنیا کے ہر گوشہ سے مسلمان جمع ہوکر اپنی ہیبت کا بھی مظاہرہ کرتے ہیں اور دنیا کے کسی گوشہ میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف اجتماعی آواز بلند کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے بعد سے آج تک اولاً بانی انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خمینیؒ اور اب رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای مدظلہ پیغام حج کے ذریعہ مسلمانوں کے عالمی مسائل اٹھاتے رہے ہیں اور برأت مشرکین کے فریضہ کو پرامن مظاہروں کے ذریعہ اس موقع پر ادا کیا جاتا رہا ہے اگر چہ اس راہ میں مستکبرین کے ایجنٹوں کے ہاتھوں چارسو نہتے حاجیوں نے ماضی میں اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کیا۔ یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی اس لئے کہ یہ کام اسلام کی سربلندی اور تقویت دین کے لئے ہوتا رہا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لا یزال الّذین قائماً ماقامت الکعبة ۱۶

(ترجمہ) جب تک کعبہ قائم ہے دین کو زوال نہیں ہوگا۔

کعبہ پورے دنیا کے مسلمانوں کے لئے مرکز اور دل ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کعبہ کو ''بیت العتیق'' کیوں کہتے ہیں؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

لانّہ حر عتیق من النّاس ولم یملکه احد ۱۷

(ترجمہ) اسے بیت العتیق اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ آزاد و آزاد شدہ ہے اور یہ کسی ایک کی ملکیت نہیں ہے۔

حج کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ مسلمانوں کو اتحاد و یکجہتی کا سبق سکھاتا ہے اور مختلف تہذیبوں کے حامل افراد کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیتا ہے۔ اسی لئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے تاکید فرمائی کہ:

لا تترکوا حجّ بیت ربّکم فتھلکوا [18]

(ترجمہ) دیکھو بیت اللہ کا حج نہ چھوڑ بیٹھنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔

حج کے سلسلہ میں امام کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تو عطّل النّاس الحج لو جب علی الامام ان یجبر ھم علی الحج ان شاؤ او ان ابو لان ھذا البیت انما وضع للحج [19]

(ترجمہ) اگر لوگ حج کو معطل کر بیٹھیں تو امامؑ (ذمہ دار شریعت) پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو حج پر مجبور کرے عوام چاہیں یا نہ چاہیں اس لئے کہ یہ گھر حج ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔

دشمن کو علم ہوگیا ہے کہ حج کا اجتماع مسلمانوں کو متحد رکھنے میں کتنا اہم ہے اور ان کا اتحاد دشمنان اسلام کو کتنا زک پہنچانے والا ہے۔ لہٰذا مستقبل میں اس کو معطل کرنے کی سازش ہوگی۔ اسی جانب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشارہ فرمایا ہے کہ

حجّوا قبل ان لا تحجّوا [20]

عالم اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حج کے اجتماع سے استفادہ کرتے ہوئے باہمی اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرے۔

حوالے:

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۹۷

۲۔ سورۂ توبہ، آیت ۳

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۷

۵۔ سورۂ انفال، آیت ۴۶

۶۔سورۂ آل عمران ،آیت ۱۰۳

۷۔سورۂ حجرات ،آیت ۱۱

۸۔سورۂ حجرات ،آیت ۱۱

۹۔سورۂ حجرات ،آیت ۱۲

۱۰۔سورۂ حجرات ،آیت ۱۳

۱۱۔خصال شیخ صدوقؒ ،جلد ۱ صفحہ ۹۷

۱۲۔ وسائل الشیعہ ،صفحہ ۷

۱۳۔ بحار الانوار جلد ۹۶،صفحہ ۲۴۱

۱۴۔ اصول کافی، جلد ۱،صفحہ ۴۴۶

۱۵۔کشف الغمہ ،جلد ۲ ،صفحہ ۱۰۹

۱۶۔ بحار الانوار،جلد ۹۶،صفحہ ۵۷

۱۷۔ بحار الانوار ،جلد ۹۶،صفحہ ۵۹

۱۸۔ وسائل الشیعہ ،جلد ۸،صفحہ ۱۶

۱۹۔علل الشرائع ،ص ۴۵۲

۲۰۔اصحاب امام صادقؑ ص ۲۲۴

حج و اتحادِ اسلامی

ڈاکٹر حکیم سراج الدین ہاشمی

ربِّ کائنات، وحدہٗ لاشریک نے اپنے بندوں کو خاص طور پر حکم فرمایا کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ مت کرو۔ یہ حکم خداوندی ہے:

"وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡ وَذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا۔[۱]

ترجمہ: اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسّی (قرآن پاک) کو سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو اللہ کے احسان کو اپنے اوپر جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر (اللہ) نے الفت دی تمہارے دلوں میں۔ اب اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہوگئے۔ یہ خداوند عالم کا وہ عالمی پیغام تھا کہ تمام مسلمان ایک مرکز پر رہیں جو آپس میں بھائی بھائی ہیں:

"کُلُّ مُؤمِنٍ اِخۡوَہ"

کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حکم آقا کے مطابق ایک رسّی (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور آپس میں تفرقہ نہیں کرتے۔

اس عالمی پیغام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اللہ رب العزت نے ایک کلمہ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلّٰاللّٰہُ مُحَمد الرسول اللّٰہ" پر زبان و دل سے اقرار، پنج وقتہ نماز، سال میں ایک ماہ، رمضان المبارک کے روزے، ہر صاحب نصاب پر زکوٰۃ، اور صاحب استطاعت ہونے پر زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ فریضہ حج کا نظام قائم فرمایا۔ جس پر عمل پیرا ہوکر دنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والا مسلمان ببانگ دہل یہ اعلان کرتا ہے کہ ہم ایک کلمہ کے ماننے والے ہیں، ایک ربّ کی بندگی کرنے والے ہیں جو بلاکسی وہم و گمان کے وحدہٗ لاشریک ہے اور ایک کتاب قرآنِ مجید پر عمل کرنے والے ہیں ایک ہی اللہ کے مقبول ترین پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی طابع داری و حکم برداری کرنے والے ہیں۔

کلمہ طیبہ کے ذریعہ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق بالقلب کے بعد خداوند عالم نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہوکر میری عبادت کریں۔ جس کے سبب میں ان کو اپنی نعمتوں سے نوازوں۔ دوسرے وہ خود ایک دوسرے کے قریب آئیں اپنے دوسرے بھائی کا حال جانیں اور اس کی ہر پریشانی میں اس کا ساتھ دیں۔ اس کے بعد سال میں ایک مرتبہ ایک ماہ، رمضان المبارک کے روزے رکھیں۔ تمام عالم اسلام میں ایک ساتھ اور ایک ماہ بعد اپنے اپنے شہر میں جمع ہوکر وحدتِ اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز ''عیدالفطر'' ادا کریں۔ نماز کے بعد آپس میں مصافحہ اور معانقہ کریں۔ اور اتحاد اسلامی کی عملی طور پر گواہی دیں۔

اسی طرح اسلام کا آخری اہم ترین رکن جو کلمہ طیبہ، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا مجموعہ ہے وہ ہے ''حج'' جو اتحاد اسلامی کی زندہ جاوید اور اہم ترین مثال ہے۔

حج:

عربی زبان میں زیارت کے ارادے کو حج کہتے ہیں۔ حج میں دنیا کے کونے کونے سے لوگ ''خانہ کعبہ'' کی زیارت کے ارادے سے ''خانہ کعبہ'' آتے تھے۔ اس لیے اس کا نام ''حج'' رکھا گیا۔

حج کی ابتدا اور فرضیت:

اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کو حکم فرمایا کہ میرے لیے دنیا میں ایک ایسا حرم (مکان) تیار کرو جو تمام ایمان والوں کا مرکز ہو اور وہ ساری جاہلانہ رسموں کو چھوڑ کر پوری عاجزی اور انکساری کے ساتھ ایک ہی فقیرانہ لباس (احرام) میں میرے سامنے حاضر ہوں۔ اس طرح ہر صاحبِ استطاعت پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا۔ حکم باری تعالیٰ ہے کہ

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَ مَنْ
كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْن ۲

ترجمہ: اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر کہ اس کے گھر کا حج کریں۔ جو شخص قدرت رکھتا ہے اس طرف چلے (یعنی حج کرے) اور جو نہ مانے تو اللہ تمام دنیا کے لوگوں سے بے نیاز ہے۔ اس آیت شریفہ میں جان بوجھ کر اور قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے کو کفر کہا گیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر اعظم رسالت پناہ رحمۃ للعالمین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک حدیثِ مبارک کا بھی مفہوم اس

طرح ہے۔

ترجمہ: جو شخص زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے بیت اللہ تک پہنچ سکتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کا اس طرح مرنا، یہودی یا نصرانی ہوکر مرنا یکساں ہے۔

یہ وہ پہلا مبارک و بابرکت گھر ہے جس کو عرفِ عام میں ''خانۂ کعبہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہی وہ پہلا گھر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مرکز ہدایت قرار دیا۔ ارشاد خداوندی ہے :

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکاً وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ ۳

ترجمہ: بے شک سب سے پہلا گھر جو تعمیر کیا گیا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکّہ میں ہے۔ برکت والا و ہدایت والا سارے جہاں کے لیے۔

حج و اتحادِ اسلامی:

حج اتحادِاسلامی کی ایک ایسی زندہ و تابندہ مثال ہے جس کا جواب کسی مذہب اور کسی بھی دنیاوی پروگرام میں نہیں مل سکتا۔ یہاں پورے جہاں یعنی دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگ ایک ہی فقیرانہ و عاجزانہ لباس(احرام) زیب تن کرتے اور ایک ہی لب و لہجہ میں ایک ہی وقت میں سب مل کر ایک ہی ساتھ اپنے آقا کے دربار میں حاضری کا اعلان بلند آواز کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں:

''لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ. لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَبَّیۡکَ. اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ، لَا شَرِیۡکَ لَکَ.''

ترجمہ: حاضر ہوں، میرے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ ساری نعمتیں تیری ہیں، ساری بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

میقات کا تعین:

''خانہ کعبہ'' یعنی اس وحدہٗ لاشریک کے مبارک اور پاک وصاف گھر کی طرف آنے والے جتنے راستے ہیں، ان سب پر کئی میل دور سے ایک ایک حد مقرر فرمائی گئی ہے کہ اس حد سے آگے بڑھنے سے پہلے تمام مومنین اپنے اپنے طرح کے لباس کو بدل کر''احرام'' باندھیں جو نہایت ہی سادہ، بغیر سلا، پاک و صاف اور امن عالم کا غماز، بالکل سفید نہایت شفاف لباس ہے۔ جس میں امیر و

غریب، چھوٹے بڑے سب یکساں لگتے ہیں۔قوموں اور فرقوں کے امتیازات سب مٹ جاتے ہیں جس میں نہ کوئی بندہ لگتا ہے نہ کوئی بندہ نواز اور ایسا لگتا ہے کہ

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

(اقبالؒ)

تمام مؤمنین خداوند عالم احکم الحاکمین (حاکموں کے حاکم) کے دربار میں فقیر بن کر پوری عاجزی و انکساری کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں اور جہاں جہاں حکم دیا گیا ہے حاضر ہوتے اور اعلان کرتے ہیں۔ میں حاضر ہوں، اے اللہ میں تیرے دربار عالی وقار میں اس عاجزی و انکساری کے ساتھ تیرے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے حاضر ہوں، ساری نعمتیں، ساری عظمتیں، ساری بڑائیاں تیرے لیے ہیں تو ہمارا مالک ہے۔ دنیا و جہاں کا مالک ہے، ہم تیرے حکم کے مطابق تمام برائیوں، لڑائی جھگڑوں سے دور تیرے دربار میں صرف اور صرف تیرے لیے حاضر ہیں۔ جیسا کہ تونے حکم فرمایا ہے کہ:

فَلَارَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِیْ الحَجِّ ط

ترجمہ: حج میں نہ شہوانی افعال کیے جائیں، نہ فسق و فجور (بے ہودہ ولا یعنی بدعات) نہ لڑائی جھگڑے ہوں۔

حج وحدتِ اسلامی کا پُر کیف نظارہ:

اے معبود حقیقی، اے وحدہٗ لاشریک، اے محمد الرسول اللہ ﷺ کے رب تونے ہمیں یعنی جملہ مسلمانوں کو ایک اور نیک رکھنے کے لیے جو نظام بنایا تھا کہ پنج وقتہ نمازیں، جمعہ کی نماز، عیدین کی نماز اور سب سے بڑھ کر عالمی وحدت و اتحاد کا نظام ''حج'' اس کی ادائیگی کے لیے ہم حاضر ہیں۔

بے شک ''حج'' کو اللہ ربّ العزت نے تمام فسق و فجور، لڑائی جھگڑوں اور فرقہ بازیوں سے دور کرنے کے لیے عالمی اتحاد کا ایک بہترین نظام بنایا ہے۔ تو دیکھ اے کریم و رحیم آقا ہم مشرق و مغرب سے شمال وجنوب سے، ان گنت قوموں سے، بے شمار ملکوں، لاکھوں راستوں سے ایک مرکز کی طرف ایک ساتھ ایک وقت میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ بھلے ہماری صورتیں الگ الگ ہیں، ہماری

زبانیں مختلف ہیں، ہمارے رنگ اور قومی امتیازات الگ الگ ہیں ہمارے لباس مختلف ہیں، لیکن جب تیرے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ایک عاجزانہ لباس (احرام) میں حاضر ہوتے ہیں اور ایک ہی زبان میں ایک ساتھ مل کر اس طرح تیری حمد وثنا کرتے ہیں:

"لَبَّیْک، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک، لَبَّیْک لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْک

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَتَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ"

حقیقتاً حج مبارک، عالمی وحدت کا ایک ایسا پُر کیف و بے مثال منظر ہے کہ پورب پچھّم، اتّر دکھن، سے آنے والے امیر و غریب، آقا اور بندے، کالے گورے، عربی، عجمی، ہاتھ کھولے و ہاتھ باندھے، گاؤں دیہات کے رہنے والے یا بڑے بڑے شہروں کے باسی، میدان میں رہنے والے یا پہاڑوں میں بسنے والے، طرح طرح کے مزاج و عادات رکھنے والے، اپنی نادانیوں کے سبب مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے، جب سلطانِ عالم اور زمین و آسمان کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں ایک ہی ساتھ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں، ایک ہی امام کے پیچھے، ایک ہی آواز پر ایک ہی زبان اور ایک ہی لباس میں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر نظریں نیچی کر کے کھڑے ہوتے ہیں کہ:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
اقبالؔ

اس طرح ایک عجیب و پُر کیف سماں بندھتا ہے، مختلف زبانوں، الگ الگ قوموں، ملکوں اور مختلف طرح کی نسلوں کا اختلاف ختم ہوتا ہے اور ہر ہر رکن حج کی ادائیگی کرتے ہوئے ایک ہی لباس اور ایک ہی زبان میں ''لبیک، لبیک'' کا نعرہ بلند کرتے ہوئے۔ ایک خدا ایک قرآن ایک رسول (محمد عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ماننے والے ہونے کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور آپس میں فرقہ بازی نہیں کریں گے کیونکہ دنیا بھر سے آئے ہوئے لوگوں کا ایک یونیفارم، اور ہر مومن کا ایک مرکز کے گرد گھومنا، سب کا ایک ساتھ ''صفا و مروہ'' کے درمیان سعی کرنا، سب کا ایک ساتھ مل کر ''منیٰ'' میں جمع ہونا۔ سب کا ایک ساتھ مل کر ''عرفات'' کی طرف چلنا اور وہاں ایک امام سے خطبۂ مبارکہ سننا، پھر سب کا ''مزدلفہ'' میں رات بِتانا۔ وہاں سے پھر سب کا ایک ساتھ منیٰ کی طرف لوٹنا، پھر تمام کا متفق و

متحد ہوکر ''جمرۂ عقبہ'' پر کنکریاں مارنا، پھر سبھی کا ایک ساتھ مل کر ارشاد خداوندی کے تحت قربانی کرنا یعنی:

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ

ترجمہ: ان جانوروں کو خالص اللہ کے لیے اسی کے نام پر قربان کرو۔

پھر سب کا ایک ساتھ ''خانۂ کعبہ'' کی طرف آنا اور اس کا طواف کرنا، پھر سب کا ایک ہی مرکز کے اردگرد نماز پڑھنا۔ یہ وہ وحدت، باہمی اتحاد اور یگانیت کا وہ پُر کیف اور روح پرور منظر ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

''حج'' کے یہ تمام ارکان ادا کرنے کے لیے دنیا بھر کے لوگوں کا ایک مرکز پر ایک ساتھ جمع ہونا وہ بھی ایسی یک دلی، یک جہتی کے ساتھ، ایسی ذہنی ہم خیالی و دلی وابستگی کے ساتھ، ایسے پاک جذبات اور پاک مقاصد اور پاک اعمال کے ساتھ، روح اور ذہن ودماغ کو روشن کر دینے والی اتنی عظیم نعمت خداوندی ہے کہ مالک کائنات، عزت و ذلت کے مالک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولادِ آدم میں مسلمانوں کے سوا کسی کو عطا نہیں کی۔

بلاشبہ اللہ رب العزت نے ''خانہ کعبہ'' کی صورت میں مسلمانانِ عالم کو ایک ایسا مرکزِ ہدایت، مرکزِ امن اور مرکزِ مساوات عطا فرمایا ہے جس کی مثال دنیا کی کوئی قوم، دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ

ترجمہ: سب لوگوں کے واسطے برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا۔

یعنی یہاں ان تمام لوگوں (مسلمانوں) کے حقوق برابر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی تسلیم کرکے اسلام میں داخل ہوجائیں خواہ وہ کسی ملک، کسی علاقہ، کسی خطے، کسی قوم کسی برادری سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ اسی لیے رحمت عالم، فخر موجودات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ ''حجۃ الوداع'' میں ارشاد فرمایا تھا کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اب سب برابر ہیں کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر، اور کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی بھی عجمی کو عربی پر، کوئی فضیلت یا بڑائی حاصل

نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب سے افضل اور سب سے بڑا ہے جس کا تقویٰ بلند ہے۔ جو پرہیزگار ہے۔ دیکھیے حج کے موقع پر اس مساواتِ اسلامی اور وحدتِ اسلامی کا کتنا دل کش نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے اور ہم یہاں جمع ہو کر عملی طور پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

(اقبال)

اب میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو اپنے اور تمام عالم اسلام کی طرف سے دہراتے ہوئے اپنے مقالہ کو ختم کرتا ہوں

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

ترجمہ: میں نے سب سے منھ موڑ کر اس ذات پاک کو عبادت و بندگی کے لیے خاص کر لیا ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور میں ہرگز شرک کرنے والا نہیں ہوں۔

حوالے:

۱۔سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۳
۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۷
۳۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۶
۴۔سورۂ آل عمران، آیت ۲۵

حج واتحاد اسلامی

(مفتی) افروز عالم قاسمی

''حج'' اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ یہ ایک ایسی اہم عبادت ہے، جس میں مالی اور بدنی دونوں طرح کی عبادتیں جمع ہیں۔ اگر ایک طرف اس میں مال خرچ ہوتا ہے، تو دوسری طرف ارکانِ حج کی ادائیگی کے لیے زبردست جسمانی محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے وقت عاجزی، سپردگی، پرہیزگاری، قربانی اور عبدیت و بندگی کے تمام جذبات موجزن ہوتے ہیں اور بندہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو کر فقط اللہ کی خوشنودی کے حصول میں اس طرح سرگرداں ہوتا ہے کہ اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمت کا احساس اس کے دل و دماغ میں جاں گزیں ہوجاتا ہے۔

حج کے ان گنت فوائد پر نگاہ ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حج کے بے شمار اخروی اور باطنی فوائد ہیں، وہیں اس کے بہت سے دنیوی و ظاہری فائدے بھی ہیں جن میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ عالمی سطح پر اتحاد بین المسلمین کا پیغام ملتا ہے۔ دورانِ حج نہ کوئی چھوٹا ہوتا ہے، نہ بڑا، نہ کالا ہوتا ہے، نہ گورا۔ نہ عربی ہوتا ہے اور نہ عجمی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے "انّما المؤ منون اخوۃ" (تمام مسلمان آپس آپس میں بھائی ہیں)، اخوت و بھائی چارگی کا بے مثال وشاندار مظاہرہ حج کے ایام میں دکھائی دیتا ہے۔

حج بیت اللہ کے موقع پر مساوات و اتحاد کا بے مثال مظاہرہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو یہ پیغام ودعوت دیتا ہے کہ وہ اسی طرح ہر موقع پر باہم اخوت و بھائی چارگی کا مظاہرہ کریں اور اتحاد کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ اتحاد کے قیام کے دوران مساوات کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ مساوات کو نظرانداز کر کے اتحاد کے مقصد کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ آج چونکہ بہت سے مسلمان مساوات کے اس تصور کو اپنی زندگیوں میں نافذ نہیں کررہے ہیں جو اسلام نے پیش کیا ہے، اس لیے ان کے درمیان اختلافات کی خلیجیں بڑھتی جارہی ہیں۔ اپنے آپ کو اعلیٰ برادری کا فرد سمجھنا اور دوسرے کو حقیر ذات یا برادری کا فرد خیال کرنا مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا ایک بڑا سبب بن رہا ہے جب کہ اسلام میں اس طرح کے بے جا فخر کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں

وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے: اِنَّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰاکم (بلا شک و شبہ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ مکرم وہ ہے جو متقی ہے) گویا کہ افضلیت کا معیار تقوی ہے نہ کہ برادری ، مالداری یا خوبصورتی۔آج کل مسلمانوں کے درمیان مسلکی تنازعات سر اٹھار ہے ہیں جس کے باعث ان کا رعب ودبدبہ ختم ہوتا جارہا ہے۔

''حج'' کے لغوی معنی ''قصد'' کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں حج سے مراد بیت اللہ کا قصد اور وہ مخصوص افعال ہیں جو عبادت کے ارادے سے متعینہ وقت میں ادا کیے جائیں۔ حج ہر شخص پر ضروری نہیں ہے ، حج کے فرض ہونے کے لیے صاحب ایمان ، بالغ ، عاقل ، آزاد، تندرست اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچِ سفر وسواری کی استطاعت رکھنا اور راستہ کا بھی پُر امن ہونا ضروری ہے، سفر کے خرچ سے مراد وہ زائد مال ہے جو قرض ، مکان اور ضروری سامانِ اشیاء کے علاوہ ہو۔ اسی طرح روانگی سے واپسی تک کی مدت تک کے لیے اہل وعیال کے کھانے پینے کے جو ضروری اخراجات ہیں ، اس سے بھی زائد ہو۔ جو شخص بھی ان شرائط کی تکمیل کا اہل ہے، اس پر حج فرض ہے۔ ''حج'' کے لیے بلوغت کے بعد عمر کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ چنانچہ حج میں فقط اس لیے تاخیر کرنا کہ بچے چھوٹے ہیں، یا ان کی بیاہ شادیاں کرنی باقی ہیں، مناسب نہیں۔

حج کی اہمیت و فضیلت قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت وواضح ہے۔ فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہ کرنا بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جس شخص کو کسی مرض نے یا کسی حقیقی ضرورت نے یا کسی ظالم و جابر حکمران نے نہ روک رکھا ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے، چاہے نصرانی''۔ ''حج'' خلوص نیت کے ساتھ ادا کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ حج تزکیہ قلب اور روحانی و ایمانی اصلاح کی آخری تدبیر ہے۔ اگر حج کی ادائیگی کے بعد بھی انسان تقوی و پرہیز گاری کی راہ پر نہ آئے ، اس کے قلب کی صفائی نہ ہو اور رضائے الٰہی کا جذبہ اس کے دل کے اندر موجزن نہ ہو تو یہ انتہائی محرومی کی بات ہے۔دورانِ حج جس پیمانہ پر انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہوتی ہے اور جس اخلاص کے ساتھ وہ اللہ کی بڑائی وعظمت کے سامنے اپنے آپ کو پورے طور پر جھکا دیتا ہے اور خاک آلود ہو کر کبھی عرفات میں، کبھی مزدلفہ میں تو کبھی کوہِ صفا پر اور کبھی کوہِ مروا پر دوڑتا ہے، اس پر اللہ کی جانب سے اسے بہترین اجر وانعام کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور اس دوران اس کے دل کے اندر یہ داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کائنات کی وسعتیں کوئی

حیثیت نہیں رکھتیں، وہی عبادت کے لائق ہے اور وہی خالق ومالک حقیقی ہے۔

اسلام میں عبادت کو کس قدر اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے چار ارکان نماز، روزہ، زکوۃ اور حج عبادت سے ہی متعلق ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ عبادات میں بھی اتحاد وبھائی چارگی اور اجتماعیت کے پہلو کو نظرانداز نہیں کیا گیا ہے۔مثلاً دن بھر میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئی ہیں، لیکن ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید ہے۔ تاکہ محلے کے لوگ پانچ وقت مسجد میں کاندھے سے کاندھا ملاکر کھڑے ہوں اور اللہ کی عبادت کریں۔ ظاہر سی بات ہے کہ جب ایک مسجد میں مسلمان پانچ بار باہم ملیں گے، ایک ساتھ رکوع وسجود کریں گے، قیام کریں گے تو ان کے مابین محبت پیدا ہونا فطری بات ہے جس کے اثرات صرف مسجد ہی میں نہیں بلکہ مسجد کے باہر بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ بعض لوگوں کے باہم اچھے تعلقات مسجد سے شروع ہوئے اور وہ باہر بھی ایک دوسرے کے کام آنے لگے۔ محلے کی سطح پر اخوت و بھائی چارگی کے قیام کے بعد پورے شہر اور علاقہ میں مسلمانوں کے درمیان محبت واخوت کے لئے جمعہ کی نماز اہم رول اداکرسکتی ہے۔ کیونکہ اس نماز میں پورے شہر اور گردونواح کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ظاہر سی بات ہے کہ جب ہر ہفتہ علاقے وشہر کے مسلمان مسجد میں جمع ہونگے اور ایک ساتھ اللہ کی عبادت کریں گے تو ان کے مابین شناسائی بھی ہوگی اور ایک دوسرے کے درمیان بھائی چارگی کا قیام بھی عمل میں آئے گا۔عیدین کی نماز کے ذریعہ اخوت واتحاد کو مزید وسیع پیمانہ پرقائم کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان نمازوں میں پورے علاقے کےلوگ عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ علاقہ کی سطح پر اتحاد وبھائی چارگی کے قیام کے بعد عالمی سطح پر محبت وبھائی چارگی کے قیام کے لئے ''حج بیت اللہ'' اہم عبادت ہے۔یعنی مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت واخوت کے قیام کا وہ سلسلہ جو ہر روز پانچ وقت کی باجماعت نمازوں سے شروع ہوا تھا، وہ حج کے عظیم وبین الاقوامی اجتماع کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ ''حج'' کے موقع پر دنیا کے ہر خطے کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ اس طرح کا عظیم اجتماع کسی اور موقع پر دیکھنے کو نہیں ملتا۔مسلمانوں کے دیگر اجتماعات یا تو محلے کی سطح پر ہوتے ہیں یا علاقائی وقومی سطح پر۔فی زمانہ اسلام کی تبلیغ واشاعت سے متعلق بھی کئی بڑے اجتماعات دیکھنے کو ملنے لگے ہیں، جن میں کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور دین کی باتیں سنتے ہیں، لیکن ان اجتماعات کی حیثیت جدا ہوتی ہے۔ خانۂ خدا میں مسلمانوں کا حج

کے موقع سے عظیم اجتماع زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ایک تو اس لیے کہ یہ بیت اللہ میں ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ یہ اسلام کے اہم فریضہ کی ادائیگی پر مبنی ہوتا ہے ۔''حج ''کے موقع پر یہ عظیم اجتماع باقاعدہ اسلام کے اجتماعی نظام کی اہم کڑی ہے ۔

حج کی ادائیگی کا ایک خاص وقت متعین کیا گیا ہے تاکہ دنیا بھر کے مسلمان اس مخصوص وقت میں جمع ہوجائیں۔اگر وقت کی تعیین نہ ہوتی تو عالمی اجتماع کا مقصد حاصل نہ ہوتا۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ '' زمانۂ حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں ، جوشخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران شہوانی باتیں نہ ہوں اور نہ خدا کی نافرمانی کی باتیں ہوں اور نہ لڑائی جھگڑے کی باتیں ہوں''[۱] اللہ کے اس فرمان کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ حج کے موقع پر قدم قدم پر بے انتہا بھیڑ ہونے کے باوجود آپس میں کسی طرح کا کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ دورانِ حج اتنے وسیع پیمانے پر اتحاد بین المسلمین کا مقصد صرف اتنا نہیں کہ فقط چند دنوں کے لیے مسلمان آپس میں اتحاد قائم کرلیں اور باقی دنوں میں اختلاف وتنازعات میں رہیں بلکہ حج میں اتحاد و اتفاق کی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان حج سے لوٹ کر اپنے اپنے علاقوں میں اسی اتحاد کا مظاہرہ کریں ،خود بھی متحد رہیں اور دوسروں کو بھی اتحاد کی دعوت دیں۔

اگرچہ اتحاد کی ضرورت ہر زمانے میں ہے لیکن عہد حاضر میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے قیام کی ضرورت زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے۔ کیونکہ اختلافات نے ان کے گرد محاصرہ کیا ہوا ہے۔ کہیں مسلک کے نام پر، کہیں برادری و ذات کے نام پر، کہیں امیر وغریب کے نام پر، کہیں ملک اور علاقہ کے نام پراور کہیں رنگ ونسل کے نام پر۔ نتیجہ یہ کہ موجودہ زمانے میں ان کی اجتماعیت کا شیرازہ منتشر ہوکر رہ گیاہے اور وہ دنیا بھر میں ڈیڑھ ارب کی تعداد میں ہونے کے باوجود بے حیثیت ہوگئے ۔اعدادوشمار کے مطابق دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے۔ مسلمانوں کے پاس مجموعی طور پر ۵۰ سے زیادہ ممالک وملکتیں ہیں ۔ بعض ممالک ایسے ہیں جہاں ایسے قدرتی ذخائر موجود ہیں، جو دنیا کے بڑے خطے کے لئے مفید ہیں۔ مثلاً گیس ، پٹرول ، ڈیزل اور تیل جس مقدار میں مسلم ممالک میں نکلتا ہے، دیگر ممالک میں اس کا عشرعشیر بھی نہیں نکلتا۔اس کے باوجود حیران کن امر یہ ہے کہ مسلم قوم دیگر اقوام وملل کے مقابلے میں بہت زیادہ پیچھے نظر آتی ہے۔ نہ صرف معاشی

اعتبار سے بلکہ تعلیمی اور سیاسی اعتبار سے بھی۔ مسلمانوں کی بے حسی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ سیاسی سمجھداری اب مسلمانوں کا طرۂ امتیاز نہیں رہا اور نہ ہی غوروفکران کے اندر موجود ہے۔اسی لئے ان کے ممالک میں مغربی ممالک بہت حدتک مداخلت کرتے ہیں اور انہیں اپنے مطابق چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل موجودہ زمانے میں ملت اسلامیہ کی ہوا اُکھڑ گئی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ اگرچہ مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب کے قریب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں، برادریوں، مسلکوں وعلاقوں میں تقسیم ہیں۔مغربی ممالک کے مقابلے میں مسلم ممالک دیگرقسم کے ہتھیاروں کے لحاظ سے بھی بہت پیچھے ہیں۔ٹکنالوجی کی بات کی جائے تو اس تعلق سے بھی ان کی صورت حال مایوس کن ہے۔معاشیات کو ترقی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کہاجاتا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی زیادہ تر آبادی کی حالت اس اعتبار سے بھی بہت زیادہ خستہ ہے۔مسلمانوں کی زیادہ تر آبادی انڈونیشیا، پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں ہے۔اقتصادی سطح پر انڈونیشیا کی دگرگوں حالت، پاکستان کی غربت، بنگلہ دیش کی مفلسی اور ہندوستان کے مسلمانوں کی خستہ صورت حال چیخ چیخ کہہ رہی ہے کہ دنیا کے زیادہ تر مسلمان غریب وپسماندہ ہیں۔مسلمانوں کی شناخت اور ان کے مقام ومرتبہ کی بات کی جائے تو دورحاضر میں وہ ایک شکست خوردہ قوم کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا ماضی تابناک تھا، لیکن حال بہت زیادہ خستہ ہے۔ کوئی قوم ان کو خاطر میں نہیں لاتی، کوئی ملک ان کی عظمت کا دل سے معترف دکھائی نہیں دیتا بلکہ چھوٹی چھوٹی قومیں بھی ان پر جھپٹتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ درگت کیوں بنی ہوئی ہے؟ مسلمان آئے دن قعرمذلت کے شکار کیوں ہورہے ہیں؟ دنیا میں ان کا رعب ودبدبہ کیوں نہیں ہے؟ دراصل مسلمان جو اپنی فعالیت وحرکت، اپنی بھائی چارگی واخوت اور تعلیم وفکر کے لئے جانے جاتے تھے، آج یہ اہم چیزیں ان کے درمیان موجود نہیں رہ گئیں۔ نہ باہمی اتحادو بھائی چارگی، نہ فکروجرأت مندی اور نہ حرکت وفعالیت۔ ظاہرسی بات ہے کہ ایسی صورت میں اگرمسلمان روبزوال نہیں ہونگے تو کیا ہوں گے؟ یہ دنیا کا دستور ہے کہ جوقوم حرکت وبیداری کو خیرباد کہہ دیتی ہے اورفکر وعمل کو چھوڑ دیتی ہے، زبوں حالی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اقبالؔ نے درست کہا ہے:

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

حیران کن امر یہ ہے کہ امت مسلمہ اس درگت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہی ہے، مگر اس کے باوجود وہ بیدار ہونے کے لئے تیار نہیں، مسلم حکمران باہم دوستی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں، مسلم عوام ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹنے سے کترارہے ہیں۔لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک وہ متحرک وفعال نہیں ہونگے، اپنی صفوں میں اتحاد پیدانہیں کریں گے، غوروفکر کی قوت سے لیس نہیں ہونگے اور اخلاص کی دولت سے مالا مال نہیں ہونگے، اس وقت تک پستی ان کا تعاقب کرتی رہے گی۔اس لئے اس سے پہلے کہ وہ زوال کے آخری دہانے پر پہنچ جائیں، اور ہوا کا تیز وتند جھونکا تباہی وبربادی کے سمندر میں انہیں غرقاب کردے، وہ جاگ جائیں اوراسلامی تعلیمات پر کماحقہ عمل پیرا ہوجائیں۔

وقت کا تقاضہ ہے کہ جس طرح مکہ کی سرزمین پر حج کے دوران امیر وغریب، بادشاہ وفقیر کا اتحاد سامنے آتا ہے، اسی طرح کا اتحاد محلّہ کی سطح پر، شہر اور علاقہ کی سطح پر، ملکی اور عالمی سطح پر بھی سامنے آنا چاہئے۔ یہ اتحاد کلمہ کی بنیاد پر ہونا چاہئے اور اس اتحاد میں اونچ نیچ کا فرق نہ ہو، کوئی صوبہ، سرحد حائل نہ ہو۔یعنی یہ اتحاد معاشرتی وعوامی سطح پر بھی ہو اور ملکی، علاقائی اورعالمی سطح پر بھی۔ اسلام نے مساوات کے قیام پر حد درجہ زور دیا ہے۔ کیونکہ مساوات وہ شے ہے، جو انسان کو عدل وانصاف کی طرف لے جاتی ہے اور معاشرہ کو شاندار طریقہ پر تشکیل دیتی ہے، جس میں سکون واطمینان ہوتا ہے، سب لوگ وہاں برابر ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی اپنے آپ کو صاحب فضیلت نہیں سمجھتا اور نہ کوئی احساسِ کمتری کا شکار ہوتا ہے۔ حج بیت اللہ اسی مساوات کا شاندار مظہر ہے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنَاہُ لِلنَّاسِ سَوَاءِ الْعَاکِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ ’’اور مسجد حرام جس کو ہم نے پورے عالم انسانی کے لیے مرکز بنایا ہے، جس میں مقامی لوگ اور باہر کے لوگ سب برابر ہیں‘‘

حوالے:

۱۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۷

۲۔سورۂ حج، آیت ۲۵

حج واتحاد اسلامی

مولانا سید عبدالطیف بخاری

مومناں را فطرت افروز است حج ہجرت آموز ووطن سوز است حج
طاعتی سرمایہ ی جمعیتی ربط اوراق کتاب ملتی (اقبال)
تفریق و ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم (اقبال)

دین اسلام عالم انسانیت کے نام خدا کا آخری پیغام ہے۔ یہ انسانوں کے لئے رہنمائی ہے، ضابطہ فکر عمل ہے، طرز حیات ہے، یہ انسان کی زندگی کو بامقصد بناتا ہے، یہ انسان کی زندگی کو نظام کائنات کی حقیقت سے ہم آہنگ کرتاہے، یہ امن ، محبت اور رحمت کا دین ہے اور انسان کی دنیاوی اور اخروی فلاح کا واحد راستہ ہے۔

"ربّناواجعلنا مسلمین لک و من ذرّیتنا امّة مسلمة لک وارنا مناسکنا وتب علینا انّک انت التوّاب الرحیم" [۱]

اسلام کا بنیادی مقصود ہے کہ زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو ایمان کی دعوت دی جائے، خدائے واحد یعنی اللہ کی ذات سے متعارف کراکے انسانوں کو اس کے ساتھ وابستہ کیاجائے، تمام لوگوں کو خدا کی بندگی پر متحد کیاجائے اورتمام انسانوں پر مشتمل ملت آدم بنائی جائے۔ تاکہ دنیا میں امن وآشتی کوفروغ ہو اور انسان انسانیت ، عدل وانصاف ، اعلیٰ اخلاق اورحق کے معیار پر قائم رہتے ہوئے اپنے مقصد وجودکو پورا کرسکے۔

۱۔یا ایّھا النّاس اعبدو ربّکم الّذی خلقکم [۲]

۲۔انّ اللّٰه ربّی وربّکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم" [۳]

۳۔اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے خدا نے دنیا کے ہر خطے اور ہرقوم میں ہادی بھیجے جنہوں نے خدا کی طرف اور دین اسلام کی طرف دعوت دی اور آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے جن کی رسالت کو آفاقی بنایا گیا۔

"قل یا ایّھا النّاس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً" ۴؎

اور آپؐ نے دعیا الی اللّٰہ کی حیثیت سے اور خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے عالم انسانیت کو خدا پر ایمان لانے ، خدا سے وابستہ ہونے، خدا کو معبود اور رب تسلیم کرنے اور خدا کی بندگی پر متحد ہونے کی دعوت دی۔

انّ رسول اللّٰہ کتب الی اھل نجران کتاباوفیہ، امابعد: فانّی الی عبادۃ اللّٰہ من عبادۃ العباد، وادعوکم الی ولایۃ اللّٰہ من ولایۃ العباد ۵؎

اگر چہ اسلام کا ہدف تعمیر ملت آدم ہے مگر ملت بنانے سے قبل ضروری تھا کہ جن لوگوں نے رسول اللہؐ کی دعوت قبول کرلی ان افراد پر مشتمل ایک امت بنائی جائے۔ جو اس دین کی امانتدار ہو اور دنیا میں اس دین کی قولی اور عملی شہادت دے۔

"وکذالک جعلناکم امّۃ وسطا لّتکونوا شھداءعلی النّاس ویکون الرّسول علیکم شھیداً۔ ۶؎

اس امت پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ انسانوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کا بندہ بنائیں۔ دنیا کے سامنے کلمہ لا الہ الاّ اللّٰہ کی شہادت دے۔ انسانوں کو دنیا کے تنگ دائرے سے نکال کر آخرت کی وسعتوں میں لے آئے۔ دنیا سے ظلم وجبر کو مٹا کر دنیا کو عدل و انصاف فراہم کرے۔ دنیا سے فتنہ وفساد مٹا کر دنیا کو امن وسکون فراہم کرے۔ دنیا سے برائیوں اور بدیوں کو مٹا کر نیکیوں کے فروغ کے لئے کام کرے، دنیا میں حق وصداقت کی علم بردار بن کررہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ، اس کام کو انجام دینے کے لئے اوران ذمہ داریوں سے عہد برآہونے کے لئے ، منظّم اور متحدہ کوششوں کی ضرورت تھی۔ یہ مقصد کسی انسانی بھیڑ کو جمع کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا اس لئے امت کو ایک جماعت بن کر رہنے کا حکم دیا گیا۔ جس میں امارت ہو۔ سمع واطاعت ہو، نظم وضبط ہو اور اتحاد واتفاق ہو۔

"کنتم خیر امّۃٍ اخرجت للنّاس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتوٴمنون باللّٰہ۔ ۷؎

رستم کے سامنے رابعی بن عام نے ان الفاظ میں امت کے مشن کو بیان کیا:

اللّٰھم البثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد الی عبادۃ اللّٰہ، ومن ضیّق دنیا الی

سعتھا، ومن جوار الادیان الی عدل الاسلام ، فارسلنا بدینه علی خلقه لندعوهم الیه ۸

علیکم بالجماع وایّاکم الفرقه ۹

من خرج من الجماعت قید شبر فقد خلع دیقة الاسلام من عنقه ۔۱۰

ید اللّٰه علی الجماعت ومن شذّ شذّ فی النار۔

اس امت کو متحد رکھنے کے لئے بہت سے انتظامات کیے گئے تا کہ امت اجتماعی طور پر دین اسلام کی حفاظت کرے اور اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر سکے۔ اجتماعی وحدت میں بتدریج وسعت ہو اور ملت آدم وجود میں آسکے۔ تفرقہ اور انتشار مٹانے کے لئے اور فکر وعمل میں یکسوئی پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ قرآن کو قانون برتر (supreme law) کی حیثیت سے تسلیم کر کے ،اس کو تھام کر اختلافات کو دور کیا جائے اور تفرقہ سے اجتناب کیا جائے۔

دوسرا انتظام یہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے آپسی تعلقات کو اخوت ،محبت، شفقت، مساوات۔ آپسی ہمدردی ،ترحم۔ ایثار، خیر خواہی۔ اور امداد باہمی کی بنیاد پر قائم کیا گیا۔ اور ہر اس چیز کو ممنوع اور حرام ٹھہرایا گیا جس سے آپسی تعلقات خراب ہوجاتے ہیں جیسے غیبت ، حسد، بہتان تراشی، چغلخوری ، بدظنی ، ظلم، جبر، حق تلفی ، ایذارسانی وغیرہ وغیرہ ۔تیسرا انتظام یہ کیا گیا کہ عبادات کو اجتماعی بنایا گیا تا کہ جماعتی شعور بیدار رہے اور اتحاد میں رخنہ نہ پڑے اور ملت کی شیرازہ بندی ہو۔

نماز کو جماعت اور امامت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہوا۔ زکوٰۃ کو اجتماعی طور پر جمع اور تقسیم کرنے کا حکم ہوا۔ روزہ کو اجتماعی بنایا گیا ۔سب سے بڑھ کر حج کو عالمی پیمانے پر اجتماعی بنایا گیا اور اتحاد کا ذریعہ بنایا گیا۔ حج جہاں خدا پرستی کا عمل ہے، خدا سے قربت کے حصول کا عمل ہے۔انسانیت کو زندہ رکھنے کا عمل ہے اسلامی دعوت کے فروغ کا عمل ہے۔امن وعالم کے قیام کا عمل ہے اور جامع العبادات ہے وہاں ملی اور انسانی وحدت پیدا کرنے کااور قائم رکھنے کا بھی عمل ہے۔ حج ان تمام رکاوٹوں اور عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو امت میں انتشار کا باعث ہوسکتے ہیں اور جن عوامل نے انسانوں کو تقسیم کیا ہے اگر چہ انتشار کے بہت سے عوامل ہیں اور اتحاد میں بہت سی روکاوٹیں ہیں مگر یہاں میں صرف دو بڑے عوامل اور رکاوٹوں کا ذکر کروں گا جو اتحاد کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔

اتحاد کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ معبود واحد کا انکار ہے۔ خدا کی عدم معرفت ہے اور خدا سے دوری اور غفلت ہے۔ جب انسان معبود حقیقی کو پہچان نہیں پاتا، اس پر ایمان نہیں لاتا

تو غیر خدا کو معبود بنالیتا ہے۔ اور معبود حقیقی کی جگہ بہت سے خیالی معبود وجود میں آجاتے ہیں ہر فرد اور ہر گروہ کا معبود الگ ہوجاتا ہے۔ غیر حقیقی معبود ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور عقیدے کا انتشار تفرقہ پر منتج ہوتا ہے اس طرح اولاد آدم فرقوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔ اگر تمام انسان ایک معبود پر ایمان لائیں اور ایک معبود کی عبادت پر متفق ہوجائیں تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسانی سماج میں وحدت پیدا ہوجائے۔

حج کا عمل انسانوں کو ایک معبود کی عبادت پر متحد کرنے کا عمل ہے۔ حج انسان کا تعلق اللہ سے جوڑتا ہے۔ اور اللہ سے وابستہ کرتا ہے۔ کعبہ یاد دلاتا ہے۔

"فلیعبدوا ربّ ھذا البیت" ۱۱

انسان جب اللہ کو معبود واحد رب کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے، اپنا تعلق اس کے ساتھ استوار کرتا ہے تو اس کی حالت اس بجلی کے بلب کی طرح ہوجاتی ہے جس کا ربط (conection) بجلی گھر کے ساتھ قائم کیا جائے تو روشن ہوجائے۔ خدا کے ساتھ تعلق استوار کرنے سے انسان کا دل روشن ہوجاتا ہے ، انسان کا کردار روشن ہوجاتا ہے ، انسان کا ضمیر روشن ہوجاتا ہے اور اس کے لئے زندگی کی شاہراہ روشن ہوجاتی ہے ۔ اس کا ہر قدم روشنی میں اٹھتا ہے ۔ خدا اس کو ظلمت سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

یہ تعلق باللہ قائم کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہوتا جو اندھیروں میں گر گیا ہو۔ اور اسے کچھ سجھائی نہ دیتا ہو۔ یہ ہدایت ، یہ رہنمائی یہ روشنی جس سے زندگی میں تیرگی ہرگز نہیں ملے گی ،۔ قرآن کہتا ہے۔

"اللّٰہ ولیّ الّذین آمنوا یخرجھم من الظّلمات الی النّور" ۱۲

اللہ کو معبود واحد بنانے کی رہنمائی ، اللہ سے وابستہ ہونے کی رہنمائی ، روحانی ترقی کی رہنمائی ، اپنے انفرادی برتاؤ اور اجتماعی تعلقات کو تشکیل دینے کی رہنمائی ، اپنے صفوں کو منظّم اور متحد کرنے کی رہنمائی ، عالمی مرکز ہدایت بیت اللہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ جو اللہ کے معارف اور تجلیات کا مرکز ہے۔

یہ گھر امن کا گھر ہے ، یہاں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں کرسکتا۔ جھگڑنا نااتفاقی پیدا کرتا ہے اور امن واتحاد کو پروان چڑھانے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ اس لیے حکم ہوا: " ولافسوق ولا جدال فی الحجّ۔"

یہ گھر انسان کے شعور میں خدا کی یاد تازہ کرتا ہے۔ حاجی تلبیہ پڑھتے ہوئے جب اس گھر کی طرف آتا ہے تو خدا کو بار بار یاد کرتا ہے۔ جب استلام حجر اسود کرتا ہے تو معبود کے ساتھ عہد بندگی استوار کرتا ہے۔ اور جب طواف کرتا ہے تو اپنے معبود واحد کے ساتھ محبت کا اظہار کرتا ہے۔ جذبہ فداکاری کو مستحکم کرنے کے لئے کعبہ کے گرد گھومتا ہے۔ اگر سیارے کشش ثقل کی وجہ سے سورج کے گرد گھومتے ہیں تو حاجی خدائی محبت کی وجہ سے خدا کے گھر کے گرد گھومتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے معبود کے لئے سب کچھ قربان کیا۔ عزیزواقارب چھوڑے، وطن چھوڑا، آگ میں جلنے پر آمادہ ہوئے۔ اپنے بچے کی گردن پر چھری چلائی اور اپنی فداکاری کے اظہار کے لیے انہوں نے اس گھر کا طواف کیا۔ حاجی بھی اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے طواف کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کی تکمیل رسولؐ اللہ کے فرزند حضرت حسینؑ کی قربانی سے ہوئی۔ رسولؐ اللہ نے بھی اس گھر کا طواف کیا۔ ہم بھی رسولؐ اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس گھر کا طواف کرتے ہیں۔

طواف خدا کی ذات کو اپنی زندگی کا محور بنانا ہے۔ طواف کرنے والا اس بات کا عملی اظہار کرتا ہے کہ خدا کی ذات اس کی عبادت کا، اس کی اطاعت کا، اس کی محبت اور چاہت کا، اس کی امید کا اور اس کے توکل کا مرکز ہے۔ جو قوم اپنی سرگرمیوں کا مرکز خدا کی ذات واحد کو بنائے۔ کیونکر ممکن ہے کہ وہ قوم انتشار کی شکار ہو۔ جس قوم کا قبلہ خدا کا گھر ہو اور تمام عالم کے لئے ایک ہی قبلہ ہو وہ قوم کس طرح تفرقہ کا شکار ہوسکتی ہے۔ حج عالمی سطح پر کیسا سماں پیدا کرتا ہے۔ ملک ملک سے دنیا کے کونے کونے سے لوگ لبیک پکارتے ہوئے ایک ہی لباس میں ملبوس کعبہ کی طرف آتے ہیں اور ایک ساتھ طواف کرتے ہیں، ایک ساتھ عرفات میں خدا کے سامنے عجز زاری کرتے ہیں اور خدا سے مغفرت مانگتے ہیں۔ مسلک الگ الگ ہونے کے باوجود، حج کے مناسک اکھٹے ادا کرتے ہیں۔ ایک ہی امام کا خطبہ سنتے ہیں، ایک ہی امام کے پیچھے عرفات میں بھی اور مسجد حرام میں بھی نماز ادا کرتے ہیں۔ کیا ایسے اتحاد کا سماں دنیا میں کہیں اور ہے۔ حج تمام عالم کے مسلمانوں کو اتحاد وتفاق کی تربیت دیتا ہے۔ اتحاد ملت کا درس دیتا ہے اور اتحاد کے راستے میں حائل سنگ گراں یعنی شرک کی رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔

اتحاد واتفاق میں دوسری رکاوٹ رنگ ونسل کا امتیاز ہے۔ خدا نے سارے انسان پیدا کیے

ہیں۔ سارے انسانوں کا مادہ تخلیق بھی ایک ہے اور ماں باپ بھی ایک ہیں۔ رنگ ونسل کا فرق انسانی زندگی کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے ہے۔

”وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا“ ۱۳؎

گل ہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن (ذوق)

مگر شومئی قسمت سے انسانوں نے انسانیت کو اس بنیاد پر تقسیم کیا ہے۔صرف تقسیم ہی نہیں کیا ہے بلکہ ایک نسل کا انسان دوسرے نسل کے انسان سے ، ایک رنگ کا انسان دوسرے رنگ کے انسان سے اس لئے امتیازی سلوک کرتا ہے، زیادتی کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے ۔کیونکہ وہ دوسرے نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ سفید فام سیاہ فام سے اس لئے نفرت کرتا ہے، اس کو بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا رنگ دوسرا ہے۔ رنگ ونسل کے امتیاز نے انسانی وحدت میں بہت بڑا شگاف ڈال دیا ہے اور کروڑوں لوگوں کی سماجی اور سیاسی اور معاشی زندگی کو تباہ کیا ہے۔ اس رنگ ونسل کے امتیاز نے فسطائیت کے روپ میں اپنا بدصورت چہرہ ظاہر کیا تو دوسری جنگ عظیم برپا ہوئی۔ اور کروڑوں لوگوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ اسی رنگ ونسل کے امتیاز نے جنوبی افریقہ اور دنیا کے دوسرے مقامات پر سیاہ فاموں کو، سفید فاموں کو نفرتوں اور جابرانہ دراز دستیوں کا نشانہ بنادیا۔ یہ امتیاز اس وقت بھی انسانی وحدت کیلئے شدید خطرہ بنا ہوا ہے۔ اور انسانی حقوق کی پامالیوں کی وجہ بنا ہوا ہے۔

مزید یہ کہ اس امتیاز رنگ ونسل کے الاؤ پر وطنیت نے تیل چھڑک دیا ہے اور اولاد آدم کو تقسیم کرکے انکو ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار کردیا ہے۔ اگر سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں تو یہ رنگ ونسل کا امتیاز کیوں۔ اگر انسانیت کا جوہر جلد کا رنگ نہیں، نفسی صفات ہیں تو یہ امتیازی سلوک کیسا۔ اگر ساری زمین انسان کا وطن ہے تو اس کو لکیروں اور سرحدوں میں تقسیم کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر سورج کی کرنیں کسی امتیاز کے بغیر نور بکھیر رہی ہیں پھر انسانوں میں امتیاز کیوں۔ اگر پھولوں کی عطر بیزی امتیاز کے بغیر سب کے حس شامہ کو معطر کررہی ہیں تو انسان امتیاز کیوں کرے۔ اگر آسمان کی نیل گونی، نظاروں کی بوقلمونی، دریاؤں کی روانی اور مہتاب کی چاندنی امتیاز کے بغیر لذت نظر فراہم کرے تو انسان امتیاز کیوں کرے۔ اگر آبشاروں کی نغمگی ، پرندوں کی خوش آوازی سب کی سماعت کو لذت یاب کرے تو انسان کیوں امتیاز کرے۔اسلام نے ہم کو بتایا کہ جس طرح قدرت کی بخششوں میں امتیاز نہیں، خدا کی ربوبیت میں امتیاز نہیں تو اسی طرح انسان بھی انسانوں سے

امتیازی سلوک نہ کرے اور ایک خدا کے بندے اور ایک ماں باپ کی اولاد کی حیثیت سے اس دنیا میں رہیں اور واحد ملت بن کر آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔

رسول اللہ ؐ نے اس بنیاد کو اس طرح مستحکم کیا۔

یا ایّھا النّاس انّ ربّکم واحد۔ وانّ اباکم واحد، کلّکم بنوا آدم من تراب۔ ۱۴

یعنی تمہارا رب بھی ایک ہے۔تمہارا باپ بھی ایک ہے اور تمہارا مادہ تخلیق بھی ایک ہے پھر امتیاز وتفرقہ کیوں۔ ان بنیادوں پر ہر قسم کا امتیاز ہر قسم کا تفرقہ مٹ جاتا ہے۔ رنگ ونسل کی تفریق کو مٹانے کے لئے رسول اللہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

الا لا فضل لعربی علیٰ اعجمی۔ ولاالاسود علیٰ احمر، الّا بتقوٰی۔ خیرکم عند اللّٰہ اتقاکم۔ ۱۵

رسول ؐ اللہ نے جو کچھ فرمایا۔ یہ زبانی الفاظ نہ تھے بلکہ رسول ؐ اللہ نے عملا ایک ایسی جماعت ترتیب دی جس میں حبش کا بلال ، روم کا سہیب ، فارس کا سلمان، بنو غفاری کا ابو ذر اور سیاہ رنگ کے سعد الاسود جیسے لوگ شامل تھے۔ ایک گلدستہ تھا جس میں رنگ رنگ کے پھول تھے۔ رنگ ،نسل، وطینت اور دوسرے امتیازات کا قلع قمع کرنے کے لئے حج کے مناسک اس طرح ترتیب دئے گئے ہیں کہ عملی طور پر وحدت ملت وانسانیت قائم ہوجاتی ہے۔ حاجی تب تک حج نہیں کرسکتا جب تک احرام نہ باندھ لے۔ رنگ کی تفریق کے بغیر ،نسل کی تفریق کے بغیر، وطن کی تفریق کے بغیر ،سب ایک ہی لباس پہنتے ہیں خدا کی بندگی کا لباس، امن وآشتی کا لباس اور یہ لباس انسان کو سمجھاتا ہے کہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد نہ رنگ ہے، نہ نسل ہے نہ وطن ہے نہ لباس بلکہ مسلمان کی قومیت کی بنیاد کلمہ لا الہ الاّ اللّٰہ ہے۔ اسی کلمہ نے دنیا کے کونے کونے سے لوگوں کو کھینچ لایا ہے، ایک ہی لباس پہننے پر مجبور کیا ہے اور سب امتیازات اس لباس سے مٹ جاتے ہیں خدا کے دربار میں امیر وغریب ، شاہ وگدا کو یہ لباس برابر کردیتا ہے۔

بندہ و صاحب و محتاج غنی ایک ہوئے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے (اقبالؒ)

اب نہ سفید رنگ کی کوئی اہمیت نہ سیاہ رنگ کی ۔ ایک ہی خدائی رنگ ہر طرف جھلکتا ہے۔ اس طرح ایک ہی طرز کا لباس پہن کر ، ایک ہی زبان میں تلبیہ پڑھتے ہیں اور ایک ساتھ کعبہ

کا طواف کرتے ہیں۔ ایک ساتھ منیٰ ،عرفات اور مزدلفہ جاتے ہیں ہر طرف لباس میں ملبوس لوگوں کا سمندر مسلمانوں کو اس بات کی عملی تربیت دیتا ہے ہم وطنی ،نسلی ،خاندانی ، اور لسانی عصبیتوں کو چھوڑ کر مکتبی و مسلکی اور گروہی نفرتوں کو مٹا کر ایک ملت واحد بن جائیں ، اخوت اور محبت کا رشتہ قائم کریں تا کہ ہم دین اسلام کی امانت جو ہمارے سپرد ہے۔ اس کو سربلند کرسکیں اور اولاد آدم کو اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرسکیں۔ اور اگر مسلمانوں کا اتحاد مطلوب نہ ہوتا تو دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک ہی کعبہ قبلہ نہ ہوتا۔ پھر ہر ملک ، ہر قوم کے لئے الگ الگ کعبہ ہوتا، قبلہ ہوتا، عالم کے مسلمانوں کو یک جہت بنانے کے لئے تمام عالم کے لئے ایک ہی قبلہ مقرر ہے۔ اور حج مسلمانوں کی اجتماعی وحدت کا ذریعہ ہے مسلمان یہاں الگ الگ مسلک ہونے کے باوجود ساتھ نماز ادا کرتے ہیں ، ایک ساتھ حج کے مراسم انجام دیتے ہیں۔ اس طرح ملت میں عملی طور پر اتحاد پیدا کیا جاتا ہے تفرقہ مٹ جاتا ہے اور اس شجر طیبہ کلمہ لَا الٰہ الاّ اللّٰہ کی آب یاری ہوجاتی ہے۔ جو امیر وغریب ، سیاہ فام اور باشندۂ مغرب ومشرق کو خدا کی رحمت کا سایہ ، دنیاوی اور اخروی کامیابیوں کا سایہ، عدل وانصاف کا سایہ اور امن وسکون کا سایہ فراہم کرتا ہے۔

کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اگر حج ذریعہ اتحاد ہے تو اس کے عملی نتائج کیوں سامنے نہیں آتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم حج رسمی طور پر انجام دیتے ہیں۔ حقیقت سمجھے بغیر اور روح کے بغیر عبادت کی جائے تو اس سے عملی نتائج کی توقع کوئی کیا کرے۔ ملت سے میری استدعا ہے کہ مسلکی ومکتبی اور دوسرے اختلافات کو نظر انداز کر کے دین کے مشترکات اور بنیادی باتوں پر جمع ہوکر ملت واحدہ بن جائیں۔ حج سے درس اتحاد حاصل کریں اور اس نفرت کی دنیا کو محبت اور اخوت کا پیغام دیں۔

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے
اقبالؒ

حوالے:

۱۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۸

۲۔سورۂ بقرہ ، آیت ۲۱

۳۔سورۂ آل عمران ،آیت ۵۱

۴۔سورۂ اعراف ،آیت ۱۵۸
۵۔تفسیر ابن کثیر جلد ۱
۶۔سورۂ بقرہ ،آیت ۱۴۳
۷۔سورۂ آل عمران،آیت ۱۱۰
۸۔بدایۃ والنہایہ،جلد ۷
۹۔ترمذی
۱۰۔ترمذی
۱۱۔سورۂ قریش،آیت ۳
۱۲۔سورۂ بقرہ ،آیت ۲۵۷
۱۳۔سورۂ حجرات،آیت ۱۳
۱۴۔ ابن ابی حاتم بحوالہ فتح الباری
۱۵۔ابن ابی حاتم بحوالہ فتح الباری

حج : انسانی اجتماعیت کا لازوال منشور

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی

خالق کائنات نے جتنی عبادتیں مسلمانوں پر فرض کی ہیں، ان میں حج اس لیے ممتاز ومنفرد حیثیت کا حامل ہے کہ یہ صاحب استطاعت مسلمان پر پوری عمر کے دوران میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے۔ حج کو بجا طور پر تمام عبادات کا مجموعہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حج بدنی اور مالی عبادت کا خوب صورت مظہر ہے۔ اس میں پنج وقتہ نمازوں کی طرح دعا اور توبہ واستغفار کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ روزہ داروں کی طرح بسا اوقات بھوک پیاس کی شدت سے گزرنا پڑتا ہے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اجتماعیت و مساوات کے ساتھ اور شاہ وگدا اور امیر وغریب کی تفریق کے بغیر ایک ہی مقام پر، ایک ہی ساتھ ساتھ ایک ہی طرح کے لباس میں ادا کیا جاتا ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے ذریعے جہاں اور بہت ساری دینی حکمتوں اور مصلحتوں کا اظہار مقصود ہے، وہیں امت مسلمہ کو اجتماعیت، اتحاد، یک جہتی، اشتراک عمل، باہمی تعاون، اپنے دینی اور ملی مسئلے کے حل کے لیے باہمی مشاورت پر آمادہ کرنا بھی مقصود ہے۔ خود پیغمبرؐ اکرم نے ہر کام کو باہمی مشورت اور اجتماعیت کے ساتھ انجام دیتے ہوئے امت مسلمہ کو اسی اہم پہلو کی طرف رغبت دلانے کی کوشش کی ہے۔

یوں تو اسلام نے دیگر ارکان کی ادائیگی میں بھی اتحاد اور اجتماعیت کے مظاہرہ کے ساتھ اس کے دوررس فوائد و اثرات سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو فائدہ اٹھانے کی تلقین کی ہے۔ نماز باجماعت کی ادائیگی پر ستّر گنا ثواب کا وعدہ اسلام کی اسی اجتماعیت پسندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ زکوۃ جیسی مالی عبادت کو بھی اجتماعیت کے ساتھ ادا کر کے اس کے اثرات کے دائرہ کو وسعت دی جاسکتی ہے۔ لیکن حج کو نہ صرف یہ کہ اجتماعیت اور وحدت عمل کا مظہر بنایا گیا ہے بلکہ اس کے سارے ارکان کو بھی ایک ہی رنگ میں رنگ دیا گیا ہے تاکہ پوری دنیا کو یہ آفاقی پیغام دیا جاسکے کہ اسلام کس قدر اجتماعیت اور انسانی مساوات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ان عناصر کی نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے، بلکہ ان تمام منفی قدروں سے اپنی حد درجہ بیزاری کا بھی اظہار کرتا ہے جو انتشار و افتراق اور

خلفشار و بکھراؤ پر منتج ہوتے ہیں۔

اسلام کا اپنا ایک مسلّم اور وسیع نظریۂ حیات ہے، جس پر وہ اپنے پیرو کاروں کو سختی سے چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ ارکان حج کی ادائیگی کے بعد جہاں ایک مسلمان کے اندر کیف وسرور کی برقی لہر دوڑ جاتی ہے، وہیں اس کو اجتماعی تربیت، اتحاد عمل، پاکیزگی نفس اور دنیاوی آلائشوں سے دوری کا زرّیں سبق بھی ملتا ہے۔ اسلام کی بنیاد ہی عدم مساوات، نا برابری، جنسی اور نسلی تفاوت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر ہے، قرآن میں صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ ہم نے جو اقوام وقبائل اور طبقات بنائے ہیں وہ صرف اور صرف پہچان اور ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے کے ما بین امتیاز کرنے کے لیے ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک افضلیت کا مدار تقویٰ، طہارت اور اندرونی پاکیزگی پر ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر پاکیزہ نفوس پر مشتمل صحابۂ کرام کی ایک بڑی تعداد کے سامنے جو بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا تھا، اس کے یہ الفاظ آج بھی انسانیت کے نام عالمی منشور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس خطبے کا اہم پہلو یہی تھا کہ اسلام نے اونچ نیچ اور چھوٹے بڑے کی تمام تر تفریق اور تمام نسلی تعصّبات کو سرے سے ختم کر دیا ہے۔ کسی گورے کو کسی کالے پر نہ ہی کسی عربی کو کسی عجمی پر رنگ ونسل کی بنیاد پر کوئی برتری حاصل ہوگی۔ تمام تر اسلامی تعلیمات میں اتحاد و یک جہتی، مودت ومحبت اور صلح وآشتی کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جس نے اپنی عبادات کے طور طریقوں کو حاکمیت ومحکومیت اور شاہ وگدا کی تفریق سے بالاتر رکھا ہے۔ حج میں بھی یہی حکمت مضمر ہے کہ بیت اللہ کے سفر سے واپس لوٹنے والا شخص جہاں وحدت الٰہی کے مضبوط تصور کو عملی جامہ پہناتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہیں وحدت انسانیت کے اصولوں کو بھی اپنی زندگی میں برتنے کی کوشش کرتا ہے۔

مکہ مدینہ کی حسین وادیوں میں عازمین حج کا قافلہ کتنا حسین منظر پیش کرتا ہے کہ یہاں سبھی ایک ہی قسم کے سادے لباس میں ملبوس ہیں۔ اور فوجیوں کی طرح پورے نظم وضبط کے ساتھ ایک منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جہاں نظر دوڑایئے، سارے حجاج شوق وجذب کے عالم میں ایک ذات اقدس کی طرف لو لگائے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ وہ اپنے پچھلے گناہوں اور تمام چھوٹی بڑی لغزشوں اور کوتاہیوں پر حد درجہ نادم ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ ان کی زبانوں پر نعرہ بھی ایک ہی رہتا ہے۔ تمام حاجیوں کی زبان سے لبّیک اللّٰھمّ لبّیک، اور اللہ

اکبر، اللہ اکبر کی سرمستانہ اور عاشقانہ صدائیں بلند ہو رہی ہیں، جس سے مکہ مدینہ کے بام و در گونج رہے ہوتے ہیں۔ سبھی کا مساوات کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنا، حضرت ہاجرہ کی یادگار صفا اور مروہ کے بیچ ایک ساتھ شوق و وارفتگی کے عالم میں سات سات چکر لگانا، ۹/ ذی الحجہ کو میدان عرفات کی طرف پا پیادہ اور سواری پر پورے قافلے کا ایک ہی وقت مارچ کرنا، وہاں پہنچنے کے بعد کسی ایک امام کی قیادت میں انسانوں کے ٹھاٹھے مارتے سمندر کا ایک ہی خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا، مقررہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کی تقریر کو دل کے کانوں سے سماعت، آگ برساتے آسمان اور شعلے اگلتی زمین پر رمی جمرات، اور آخری مرحلہ میں ابراہیم خلیل اللہ کی عظیم سنت قربانی کو منیٰ میں اجتماعیت کے ساتھ ادا کرنا، ان تمام ارکان میں وحدت و اجتماعیت کا جو حسین مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے، ایسا دنیا کے دوسرے مذاہب اور اقوام و ملل میں کم ہی دکھائی دیتا ہے۔

لیکن کیا ہم نے کبھی حج کے اس عظیم پہلو پر غور و فکر کرنے اور انسانوں کے اس بابرکت روح پرور اجتماع کو بار آور بنانے کی کوشش کی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے یوں ہی حج کو مخصوص ایام میں فرض نہیں فرمایا۔ حج کو اجتماعی عمل بنانے کا یہی مقصد ہے کہ بنی آدم پر مشتمل یہ جاں سپاس اور صبر وشکر کے جذبات سے لبریز انسانی جتھہ، اسلام کے اس عظیم پیغام کو اپنی نجی زندگی میں جگہ دینے کے ساتھ، اسلام کی معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات، اس کے عظیم تصور انسانیت، اخوت و مساوات پر مبنی نظریات کو دنیا کے ہر خطے میں بھی اجاگر کر سکے۔ کیا اس سے بنی نوع انسانی کو یہ پیغام دینا مقصود نہیں کہ اسلام کس طرح منفی طبقاتی قدروں کی صراحتاً نفی کرتا ہے۔ حج کو اسی لیے اجتماعی عمل بنایا گیا ہے کہ حاجیوں کا دل نہ صرف انسانیت کے انمول جوہر سے آشنا ہو جائے، بلکہ ان کے اندر رحم دلی، رفاقت کا عظیم جذبہ، رواداری، عفو و درگزر جیسی صفات خود بخود پیدا ہو جائے۔

اسلامی تاریخ اور اکابر و اسلاف کے کارناموں کے دریچے میں جھانکنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عظیم الشان اجتماع کے موقع پر مسلم سلاطین و حکمران سر جوڑ کر بیٹھتے بھی تھے۔ وہ اس سفر کو سیر وتفریح، لہو ولعب، تجارت یا دوسری دنیاوی اغراض کے لیے وقف نہیں انجام دیا کرتے تھے۔ نہ ہی اس مقدس سفر کو اس قسم کے لایعنی اشتغال کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے بجا لکھا ہے۔
''عید الاضحیٰ محض سیر وتفریح، عیش ونشاط، لہو ولعب کا ذریعہ نہیں، وہ تکمیل شریعت کا ایک مرکز ہے۔''
تاریخی اوراق اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ خلفائے راشدین، سلاطین اور دوسرے مسلم حکمران قومی

اور ملی مسائل کے پائیدار حل ، نیز عوامی فلاح و بہبود کے حوالے سے اس موقع پر باہمی مشاورت اور تدبیر کار کرتے تھے اور اتفاق رائے سے پوری امت مسلمہ کے نام وہاں سے ایک جامع، طویل مدتی اور ٹھوس منشور جاری کرتے تھے۔جس کی روشنی میں مسلم ممالک مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کرتے تھے۔حجۃ الوداع کے موقع پر دنیائے بشریت کے نام پیغمبر عظیم الشان کا وہ یادگار خطبہ آج بھی عالمی آئین کی حیثیت سے، ہمارے لیے قابل تقلید نمونہ عمل بھی ہے۔ پہلے سے کہیں زیادہ موجودہ حالات کا تقاضہ ہے کہ ہمارے حکمران، قومی اور ملی تنظیموں کے سر براہان اس مقدس موقع پر کوئی ایسا ہمہ گیر لائحۂ عمل تیار کریں ، جو نہ صرف یہ کہ مسلم ممالک کے داخلی اور خارجی امور کو صحیح سمت عطا کرنے میں معاون ہو، بلکہ مسلمانوں کی نجی زندگی میں صالح انقلاب کی راہ ہموار کرنے میں بھی معاون و مددگار ثابت ہو۔

آج مسلم آبادی کم و بیش ڈیڑھ ارب کے آس پاس ہے، لیکن ہماری عددی طاقت سمندر کے جھاگ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ہم دنیا کے کل رقبے کے چوتھائی حصے پر آباد ہیں، مگر امریکہ اور چین جیسی عالمی طاقتوں کے سامنے ہماری زمینی حقیقت ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق تیل کے ذخائر کا چالیس فی صد حصہ مسلم دنیا کے پاس ہے، عسکری اور افرادی قوت کے مقابلے میں بھی وہ بہت سے یوروپی ممالک سے برابری کا دعوی کر سکتے ہیں، لیکن شیرازہ بندی کے فقدان، متحدہ قیادت کی عدم موجودگی اور داخلی و خارجی پالیسیوں کی بے سمتی کی وجہ سے عالمی منظر نامے پر ہم کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔ اسلام مخالف طاقتیں اور اسلام دشمن عناصر ہمیں لقمۂ تر سمجھ کر ہر دم نگلنے اور صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا ڈالنے کے در پے ہیں۔ وہ ہماری تہذیب و ثقافت کے ایک ایک نقش کو مٹا ڈالنے کی منظّم پالیسی تشکیل دے رہے ہیں۔ سپر پاور امریکہ نے عالمی رائے عامہ کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرتے ہوئے افغانستان اور عراق پر، بزور بازو اپنے خونی پنجے گاڑ لیے ہیں اور اب پڑوسی ملک ایران کو' بدی کا محور' قرار دے کر اس پر نشانہ سادھنے کی تیاری چل رہی ہے۔ امریکہ کا بغل بچہ اسرائیل ہر دن نہتے اور معصوم فلسطینیوں پر ظلم وستم کے نئے نئے ہتھکنڈے اختیار کر رہا ہے۔ آخر ہم کب تک عالمی طاقتوں کے رحم وکرم پر جیتے رہیں گے۔ اس موقع پر ہمارے مسلم حکمران اپنے سیاسی اور اقتصادی مسائل کے حل کے لیے متحدہ اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کر سکتے ہیں۔ ماضی میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔لیکن اس کے لیے حوصلے، جرأت اور جگر سے کام لینے کی

ضرورت ہے۔ حج کے ذریعے انفرادی زندگی میں بھی صالح انقلاب لایا جا سکتا ہے، لیکن اگر اس سالانہ انسانی اجتماع کا فائدہ اٹھا کر عام طور سے پورے انسانی کنبے اور خاص طور سے فرزندان توحید کے نام کوئی منشور جاری کیا جائے، جس سے انھیں راہ عمل اور اپنی زندگی کا روز نامچہ ترتیب دینے میں آسانی ہو، تو حج کے عظیم آفاقی پیغام کے دائرہ اثر کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے۔ علاّمہ اقبال نے اپنے اس شعر میں شاید اسی اہم پہلو کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔

زائرین کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں